وفودِ عرب
بارگاہِ نبوی میں
www.KitaboSunnat.com
طالب ہاشمی
حرا پبلی کیشنز
اردو بازار۔ لاہور

وفودِ عرب بارگاہِ نبوی میں

طالب الہاشمی

حرا پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور

نام کتاب : ——— وفودِ عرب بارگاہِ نبوی میں
مؤلف : ——— طالب الہاشمی
مطبع : ——— المطبعۃ العربیہ۔ لیک روڈ لاہور
ناشر : ——— شفیق الاسلام فاروقی حرا پبلی کیشنز فضل الٰہی مارکیٹ اردو بازار لاہور
ایڈیشن : ——— اوّل (مارچ ۱۹۹۱ء)
تعداد : ——— ایک ہزار (۱۰۰۰)
کتابت : محمد حنیف قریشی دھیدووالی (ڈسکہ) ضلع سیالکوٹ
قیمت : ——— ساٹھ روپیہ

فہرست مضامین

متفرق وفود

تعارفِ قبائل و شخصیات

۲۵۵ — تا — ۲۵۷

متفرق وفود

پیش لفظ

از علامہ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب ایم۔ اے (عربی) ایم اے (اسلامیات) پی ایچ ڈی

اللہ تعالیٰ نے رسالت مآب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ظہورِ قدسی کو فرزندانِ توحید کے لیے ایک بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ (آل عمران: ۱۶۴)

(درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انھی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے)

گویا حضورؐ نے شمعِ اسلام کی نورانی شعاعوں کو اطراف واکنافِ عالم میں پھیلانے کے لیے تلاوتِ آیات، تزکیۂ نفوس، تعلیمِ کتاب اور تعلیمِ حکمت کے سنہری طریق کار کو اپنایا۔ چونکہ حضورؐ کی پوری حیاتِ طیبہ ہمارے لیے دائمی نمونۂ عمل ہے، اس لیے آپؐ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ مسلمانوں کے لیے ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ دوسرے لفظوں میں سیرتِ طیبہ کا مطالعہ مسلمانوں کی حیاتِ روحانی کے لیے رُوحِ رواں کی حیثیت رکھتا ہے۔

تاریخ اس امر پر شاہدِ عادل ہے کہ حضورؐ نے مدینہ منورہ میں جب اسلامی ریاست

کی تاسیس و تشکیل فرمائی تو اللہ تعالیٰ کے فضلِ عمیم سے حضورؐ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں آپؐ کی حیاتِ مبارکہ میں صرف دس برس کے قلیل عرصے میں سلطنتِ اسلامی کا رقبہ دس لاکھ مربع میل اور ایک رائے کے مطابق بارہ لاکھ مربع میل تک وسیع ہو گیا (جو ہماری مملکتِ خداداد پاکستان سے تین گنا سے بھی زیادہ تھا) اتنی تھوڑی سی مدت میں اتنی عظیم کامیابی کا راز آپؐ کا وہ تبلیغی نظام تھا جو رَبِّ کائنات نے آپؐ کو سمجھایا تھا۔

اس وسیع تبلیغی نظام میں وفود کا کردار بھی بیحد اہمیت کا حامل ہے کیونکہ ان لوگوں نے اپنے قبائل میں تبلیغ کا فریضہ بڑی سرگرمی سے انجام دیا۔ یہ کہنا بجا ہو گا کہ وفود کا تذکرہ سیرتِ طیبہ کا ایک اہم باب ہے۔

عام طور پر تاثر یہ ہے کہ یہ وفود، جوق در جوق، حضورؐ کی بارگاہ میں نعمتِ اسلام سے مشرف ہونے کے لیے آئے لیکن اہلِ علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ ان وفود کی آمد کے مقاصد مختلف تھے۔

بعض لوگ تلاشِ حق میں نکلے اور جستجو کرتے ہوئے بارگاہِ رسالتمآبؐ میں آپہنچے۔ (جیسے کہ وفدِ عمروؓ بن عبسہ)

○ بعض وفود تفقہ فی الدین کے لیے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے (مثلاً وفدِ اشعریین) ان کے بارے میں بڑا دلچسپ واقعہ بیان ہوا ہے کہ ان لوگوں نے حضورؐ سے کائنات کے آغاز کے بارے میں دریافت کیا اور

"لسانِ رسالتؐ سے تکوینِ عالم کی تشریح سن کر اہلِ وفد اتنے خوش ہوئے کہ ان کے قدم زمین پہ نہ ٹکتے تھے۔"

○ بنو تمیم کا وفد مفاخرت کے لیے آیا۔ اس وفد میں شعلہ بیان خطیب اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ سورۃ الحجرات میں ان لوگوں کے اکھڑپن کا ذکر ہے اور مفسرین نے اسے بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ لوگ، اگرچہ ان کا رویہ بڑا نا روا تھا لیکن ایک طرف تو وہ حضورؐ کے خلقِ عظیم اور آپؐ کی شانِ عفو و کرم سے بیحد متاثر ہوئے تو دوسری طرف آپؐ کے خطیب ثابتؓ بن قیس انصاری

اور بارگاہِ رسالتؐ کے شاعر حضرت حسانؓ نے اُن سے اپنی عظمت اور اسلام کی عظمت کا لوہا منوایا حتیٰ کہ وفد کے ایک رئیس اقرع بن حابس کو بایں الفاظ اعتراف کرنا پڑا:

"محمدؐ کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے افضل ہے۔ ان کا کلام ہمارے کلام سے زیادہ فصیح اور ان کی زبان ہماری زبان سے زیادہ شیریں ہے۔"

○ کسی وفد نے خوابوں کی تعبیر پوچھی۔ آپؐ نے نہ صرف انتہائی تشفی بخش طریق سے ان کی تعبیر بیان فرمائی بلکہ سائل کے بعض مخفی جسمانی معائب کی نشاندہی بھی فرما دی جسے سُن کر وہ حیران و ششدر رہ گیا۔

○ بعض وفود معاہدۂ صلح و امن کے لیے حاضر ہوئے اور واضح طور پر یہ کہا کہ وہ اسلام قبول کرنے نہیں آئے لیکن حضورؐ کے حسنِ اخلاق سے اس قدر متاثر ہوئے کہ "دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو کر اپنے گھروں کو لوٹے۔"

○ بعض لوگ کسی وفد میں شامل ہو کر حضورؐ کو اچانک شہید کرنے کا ناپاک عزم لے کر آئے لیکن جس کی حفاظت ربِّ کائنات فرما رہا ہو اسے کون ضرر پہنچا سکتا ہے، یہ لوگ عبرتناک انجام کو پہنچے جبکہ وفد کے باقی لوگ مشرف باسلام ہو گئے۔ (دیکھئے وفد بنی عامر بن صعصعہ)

ان وفود کے حالات کے تفصیلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضورؐ نے اپنے حسنِ اخلاق سے انہیں متاثر کرنے کے علاوہ بعض سے علمی گفتگو فرمائی، بعض کے بُرے ناموں کو اچھے ناموں کے ساتھ بدلا، بعض کی مشکلات کے ازالے کے لیے دعا فرمائی، بعض کے خوابوں کی تعبیر بتائی، بعض دینِ عیسوی کے پیروکاروں سے احسن طریقے سے مناظرہ فرما کر انہیں اسلام کی عظمت کا قائل فرمایا (مثلاً وفد عدیؓ بن حاتم)

بعض وفود کے حالات میں قرآنی آیات کا شانِ نزول بیان ہوا ہے تو بعض

کے حالات میں آپ کے کچھ عظیم الشان معجزات کا ذکر ہے۔

المختصر وفود آتے اور حضورؐ کے فیضان کی مختلف النوع نعمتوں سے مالامال ہو کر واپس لوٹتے۔ کوئی نقد انعام پاتا تو کوئی پند و نصائح سے سرفراز ہو کر لوٹتا۔ کوئی بیش بہا علمی زریں معلومات سے بہرہ یاب ہوتا تو کوئی حضورؐ کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر ہمیشہ کے لیے گرویدہ بن جاتا۔ وفود کے بارے میں یہ بات کاشانۂ ذہن میں محفوظ رہے کہ یہ محض تاریخی واقعات کا خشک بیان نہیں بلکہ اس میں حکمت و بصیرت کے وہ سُچے اور تابدار موتی بھی ہیں جو حیاتِ انسانی میں رہنما زریں اصولوں کی نشاندہی کرتے ہیں (دیکھئے وفد اَزد)۔

محترم طالب الہاشمی صاحب ہدیۂ تبریک و تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے سَو سے زائد وفود کے تذکروں کو انتہائی دلنشین انداز میں اور سیرت کے نازک موضوع ہونے کے ناتے سے بڑے محتاط انداز میں پیش کیا ہے۔ ہاشمی صاحب اپنی ذات میں ایک ادارہ ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ بعض ادارے وہ کام سرانجام نہیں دے سکے جو انہوں نے تنِ تنہا اس علمی میدان میں کر دکھایا ـــــ ان کی زیرِ نظر تصنیف کو پڑھتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ ان کے دل کے اندر دین کے لیے جو کسک اور تڑپ ہے اور ان میں جو خلوص اور لگن ہے ان کی نگارشات میں اس کی عکاسی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ عمیم سے اپنے حبیب پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے میں انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ان سے دینی تصانیف کا بیش از بیش کام لے (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

بشیر احمد صدیقی عفی اللہ عنہ
۸ فروری ۱۹۹۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

عہدِ رسالت میں عرب کے مختلف قبائل کے وفود کی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور آپؐ کا ان کے ساتھ حسنِ سلوک سیرتِ طیبہ کا ایک اہم باب ہے۔ وَفد (الوَفدُ) وافد کی جمع ہے اور وُفُود اس کی جمع الجمع ہے۔ اردو زبان میں "وفد" صیغۂ واحد میں استعمال ہوتا ہے۔

وَفد کے لغوی معنی ہیں، مشترکہ مقصد کے لیے بھیجے جانے والے لوگوں کی جماعت (ڈیپوٹیشن DEPUTATION) یا سفارت یا وہ لوگ جو اکٹھے کسی شہر میں جائیں یا ایسے لوگ جو کسی مشترکہ غرض کے لیے کسی حاکم یا سربراہِ مملکت کے پاس جائیں۔

اربابِ سِیَر نے اصطلاحی طور پر خاص موقعوں پر کسی خاص مقصد کے لیے فردِ واحد کی بارگاہِ رسالت میں حاضری کو بھی وَفد کا عنوان دیا ہے۔

عہدِ رسالت میں عرب کے کونے کونے سے مختلف قبائل اور علاقوں کے وُفُود بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، کچھ اسلام قبول کرنے کے لیے، کچھ دعوتِ اسلام قبول کرنے کے بعد احکامِ دین سیکھنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و بیعت سے مُشرّف ہونے کے لیے اور کچھ صلح و امن کے معاہدے کرنے کے لیے۔ کچھ وفود ہجرتِ نبوی سے پہلے مکے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہجرت کے بعد وُفُود کی آمد کا سلسلہ ۵ سنہ ہجری میں شروع ہوا اور آپ کی وفات سے باختلافِ روایت چار ماہ یا چالیس دن قبل تک جاری رہا۔ ۹ سنہ ہجری میں تو اس کثرت سے وفود آئے کہ اس سال کا نام ہی "عام الوفود" پڑ گیا۔ اگرچہ اربابِ سِیَر نے فتح مکہ (۸ سنہ ہجری) کے بعد آنے والے وفود کو زیادہ اہمیت دی ہے لیکن راقم الحروف کے خیال میں ہجرتِ نبوی سے پہلے مکہ آنے والے وفود کی اہمیت

بھی کچھ کم نہیں بالخصوص سنہ ۱۳ بعد بعثت میں یثرب (مدینہ منورہ) سے آنے والے وفدِ انصار کی اہمیت عہدِ رسالت کے تمام وفود سے زیادہ ہے۔ اس وفد میں شامل نفوسِ قدسی نے نہایت نامساعد حالات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں تشریف لانے کی دعوت دی اور اس بات کی مطلق پروا نہ کی کہ مکہ کے دُرِ یتیم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و نصرت کا مطلب سارے عرب کو دعوتِ جنگ دینا ہے۔ انہوں نے لیلۃ العقبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو پیمانِ وفا باندھا، اسے اپنی جانوں، مال اور آل اولاد کے ساتھ نباہا اور اپنی بے مثال قربانیوں سے تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیا۔ ان کا یہی کارنامہ عظیم ہے کہ احقر نے اس وفد کے حالات تفصیل کے ساتھ قلمبند کیے ہیں۔

عہدِ رسالت کے وفود کی تعداد کے بارے میں اہلِ سیر میں اختلاف ہے۔ انہوں نے پندرہ سے لے کر ایک سو پانچ وفود تک کے حالات لکھے ہیں۔ احقر نے ایک سو نو وفود کے حالات اس کتاب میں بیان کیے ہیں۔ ان وفود کے ارکان کی تعداد معین نہ تھی۔ کبھی کوئی وفد ایک یا دو آدمیوں پر مشتمل ہوتا تھا اور کبھی کسی وفد کے اراکین کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچتی تھی۔

ان کے حالات پڑھ کر معلوم ہوگا کہ اس زمانے میں قبائلِ عرب کی ذہنی کیفیت کیا تھی اور ہادیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ تبلیغ و ہدایت کیا تھا۔ آپ ہر وفد کے ساتھ بلالحاظ اس کے کہ وہ کس غرض سے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا، ایسے حسنِ اخلاق اور شفقت سے پیش آتے تھے کہ وہ کسی نہ کسی صورت میں اس سے ضرور متاثر ہوتا تھا۔ جن لوگوں کو قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہو جاتی، وہ واپس جا کر اپنی قوم میں اس سنہی اور خلوص کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرتے کہ کوئی تیرہ بخت ہی اسلام لانے سے محروم رہ جاتا۔ جو لوگ پہلے ہی شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو چکے ہوتے۔ وہ بارگاہِ نبوی سے احکامِ دین سیکھ کر واپس جاتے تو ساری عمر اوامر و نواہی کی پابندی میں گزار دیتے۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے چند سال بعد قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے اور

ساری دنیا میں اسلام کا بول بالا کر دیا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ۔

"متفرق وفود" کے عنوان کے تحت احقر نے دو ایسے وفدوں کا ذکر بھی کتاب میں شامل کر دیا ہے جن کا تعلق عرب کے کسی علاقے سے نہ تھا بلکہ یہ حبش سے آئے تھے۔ اس سے قارئین کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔

جن عرب قبائل کے وفود بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، کتاب میں ان کا مختصر تعارف بھی شامل کر دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی عرب کا ایک نقشہ بھی دے دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ یہ قبائل کہاں کہاں آباد تھے اور کتنی دور دراز کی مسافت طے کر کے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

راقم الحروف صاحب المجد والمکرم علامہ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب مدظلہ العالی کا صمیم قلب سے شکر گزار ہے کہ انہوں نے اس کتاب کا پیش لفظ لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی۔ دعا ہے ربُّ العزّت انہیں اس کارِ خیر کے لیے اجرِ جزیل سے نوازے۔

آخر میں قارئین کرام سے استدعا ہے کہ اگر انہیں اس کتاب میں کوئی سقم نظر آئے تو وہ اس سے راقم الحروف کو آگاہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

راجئ غفران وشفاعت

احقر العباد **طالب الہاشمی**

۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۱ سنہ ہجری

مطابق ۶ جنوری ۱۹۹۱ سنہ عیسوی

۱۱۸۔ ڈی/ رضوان بلاک، اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور

قبائل عرب کی حالت

(قبولِ اسلام سے پہلے)

قبیلے قبیلے کا بُت اک خُدا تھا | کسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا | اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہرِ انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

چلن اُن کے جتنے تھے سب وحشیانہ | ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا اُن کا زمانہ | نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ

وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اَڑ بیٹھتے تھے | سُلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے | تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے

بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی | صدی جس میں آدھی انہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کردی تھی جس نے صفائی | تھی اک آگ ہر سُو عرب میں لگائی

نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اک اُن کی جہالت کا تھا وہ

اسی طرح اک اور خون ریز بیدا | عرب میں لقب حربِ داحس ہے جس کا
رہا ایک مُدت تک آپس میں برپا | بہا خون کا ہر طرف جس میں دریا

سبب اس کا لکھا ہے یہ اصمعی نے
کہ گھوڑ دوڑ میں چینک دی تھی کسی نے

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا | کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جُو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا | کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

یونہی روز ہوتی تھی تکرار اُن میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دُختر | تو خوفِ شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور | کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر

وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی | شراب اُن کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی | غرض ہر طرح اُن کی حالت بُری تھی

بہت اس طرح گزری تھیں اُن کو صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

(قبولِ اسلام کے بعد)

سب اسلام کے حکم بردار بندے | سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبیؐ کے وفادار بندے | یتیموں کے رانڈوں کے غمخوار بندے

رہِ کفر و باطل سے بیزار سارے
نشے میں مئے حق کے سرشار سارے

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے | کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سرِ احکامِ دیں پر جھکا دینے والے | خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے

ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

اگر اختلاف ان میں باہمدگر تھا! | تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا!
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا | خلاف آشتی سے خوش آیندہ تر تھا

یہ تھی موج پہلی اس آزادگی کی
ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت | نہ پوشش سے مقصود زیب و زینت
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت | فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا!!
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفہ تھے امت کے ایسے نگہباں | ہو گلہ کا جیسے نگہبان چوپاں
سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکساں | نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں

کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی!
زمانہ میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی!

رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ ان کی | فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی! | شریعت کے قبضے میں تھی باگ ان کی

جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

کفایت جہاں چاہیے واں کفایت | سخاوت جہاں چاہیے واں سخاوت
جچی اور تلی دشمنی اور محبت | نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت

جھکا حق سے جو جھک گئے اس سے وہ بھی
رکا حق سے جو رک گئے اس سے وہ بھی

(مسدس حالی)

مولینا الطاف حسین حالی رحمہ

وفدِ عمرؓو بن عبسہ

یہ وفد ان وفود میں سے ہے جو ہجرتِ نبوی سے کئی سال پہلے مکہ آکر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔

حضرت ابونجیح عمرؓو بن عبسہ (بن عامر بن خالد بن غاضرہ بن عتاب بن امرؤ القیس) کا شمار ان معدودے چند صحابۂ کرامؓ میں ہوتا ہے جو زمانۂ جاہلیت میں بھی بُت پرستی سے متنفر تھے اور دینِ ابراہیمی کی پیروی کرنا چاہتے تھے۔ وہ حضرت ابوذر غفاریؓ کے اخیافی بھائی تھے۔ ابنِ سعدؒ اور مسلمؒ نے حضرت ابوامامہ باہلیؓ کے حوالے سے خود حضرت عمرؓو بن عبسہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ہوش سنبھالتے ہی میں نے بُت پرستی ترک کر دی کیونکہ میرے دل میں اللہ نے یہ بات ڈال دی کہ یہ بُت نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اسی زمانے میں ایک اہلِ کتاب سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے بتایا کہ ہمارے نوشتوں کے مطابق سرزمینِ مکہ سے ایک نبی کا ظہور ہونے کو ہے جو لوگوں کو توحید کی دعوت دے گا، بُت پرستی سے منع کرے گا اور اس کی شریعت تمام شریعتوں سے افضل ہوگی ـــــ یہ سُن کر میں ہر وقت اس انتظار میں رہنے لگا کہ کب مجھے اس نبی کے ظہور کی اطلاع ملتی ہے۔ ایک دن مکہ سے آنے والے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ مکہ میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو لوگوں کو بتوں کی پوجا سے منع کرتا ہے اور خدائے واحد پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ اطلاع ملتے ہی میں سانڈنی پر سوار ہوا اور اپنی صحرائی بستی سے چل کر مکہ پہنچا۔ وہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور سوال کیا، آپ کون ہیں؟

فرمایا، میں اللہ کا نبی ہوں۔

میں نے کہا، نبی کس کو کہتے ہیں؟

فرمایا، اللہ کی طرف سے پیغام لانے والے کو۔ مجھے اللہ نے خلقِ خدا کی

ہدایت و رہبری کے لیے بھیجا ہے۔

میں نے عرض کی، آپ کی دعوت کیا ہے؟

فرمایا، مجھے خدائے واحد کی پرستش کرنے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے، بت پرستی سے منع کرنے اور قرابت داروں سے نیکی کرنے کا پیغام دیا گیا ہے۔

عمروؓ بن عبسہ کہتے ہیں کہ میں آپؐ کے ارشادات سے بڑا متاثر ہوا۔ اس وقت آپؐ پر ایمان لانے والوں میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت بلالؓ بن رباح آپؐ کے ساتھ تھے۔ میں بھی نعمتِ ایمان سے سرفراز ہوا اور عرض کیا کہ میں بھی آپ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوں۔ ارشاد ہوا، آج کل ہم لوگ جن مظالم کا ہدف بنے ہوئے ہیں، ان کا برداشت کرنا تمہاری طاقت سے باہر ہے، فی الحال تم اپنے وطن واپس چلے جاؤ، اور جب سنو کہ مجھے غلبہ نصیب ہوا تو میرے پاس آنا۔ چنانچہ میں وطن واپس آگیا۔ چودہ پندرہ برس بعد میں نے سنا کہ آپؐ مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں اور لوگ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ میں فوراً عازم مدینہ ہوگیا، اور بارگاہِ رسالتؐ میں پہنچ کر عرض کیا، یا رسول اللہ! آپؐ مجھے پہچانتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا، تم وہی ہو جو مجھ سے مکہ میں ملے تھے۔ میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی:

"یا رسول اللہ! مجھے نماز کے اوقات تعلیم فرمائیے۔"

آپؐ نے فرمایا: "فجر کی نماز پڑھ لو تو سورج کے نکلنے کا انتظار کرو۔ جب آفتاب طلوع ہو رہا ہو تو کوئی نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ وہ اونچا ہو جائے اس وقت نماز پڑھ سکتے ہو، اس وقت تک کہ نیزہ کا سایہ نیزہ سے آلگے۔ ان اوقات کی نماز میں فرشتے شریک ہوتے ہیں۔

اس کے بعد سایہ ڈھلنے تک کوئی نماز نہ پڑھو کیوں کہ اس وقت دوزخ دہکائی جاتی ہے۔ پھر نماز پڑھ سکتے ہو یہاں تک کہ عصر کی نماز سے فارغ ہو جاؤ۔ پھر سورج غروب ہوتے ہوئے نماز نہ پڑھو کیونکہ اس وقت کافر اس کی عبادت کرتے ہیں۔

پھر میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! وضو کے بارے میں بھی بتلایئے؟"
آپؐ نے فرمایا: "جو شخص وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرتا ہے تو اس کے منہ اور نتھنوں کی ساری آلائشیں نکل جاتی ہیں۔ اس کے بعد جب وہ شریعت کے مطابق منہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے کی گندگی اور لغزشیں ڈاڑھی کے کناروں سے ٹپک جاتی ہیں۔ جب وہ کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ ساتھ اس کی انگلیوں کے پوروں سے اس کے ہاتھوں کی لغزشیں دور ہو جاتی ہیں۔ سر کے مسح کے ساتھ سر کی آلائشیں دور ہو جاتی ہیں۔ جب وہ اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے پاؤں کی آلائشیں اس کے پیروں کے پوروں کے راستے نکل جاتی ہیں، اب اگر وہ کھڑا ہو گیا نماز بھی پڑھ لی اور سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھ کر اللہ کی حمد وثنا کی جیسے کہ اس کے کرنے کا حق ہے اور اپنے دل کو محض اللہ کے واسطے خالی کر لیا تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک صاف تھا۔ (صحیح مسلم)

اہلِ سِیَر کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت عمروؓ بن عبسہ نے مدینہ منورہ ہی میں مستقل اقامت اختیار کر لی۔ "مسند احمد" اور "الاصابہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فتح مکہ اور غزوۂ طائف میں رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔ سالِ وفات کے بارے میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ بعض اربابِ سِیَر نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے عہدِ خلافت کے آخر میں کسی وقت وفات پائی۔ (طبقات ابن سعد، صحیح مسلم، الاصابہ)

وفدِ دوس

دَوس عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ حضرت طفیلؓ بن عمرو اس قبیلہ کے مشہور شاعر اور رئیس تھے۔ وہ ہجرتِ نبویؐ سے چند سال پہلے مکہ گئے۔ مشرکینِ قریش نے ان کو منع کر دیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نہ سنیں کیونکہ ان کی باتوں میں جادو ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت طفیلؓ نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ ایک دن وہ حرم میں گئے جہاں حضورؐ جہر کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ طفیلؓ کے کانوں سے اتفاقاً روئی نکل گئی۔ وہ قرآنِ مجید سن کر بہت متاثر ہوئے اور حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ مجھ کو اسلام کی حقیقت سمجھائیں۔ آپ نے انہیں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور قرآنِ حکیم کی آیتیں سنائیں۔ وہ صدقِ دل سے مشرف بہ ایمان ہو گئے اور وطن واپس جا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ان کے اہلِ خانہ اور دَوس کے ایک سلیم الفطرت شخص ابوہریرہؓ تو مسلمان ہو گئے لیکن دوسرے لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے گریز کیا کیونکہ اس طرح انہیں بدکاری ترک کرنی پڑتی تھی۔

حضرت طفیلؓ دوبارہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتِ واقعہ بیان کی۔ آپؐ نے دعا فرمائی: ”اے اللہ دوس کو ہدایت دے۔“ پھر حضرت طفیلؓ سے ارشاد فرمایا کہ جا کر نرمی اور محبت سے لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کرو۔ اب حضرت طفیلؓ کی تبلیغ نے (دعائے نبویؐ کی برکت سے) بڑا اثر کیا اور دوس کے بیشتر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ غزوۂ خیبر کے زمانے میں دوس کے اسی خاندان اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ ان میں حضرت طفیلؓ اور حضرت ابوہریرہؓ بھی شامل تھے۔

(طبقات ابنِ سعد)

وفد ازدِ شنوأہ

قبیلہ ازدِ شنوأہ میں ایک با اثر آدمی ضِماد بن ثعلبہ تھے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ، علامہ ابنِ اثیرؒ اور بعض دوسرے اربابِ سِیَر کا بیان ہے کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔ ان کا پیشہ طبابت اور جھاڑ پھونک تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ (بعثت کے ابتدائی زمانے میں) ضماد مکہ آئے تو یہاں کے چند احمقوں (مشرکوں) کو یہ کہتے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر (نعوذ باللہ) جنون کا اثر ہے (یعنی وہ مجنون ہو گئے ہیں۔)

ضمادؓ نے ان سے کہا، مجھے بتاؤ وہ کہاں ہیں، شاید اللہ میرے ہاتھ سے اُن کو شفا دے۔ انہوں نے بتایا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا، میں جھاڑ پھونک کا کام کرتا ہوں (بالفاظِ دیگر میں ان ہوا (ن اور اسرار (بھوت پریت) وغیرہ کا علاج کرتا ہوں) اور اللہ میرے ہاتھ سے جسے چاہے شفا دے دیتا ہے۔ آئیے میں آپ کا علاج کروں۔

ان کی بات کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ ماثورہ پڑھا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کر دے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

ضمادؓ کو یہ کلمات بہت پسند آئے اور انہوں نے کہا، پھر فرمائیے۔ آپؐ نے تین مرتبہ ان کا اعادہ کیا۔ ضمادؓ نے کہا، خدا کی قسم میں نے کاہنوں کی باتیں سُنی ہیں، جادوگروں کی باتیں بھی سنی ہیں اور شاعروں کا کلام بھی سُنا ہے مگر ایسے کلمات کبھی

نہیں سُنے! انہوں نے تو مجھے حقیقت کے سمندر کی گہرائی میں اتار دیا (یا یہ تو سمندر کی تہہ تک پہنچتا ہے) لائیے ہاتھ بڑھائیے میں اس پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں۔ آپؐ نے ان سے بیعتِ اسلام لی اور فرمایا، یہ بیعت تیری قوم کے لیے بھی ہے۔ انہوں نے عرض کیا، بہت اچھا یہ میری قوم کے لیے بھی ہے (یعنی میں اپنے قبیلے کو دائرۂ اسلام میں لانے کا ذمہ لیتا ہوں)۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک سریّہ کسی سمت روانہ فرمایا، وہ قبیلہ ازدِ شنوءہ کی طرف سے گزرا تو کسی مسلمان نے ان سے ایک لوٹا (مطہرہ) لے لیا۔ امیرِ لشکر کو معلوم ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ یہ لوٹا واپس کردیا جائے کیونکہ یہ ضماد کا قبیلہ ہے۔ (صحیح مسلم)

حافظ ابنِ حجرؒ نے "الاصابہ" میں حضرت ضمادؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

"میں عمرہ کے لیے مکہ آیا، ایک مجلس میں ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف بیٹھے تھے، میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ابوجہل بولا، اس شخص (رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے ہماری قوم میں تفرقہ ڈال دیا، ہم سب کو احمق ٹھہرایا، ہمارے مرے ہوؤں کو گمراہ بتایا اور ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہا۔ امیہ نے کہا، اس کے مجنون ہونے میں کوئی شک نہیں (نعوذ باللہ) امیہ کی بات سن کر میرے دل میں خیال آیا کہ میں بھی تو آسیب (جنون) وغیرہ کا علاج کرتا ہوں۔ چنانچہ میں اس مجلس سے رسول اللہؐ کی تلاش میں اٹھ کھڑا ہوا۔ باوجود سارا دن تلاش کرنے کے آپؐ مجھے نہ ملے اگلے دن میں نے آپؐ کو مقامِ ابراہیمؑ میں نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ میں بیٹھ گیا جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو میں آپ کے پاس بیٹھ گیا اور کہا، اے عبدالمطلب کے پوتے! میں ان ہواؤں (بھوت پریت) کا علاج کرتا ہوں اگر آپ چاہیں تو آپ کا بھی علاج کردوں۔ آپ اپنی اس بیماری کو شدید نہ سمجھیے، آپ سے زیادہ سخت بیماروں کا میں نے علاج کیا ہے اور وہ

اچھے ہو گئے۔ میں نے آپ کی قوم سے سنا ہے کہ آپ ان سب کو بیوقوف کہتے ہیں اور آپ نے ان میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ ان کے مُردوں کو گمراہ بتایا ہے اور ان کے معبودوں میں عیب نکالے ہیں۔ ایسی باتیں تو وہی کر سکتا ہے جس پر جن بھوت وغیرہ کا اثر ہو۔

میری باتیں سن کر آپؐ نے خطبۂ ماثورہ پڑھا (جو اوپر والی روایت میں نقل ہوا ہے) میں نے اس سے پہلے ایسا کلام کبھی نہیں سنا تھا، میں نے آپ سے دوبارہ یہ خطبہ پڑھنے کی درخواست کی۔ آپؐ نے دوبارہ پڑھ دیا۔ پھر میں نے پوچھا، آپؐ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا، ایک اللہ پر جس کا کوئی شریک نہیں، ایمان لا، بت پرستی کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینک اور اس بات کی شہادت دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

میں نے عرض کیا کہ اگر میں یہ سب باتیں مان لوں تو مجھے کیا ملے گا؟

آپؐ نے فرمایا، جنّت۔

میں نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور میں نے بت پرستی کا جوا گردن سے اتار دیا اور میں گواہی دیتا ہوں بلاشبہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں — اس کے بعد میں آپؐ کے ساتھ رہنے لگا اور میں نے قرآنِ مجید کی بہت سی سورتیں حفظ کر لیں پھر اپنی قوم کی طرف چلا آیا۔"

عبداللہ بن عبدالرحمٰن العدوی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت علیؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر کسی طرف بھیجا۔ راستے میں ایک جگہ لشکر کے لوگوں نے بیس اونٹ پکڑ لیے۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ یہ اونٹ حضرت ضمادؓ کی قوم کے ہیں تو انہوں نے لشکریوں کو حکم دیا کہ اونٹ واپس کر دو۔ چنانچہ تمام اونٹ واپس کر دیئے گئے۔ (صحیح مسلم، اُسدُ الغابہ۔ الاِصابہ)

وفدِ غفار

بنو غِفار کا ماویٰ اور مسکن مدینہ سے اسّی میل کے فاصلے پر بَدر کے نواح میں تھا اس کے قریب ہی وہ کاروانی راستہ واقع تھا جو مکّہ کو شام و فلسطین سے ملاتا تھا۔ اس قبیلے کے بہت سے لوگوں نے رہزنی اور قزاقی کو اپنا پیشہ بنا رکھا تھا۔ وہ نہ صرف مکّہ اور شام کے درمیان آنے جانے والے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے بلکہ اردگرد کے قبائل کو بھی اپنی ترکتازیوں کا نشانہ بناتے رہتے تھے۔ اس قبیلے میں جندب (یا بروایت دیگر بریر) نامی ایک نوجوان تھے جن کی کنیت ابوذر تھی۔ پہلے تو وہ بھی قبیلے کے نوجوانوں کے ساتھ ڈاکے اور غارت گری کی مہموں پر جایا کرتے تھے مگر پھر یکایک ان کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوا اور انہوں نے ایسے کاموں سے یکسر کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس کے ساتھ ہی وہ قبیلے کے بتوں اور دیوی دیوتاؤں سے بھی متنفر ہو گئے اور اپنے طریقے پر اللہ کی عبادت کرنے لگے لوگ ان کی زبان سے "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" کے الفاظ سنتے تو بہت حیران ہوتے کہ یہ کس خبط میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس زمانے میں کوہ فاران کی چوٹیوں سے خورشید اسلام طلوع ہو چکا تھا اور ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مسلسل اللہ کی طرف بلا رہے تھے۔

ایک دفعہ قبیلہ غفار کا ایک شخص مکّہ گیا۔ وہاں اس کے کانوں میں دعوتِ توحید کی بھنک پڑ گئی۔ واپس آ کر ابوذر سے ملا اور ان کو بتایا کہ مکّہ میں بھی ایک شخص تمہاری طرح لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتا ہے اور لوگوں کو بتوں کی پرستش کرنے سے منع کرتا ہے۔ بروایت دیگر انہیں یہ اطلاع ملی کہ مکّہ میں کسی شخص نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ خبر سن کر ابوذر بیتاب ہو گئے اور اسی وقت اپنے بھائی انیس کو یہ کہہ کر مکّہ روانہ کیا کہ وہاں جا کر اس شخص سے ملو جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور پھر واپس آ کر اس کے حالات بتاؤ۔

اُنَیسؓ مکہ جاکر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کے ارشادات بڑے غور سے سنے۔ وہ ایک بلند پایہ شاعر اور بڑے ذہین وفطین شخص تھے۔ ارشاداتِ نبویؐ سے بہت متاثر ہوئے اور واپس جاکر ابوذرؓ کو بتایا:

" بھائی! اہلِ مکہ اس شخص کو شاعر، کاہن اور جادوگر کہتے ہیں لیکن خدا کی قسم میں نے اسے ایسا نہیں پایا۔ وہ تو لوگوں کو محض بھلائی کی طرف بلاتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔"

اس مختصر جواب سے ابوذرؓ کی تشفی نہ ہوئی۔ اب وہ خود رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ملنے کے لیے مکہ پہنچ گئے اور حرم شریف میں حضورؐ کو تلاش کرنے لگے مگر چونکہ آپؐ کو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے پوچھنا خلافِ مصلحت سمجھتے تھے، اس لیے مل نہ سکے۔

ــــ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہٗ انہیں ایک طرف لے گئے اور پوچھا، بھائی میں تمہیں کئی دن سے یہاں دیکھ رہا ہوں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم مسافر ہو اور تمہیں کسی کی تلاش ہے۔

حضرت ابوذرؓ نے کہا، اگر تم وعدہ کرو کہ میں جس کی تلاش میں ہوں تم مجھے اس تک پہنچا دو گے اور کسی دوسرے کو نہیں بتاؤ گے تو میں تم کو اپنا رازدار بنا لیتا ہوں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا، تم مطمئن رہو، تمہارا راز کسی پر ظاہر نہ ہوگا۔ اب حضرت ابوذرؓ نے اپنا مقصد بتایا تو حضرت علیؓ نے کہا، تم جن کی تلاش میں آئے ہو، بے شک وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔ کل میں تمہیں ان کے پاس لے جاؤں گا۔ چنانچہ دوسرے دن وہ رازداری کے ساتھ انہیں اپنے ہمراہ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا روئے انور دیکھتے ہی ابوذرؓ کے دل نے گواہی دی کہ یہ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں۔ انہوں نے بےتابانہ عرض کیا:

" اے اللہ کے رسول! مجھے اپنی دعوت کی تفصیل بتائیے۔"

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن کے سامنے اسلام پیش کیا تو انہوں نے اسی وقت اسے دل وجان سے قبول کرلیا۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، اب تم اپنے قبیلے

میں واپس جاؤ اور اسے دعوتِ توحید دیتے رہو یہاں تک کہ تمہیں میرے حال کی اطلاع ملے (یعنی دعوتِ حق کے آشکار ہونے کی خبر ملے)۔

حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! خدا کی قسم آپ اجازت دیجئے میں اہلِ مکہ کے درمیان حق کا اعلان کرکے رہوں گا۔"

چنانچہ وہ حرم کعبہ پہنچے وہاں مشرکین کا مجمع تھا۔ حضرت ابوذرؓ نے ان سے مخاطب ہو کر بآوازِ بلند کہا:

"لوگو! اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

یہ سنتے ہی مشرکین چاروں طرف سے ان پر ٹوٹ پڑے اور مار مار کر لہولہان کر دیا اتنے میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب آ پہنچے اور مشرکین سے کہا، اپنا ہاتھ روکو کیوں ناحق اس پردیسی کی جان لیتے ہو۔

حضرت عباسؓ ابھی ایمان نہیں لائے تھے اس لیے مشرکین کو ان کی بات کا بڑا پاس تھا۔ ان کے کہنے پر انہوں نے حضرت ابوذرؓ کو چھوڑ دیا۔ دوسرے دن حضرت ابوذرؓ پھر مسجد حرام پہنچے اور مشرکین کے سامنے توحید کا اعلان کیا۔ مشرکین نے انہیں پھر زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت پھر حضرت عباسؓ ان کے آڑے آئے اور مشرکین کو سمجھایا کہ یہ شخص بنی غفار میں سے ہے اگر تم نے اسے مار ڈالا تو تمہارا کوئی کاروانِ تجارت صحیح سلامت منزلِ مقصود پر نہ پہنچ سکے گا۔ (یعنی بنو غفار اسے لوٹ لیا کریں گے)

مشرکین کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور انہوں نے حضرت ابوذرؓ کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حضرت ابوذرؓ نے اپنے وطن کو مراجعت کی اور اپنے قبیلے میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ یہ صحیح بخاری کی روایت کا خلاصہ ہے۔ مسندِ احمد میں خود حضرت ابوذرؓ کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے:

"میں اپنی والدہ اور بھائی اُنَیس کے ساتھ مکہ گیا اور شہر سے باہر قیام کیا۔ اُنَیس نے کہا، میں ذرا مکہ ہو کر آتا ہوں تم میرا انتظار کرو۔ وہ بڑی

دیر کے بعد واپس آیا تو میں نے اس سے اتنی دیر سے واپس آنے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ نے مجھے اسی دین پر بھیجا ہے جو تمہارا دین ہے (یعنی توحید کا اقرار اور شرک کا انکار)۔

میں نے پوچھا، لوگ اسے کیا کہتے ہیں۔

انیس نے کہا، لوگ اس کو شاعر، کاہن اور جادوگر کہتے ہیں۔ مگر میں نے کاہنوں کی باتیں بھی سنی ہیں، شاعروں کا کلام بھی سنا ہے (شعر بھی جانتا ہوں) مگر اس کی باتوں کا ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدا کی قسم وہ سچا ہے اور یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

میں نے کہا، تم میرے پیچھے مال اسباب کی نگرانی کرو گے تاکہ میں خود مکہ جاؤں؟ اس نے کہا، ہاں مگر مکہ کے لوگوں سے بچ کر رہنا کیونکہ وہ اس کے سخت مخالف ہیں۔ میں مکہ گیا اور ایک کمزور سے شخص سے پوچھا کہ وہ شخص کہاں ہے جسے لوگ صابی (دین سے منحرف ہو جانے والا) کہتے ہیں۔ یہ سن کر اس شخص نے میری طرف اشارہ کر دیا اور لوگ مجھ پر پل پڑے اور مجھے اتنا مارا کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہوش میں آیا تو حرم میں گیا۔ زمزم کا پانی پیا، اپنے زخم دھوئے اور تیس دن تک کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپا رہا۔ اس دوران میں آب زمزم کے سوا میری کوئی غذا نہ تھی۔ اس سے نہ صرف یہ کہ میری بھوک دور ہو جاتی تھی بلکہ میں پہلے سے کچھ زیادہ توانا ہو گیا۔ ایک دن رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابو بکرؓ حرم میں آئے، حجرِ اسود کو بوسہ دیا، طواف کیا اور نماز پڑھی۔ میں نے پردوں کے پیچھے سے نکل کر پہلی مرتبہ ان کو اسلامی طریقے سے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا علیک السلام اور مجھ سے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا، میں بنو غفار کا ایک فرد ہوں۔ پھر پوچھا،

یہاں کب سے ہو؟ میں نے کہا، تیس شب و روز سے۔ پوچھا، تمہارے کھانے کا کیا انتظام تھا؟ میں نے عرض کیا، زمزم کے پانی کے سوا میری کوئی غذا نہ تھی۔ آپؐ نے فرمایا، وہ بابرکت پانی ہے اور غذا بھی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! اجازت ہو تو آج رات میں اس کو اپنا مہمان بناؤں۔ آپؐ نے اجازت دے دی۔ پھر آپؐ تشریف لے گئے اور میں ابوبکرؓ کے ساتھ ان کے گھر گیا۔ انہوں نے مجھے طائف کا خشک انگور کھلایا۔ اس کے بعد میں نے مکہ میں کچھ دن قیام کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھ سے فرمایا، مجھے ایک سرزمین کا نشان بتایا گیا ہے جہاں نخلستان ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ جگہ یثرب ہے کیا تم میرا پیغام اپنی قوم تک پہنچاؤ گے شاید کہ یہ ان کے لیے نفع بخش ہو اور تمہیں بھی اس کا اجر ملے۔ پھر میں اپنے بھائی اور والدہ کے پاس واپس گیا اور ان کو بتایا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے، انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد ہم اپنی قوم غفار کے پاس پہنچے۔ ان میں سے کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے۔ ان کو قوم کے سردار غفاری ایماءؓ نماز پڑھایا کرتے تھے۔ پھر ہجرت کے بعد بنو غفار کے باقی لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

(صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ مسند احمد۔ حیاۃ الصحابہؓ)

وفودِ انصار (اوس و خزرج)

۱۱ھ بعد بعثت (۶۲۰ء) کے موسم حج کا ذکر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معمول کے مطابق تبلیغ حق کے لیے منیٰ کی طرف تشریف لے گئے جہاں عرب کے گوشے گوشے سے حج کے لیے آنے والوں نے خیموں کا شہر آباد کر رکھا تھا۔ پھرتے پھراتے آپؐ عقبہ کے قریب یثرب (مدینہ) سے آنے والے قبیلہ خزرج کی ایک جماعت کے پاس پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا، آپ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا، ہم یثرب کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، کیا آپ لوگ بیٹھیں گے کہ میں آپ سے کچھ بات کروں؟ انھوں نے کہا، ضرور۔ چنانچہ وہ حضورؐ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپؐ نے نہایت بلیغ پیرائے میں انھیں اللہ کی طرف بلایا، ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور انھیں قرآن حکیم کی چند آیات سنائیں۔

ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور بولے، واللہ یہ تو وہی نبی ہیں جن کی آمد کا ذکر اکثر ہمارے شہر کے یہودیوں کی زبان پر رہتا ہے، دیکھنا یہود کہیں ہم سے قبولِ حق میں سبقت نہ لے جائیں۔

پھر انھوں نے بڑے پُرجوش لہجے میں عرض کیا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کی دعوت کو دل و جان سے قبول کرتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد حضورؐ نے ان سے فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ہاں جا کر اپنے ربّ کا پیغام پہنچاؤں کیا تم لوگ میری تائید و نصرت اور حفاظت کرو گے؟ ——— انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! ابھی ہمارے درمیان باہمی لڑائیوں کی وجہ سے سخت عداوت پھیلی ہوئی ہے (یا یہ کہ ابھی ہمارے ہاں جنگِ بعاث ہو چکی ہے) اگر اس حالت میں آپ وہاں تشریف لے گئے تو آپؐ پر لوگوں کا

جمع ہونا مشکل ہوگا۔ فی الحال آپ ہمیں واپس جانے دیجئے شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمارے باہمی تعلقات درست فرما دے اور ہم لوگوں کو اسلام کی دعوت دے سکیں، ہو سکتا ہے کہ اللہ ان کو آپ پر جمع کر دے، پھر کوئی شخص آپ سے زیادہ طاقتور نہ ہوگا۔ اب ہم اگلے سال کے موسم حج میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے[1]

امام ابنِ اسحاقؒ، شعبیؒ، زہریؒ، اور ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ انصار کی یہ جماعت جس کو سب سے پہلے قبولِ اسلام کا شرف حاصل ہوا، قبیلہ خزرج کے ان چھ اصحاب پر مشتمل تھی[2]

(۱) حضرت ابو اُمامہ اسعدؓ بن زرارہ
(۲) حضرت عوفؓ بن الحارث (ماں کے نام کی نسبت سے انہیں عوفؓ بن عفراء بھی کہا جاتا تھا)
(یہ دونوں خزرج کی شاخ بنی مالک بن النجار میں سے تھے)
(۳) حضرت رافعؓ بن مالک (بنی زُریق میں سے تھے)
(۴) حضرت قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ (بنی سَلِمہ میں سے تھے)
(۵) حضرت عقبہؓ بن عامر بن نابی (بنی حرام بن کعب میں سے تھے)
(۶) حضرت جابرؓ بن عبداللہ بن رِئاب (بنی عبید بن عدی میں سے تھے)

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ یہ باتیں ان لوگوں نے بیعت سے پہلے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیں۔ بہرصورت بیعت سے پہلے یا بیعت کے بعد جب حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ میری تائید و حمایت کریں گے تو انہوں نے اپنے حالات صاف صاف بیان کر دیئے اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھی۔

[2] بعض اربابِ سِیَر نے اس پہلی بیعتِ عقبہ کے شرکاء کی تعداد آٹھ بتائی ہے مگر جمہور نے چھ شرکاء والی روایت کو ترجیح دی ہے۔

انصار کا پہلا وفد
(۱۲ سنہ بعد بعثت)

بعض اہل علم نے ۱۱ سنہ بعد بعثت میں اسلام قبول کرنے والی جماعت کو انصار کا پہلا وفد قرار دیا ہے اور ۱۲ سنہ بعد بعثت میں آنے والے اصحاب کو دوسرا وفد لیکن ہم نے پہلی جماعت کو وفد اس لیے نہیں کہا کہ وہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے نہیں بلکہ حج کے لیے آئے تھے۔ یہ حسن اتفاق اور ان کی خوش بختی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہو گئی اور وہ دولت ایمان سے بہرہ ور ہو کر واپس گئے۔

خزرج کی چھ سعادت مند ہستیوں کا قبول اسلام گویا اہل مدینہ میں صبح سعادت کا طلوع تھا۔ اللہ کے یہ مقدس بندے دولت ایمان سے مالا مال ہو کر جب مدینے واپس پہنچے تو انہوں نے وہاں نہایت تندہی سے دین حق کی تبلیغ شروع کر دی یہاں تک کہ مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ پھر اگلے سال ۱۲ سنہ بعد بعثت میں حج کے موقع پر مدینے کے بارہ آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور بیعت کے لیے مکہ پہنچے۔ ان میں پانچ اصحاب تو وہی تھے جو پچھلے سال مسلمان ہوئے تھے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت اسعدؓ بن زرارہ، حضرت عوفؓ بن الحارث، حضرت رافعؓ بن مالک، حضرت قطبہؓ بن عامر، حضرت عقبہؓ بن عامر بن نابی۔ چھٹے حضرت جابرؓ بن عبداللہ بن رئاب اس سال نہیں آئے۔ باقی سات میں سے پانچ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے اور دو قبیلہ اوس سے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

خزرجی

(۱) حضرت ذکوانؓ بن عبد قیس (بنی زریق سے تھے۔)

(۲) حضرت عبادہؓ بن صامت } (دونوں بنی عوف بن الخزرج میں سے تھے)
(۳) حضرت یزیدؓ بن ثعلبہ }
(۴) حضرت معاذؓ بن حارث بن رفاعہ (بنی مالک بن النجار میں سے تھے)
(۵) حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ (بنی سالم بن عوف بن خزرج میں سے تھے)

اَوسی

(۶) حضرت عویمؓ بن ساعدہ (بنی عمرو بن عوف میں سے تھے)
(۷) حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان (بنی عبدالاشہل میں سے تھے)

یہ اصحاب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی عقبہ کے مقام پر ملے جہاں گزشتہ سال خزرج کے لوگوں نے آپ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا تھا۔ حضورؐ نے اس موقع پر ان اصحاب سے جن باتوں پر بیعت لی، حضرت عبادہؓ بن صامت انصاری سے مروی ایک حدیث میں ان کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

ان لا نشرك بالله شيئاً و لا نسرق و لا نزنى و لا نقتل اولادنا و لا نأتى ببهتان نفتريه بين ايدينا و ارجلنا و لا نعصيه معروف و نطيعه السمع و الطاعة فى العسر و اليسر و المنشط و المكره و اثرة علينا و ان لا ننازع الامر اهله (زاد احمد فى المسند و ان رأيت ان لك فى الامر حقاً. و زاد البخارى الا ان تروا كفراً بواحاً) و ان نقول بالحق حيث كنا، لا نخاف لومة لائم ثم قال صلى الله عليه وسلم فان وفيتم فلكم الجنه و من غشى من ذالك كان امره الى الله ان شاء عذبه و ان شاء عفا عنه (و فى رواية، و ان غشيتم من ذالك شيئاً فاخذتم بحده فى الدنيا فهو كفارة له، و ان سترتم عليه الى يوم القيمة فامركم الى الله عز و جل ان شاء عذب و ان شاء غفر) (ابن اسحاق)

(ترجمہ) یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے

زنا نہ کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گے اور یہ کہ کسی امر معروف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گے اور آپؐ کا حکم سنیں گے اور مانیں گے خواہ ہم تنگ حال ہوں یا خوش حال ہوں اور خواہ وہ حکم ہمیں پسند ہو یا ناپسند اور خواہ کسی کو ہم پر فوقیت دی جائے اور ہم حکومت کے معاملے میں اہل حکومت سے نزاع نہیں کریں گے (مسند احمد میں یہ اضافہ ہے کہ "اگرچہ تم سمجھتے ہو کہ حکومت میں ہمارا حق ہے" اور بخاری میں یہ اضافہ ہے کہ "سوائے اس کے کہ تم کھلا کھلا کفر دیکھو) اور یہ کہ ہم جہاں اور جس حال میں بھی ہوں حق بات کہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے پس اگر تم نے اس عہد کو وفا کیا تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر کسی نے ان کاموں کا ارتکاب کیا جن سے منع کیا گیا ہے تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے چاہے عذاب دے چاہے معاف کر دے (ایک روایت میں ہے کہ "اگر تم نے ان ممنوع کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کیا اور پکڑے گئے اور دنیا میں تم کو اس کی سزا دے دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہوگی اور اگر قیامت تک تمہارے اس کام پر پردہ پڑا رہ گیا تو تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے عذاب دے چاہے معاف کر دے۔")

اس حدیث کے مختلف اجزاء صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد میں ملتے ہیں ــــــ

تاریخ میں یہ بیعت "بیعت عقبۂ اولیٰ" یا "بیعت نساء" کے نام سے مشہور ہے (بعض نے اسے "بیعت عقبۂ ثانیہ" بھی کہا ہے۔)

"بیعت نساء" اسے اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ ان اُس بیعت کے الفاظ سے بہت مشابہ ہے جو کئی سال بعد سورۂ ممتحنہ آیۃ ۱۲ میں مسلمان خواتین سے بیعت لینے کے لیے تجویز کیے گئے۔

جب یہ اصحاب مدینے واپس جانے لگے تو انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے درخواست کی کہ انہیں قرآن پڑھانے اور دین کی باتیں سکھانے کے لیے ایک معلم عطا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ عبدری کو یہ خدمت تفویض فرمائی اور ایک روایت کے مطابق آپؐ نے انہیں ان اصحاب کے ساتھ ہی مدینے بھیج دیا۔ (طبریؒ، ابن ہشامؒ)

دوسری روایت یہ ہے کہ ان اصحاب نے مدینے پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ ہمیں دین کی تعلیم دینے کے لیے کسی معلم کو یہاں بھیجئے۔ اس پر حضورؐ نے حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ کو بھیجا۔ (ابن سعدؒ)

تیسری روایت یہ ہے کہ مدینے جانے کے بعد ان حضرات نے حضرت رافعؓ بن مالک اور حضرت معاذؓ بن عفراءؓ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کرنے کے لیے مکے بھیجا کہ آپ کسی ایسے شخص کو ہمارے پاس بھیج دیں جو ہمیں دین کی تعلیم دے۔ اس درخواست پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو مدینے روانہ کیا۔

(موسیٰ بن عقبہؒ)

اس بارہ رکنی وفد انصار نے بیعت عقبہ کے بعد مدینے واپس جا کر حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ کی قیادت میں نہایت تیزی سے تبلیغ اسلام شروع کر دی۔ ان کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں ایک سال کے اندر ہی اوس و خزرج کے محلوں میں کوئی محلہ ایسا نہ رہا جس میں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں موجود نہ ہوں[1]۔ صرف تین چار گھرانے ایسے رہ گئے جو غزوۂ احزاب (۵ھ) تک اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔

---

[1] ابن ہشامؒ اور طبریؒ نے ابن اسحاقؒ کے حوالے سے حضرت مصعبؓ بن عمیر کی تبلیغی مساعی کے بارے میں نہایت دلچسپ قصہ نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"مدینے پہنچ کر حضرت مصعبؓ حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے ہاں فروکش ہوئے۔ ایک دن حضرت مصعبؓ، حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے ساتھ بنی ظفر

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انصار کا دوسرا وفد

(۱۳ بعد بعثت)

ذی الحجہ ۱۳ بعد بعثت کا زمانہ حج آنے تک مدینہ میں اسلام خوب پھیل چکا تھا۔ حج سے کچھ پہلے ایک دن مدینہ کے سب مسلمان ایک جگہ جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ آخر ہم کب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں چھوڑے رکھیں گے کہ آپؐ مکہ کے پہاڑوں میں جگہ جگہ پھر کر لوگوں کو حق کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(بروایت دیگر بنی عبدالاشہل) کے ایک باغ میں گئے۔ وہاں مدینہ کے مسلمان ہو جانے والے کچھ دوسرے اصحاب بھی جمع ہو گئے۔ کسی نے جا کر بنی عبدالاشہل (اوس کی ایک شاخ) کے سردار سعدؓ بن معاذ کو اطلاع دی کہ مسلمان تمہارے محلوں میں آکر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ سعدؓ یہ خبر سن کر سخت غضبناک ہوئے اور اپنے ابن عم حضرت اُسیدؓ بن حُضیر سے کہا کہ تم فوراً جاؤ اور ان لوگوں کو جو ہماری بستیوں میں آکر لوگوں کو بیوقوف بنا رہے ہیں، سختی سے منع کر دو کہ آئندہ ہمارے محلوں میں نہ آئیں ۔۔ اگر اسعد بن زرارہ وہاں نہ ہوتا تو میں خود جاتا، تم جانتے ہو کہ وہ میرا خالہ زاد بھائی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرا اس سے سامنا ہو۔ حضرت اُسیدؓ نے اپنا نیزہ اٹھایا اور مسلمانوں کے مجمع میں پہنچ گئے پھر حضرت اسعدؓ اور حضرت مُصعبؓ سے مخاطب ہو کر درشتی سے کہا:

"تم کیوں یہاں آکر ہمارے لوگوں کو بیوقوف بنا رہے ہو۔ اگر خیریت چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا"

حضرت مُصعبؓ نے بڑے تحمل سے جواب دیا، عزیز بھائی آپ تھوڑی دیر

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طرف بُلا رہے ہیں مگر لوگ آپؐ کی دعوت کو رَدّ کر رہے ہیں اور آپؐ کو کہیں بھی امن میتسر نہیں۔ بحث وتمحیص کے بعد اس اجتماع میں یہ طے پایا کہ مسلمانانِ مدینہ کی ایک جماعت حج کے موقع پر مکہ جائے اور رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپؐ کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دے۔ چنانچہ اس فیصلے کے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

بیٹھ کر میری بات سُن لیں اگر پسند آئے تو قبول کریں ورنہ جو کام آپ کو ناپسند ہوگا وہ نہ کیا جائے گا۔

حضرت اُسَیدؓ نے کہا، یہ تم نے انصاف کی بات کہی۔ پھر وہ اپنا نیزہ زمین میں گاڑ کر ان کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت مُصْعَبؓ نے بڑے دل نشین انداز میں اسلام کی تعلیمات بیان کیں اور قرآنِ کریم کی چند آیات پڑھیں۔ اُسَیدؓ بے اختیار پکار اٹھے، واہ یہ کیسا اچھا دین ہے اور یہ کیسا اعلیٰ کلام ہے۔ اس دین میں داخل ہونے کا طریقہ کیا ہے؟ حضرت مُصْعَبؓ نے انہیں غسل کرنے اور پاک کپڑے پہننے کی تلقین کی۔ وہ اسی وقت اٹھے اور پاک صاف ہو کر آئے۔ حضرت مُصْعَبؓ نے حضرت اُسَید سے کلمۂ شہادت پڑھوا کر انہیں حلقۂ اسلام میں داخل کر لیا اور پھر ان سے دو رکعت نماز پڑھوائی۔ اب حضرت اُسَیدؓ حضرت مُصْعَبؓ سے کہنے لگے، ایک شخص اور ہے اگر اس نے دینِ حق قبول کر لیا تو سارا قبیلہ اس کی پیروی کرے گا۔ میں جا کر اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنا نیزہ لیا اور حضرت سعدؓ کے پاس پہنچے جو اپنی قوم کے لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ وہ حضرت اُسَیدؓ کو واپس آتے دیکھ کر پکار اٹھے، "خدا کی قسم اُسَید کا وہ چہرہ نہیں جس کے ساتھ یہ گیا تھا ——" پھر حضرت اُسَیدؓ نے ان کے پوچھنے پر بتایا کہ وہاں تو کوئی اور ہی بات درپیش

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مطابق جب اہلِ مدینہ کا ایک قافلہ حج کے لیے روانہ ہوا تو مسلمانوں کی ایک جماعت بھی اس میں شامل ہو گئی۔ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ اس قافلے میں اوس و خزرج کے کل پانچ سو آدمی شامل تھے جن میں ۷۵ مسلمان تھے (۷۳ مرد اور دو عورتیں) ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:——

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہے (بنو حارثہ اسعد بن زرارہ کو قتل کر کے آپ کی تذلیل کرنا چاہتے ہیں) اس لیے آپ کا بذاتِ خود وہاں جانا ضروری ہے۔ یہ سن کر حضرت سعدؓ بھی اپنا نیزہ اٹھا کر مسلمانوں کے پاس پہنچے اور حضرت اُسیدؓ کی طرح انہیں ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا۔ حضرت مُصعَبؓ نے ان سے بھی وہی بات کہی جو حضرت اُسیدؓ سے کہی تھی۔ اس پر حضرت سعدؓ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت مُصعَبؓ نے ان کے سامنے بھی محاسنِ اسلام بیان کیے اور قرآن کریم پڑھا۔ ان کا قلب صافی نورِ ایمان سے جگمگا اٹھا۔ انہوں نے بھی حضرت مُصعَبؓ کی ہدایت کے مطابق غسل کیا، کپڑے بدلے اور کلمہ شہادت پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ واپس اپنے قبیلے میں پہنچے تو بنو عبدالاشہل کو جمع کر کے کہنے لگے:——

"اے بنی عبدالاشہل تمہارے نزدیک میں کیسا ہوں؟"

انہوں نے بیک زبان جواب دیا:——

"آپ ہمارے سردار ہیں، ہم سب سے زیادہ عاقل اور معاملہ فہم اور ہم سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔"

یہ سن کر حضرت سعدؓ بولے۔ "تو پھر سن لو کہ میں نے دینِ حق قبول کر لیا ہے اور جب تک تم سب ذکور و اناث اسلام قبول نہ کر لو مجھے تم سے گفتگو کرنا حرام ہے۔"

حضرت سعدؓ بن معاذ کا اعلان سن کر بنو عبدالاشہل کے بیشتر افراد اسی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبیلہ اوس

(۱) حضرت اُسَیدؓ بن حُضَیر
(۲) حضرت عویمؓ بن ساعدہ
(۳) حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان
(۴) حضرت سعدؓ بن خثیمہ
(۵) حضرت عبداللہؓ بن جُبَیر
(۶) حضرت رفاعہؓ بن عبدالمنذر
(۷) حضرت سلمہؓ بن سلامہ بن وقش
(۸) حضرت معنؓ بن عدی
(۹) حضرت ابوبردہ ہانیؓ بن نیار
(۱۰) حضرت ظہیرؓ بن رافع
(۱۱) حضرت نہیرؓ بن الہیثم

قبیلہ خزرج

(۱) حضرت ابوایوب خالدؓ بن زید
(۲) حضرت معاذؓ بن حارثؓ بن رفاعہ
(۳) حضرت عوفؓ بن حارث بن رُفاعہ
(۴) حضرت عمارہؓ بن حزم
(۵) حضرت سعدؓ بن ربیع
(۶) حضرت فروہؓ بن عمرو
(۷) حضرت خلادؓ بن سوید
(۸) حضرت زیادؓ بن لبید
(۹) حضرت عبداللہؓ بن رواحہ
(۱۰) حضرت ابوطلحہ زیدؓ بن سہل
(۱۱) حضرت براءؓ بن معرور
(۱۲) حضرت خارجہؓ بن زید
(۱۳) حضرت منذرؓ بن عمرو بن خنیس
(۱۴) حضرت سہلؓ بن عتیک
(۱۵) حضرت اوسؓ بن ثابت
(۱۶) حضرت بشیرؓ بن سعد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وقت مشرف بہ اسلام ہو گئے جو باقی بچے وہ بھی شام تک مسلمان ہو گئے اور مدینہ کے در و دیوار تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے۔ (صرف ایک صاحب عمرو بن ثابت (الاصیرم) آبائی مذہب پر قائم رہے۔ وہ عین غزوۂ اُحد کے موقع پر ایمان لائے اور مشرکین کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہو گئے حضورؐ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ جنتی ہیں)۔ "

(١٧) حضرت عبداللہؓ بن زید (١٨) حضرت قیسؓ بن ابی صعصعہ

(١٩) حضرت قطبہؓ بن عامر (٢٠) حضرت عقبہؓ بن وہب

(٢١) حضرت ثعلبہؓ بن غنمہ (٢٢) حضرت معاذؓ بن جبل

(٢٣) حضرت عبادہؓ بن صامت (٢٤) حضرت ثابتؓ بن جذع

(٢٥) حضرت ابوالولید رفاعہؓ بن عمرو بن زید (٢٦) حضرت ابوالیسر کعبؓ بن عمرو

(٢٧) حضرت جبارؓ بن صخر (٢٨) حضرت طفیلؓ بن مالک

(٢٩) حضرت عمیرؓ بن حارث (٣٠) حضرت عبداللہؓ بن انیس

(٣١) حضرت عمروؓ بن غنمہ (٣٢) حضرت سلیمؓ بن عمرو

(٣٣) حضرت معاذؓ بن عمروؓ بن جموح (٣٤) حضرت یزیدؓ بن منذر

(٣٥) حضرت ضحاک بن حارثہ (٣٦) حضرت معقلؓ بن منذر

(٣٧) حضرت ابوامامہ اسعدؓ بن زرارہ (٣٨) حضرت رافعؓ بن مالک بن عجلان

(٣٩) حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام (٤٠) حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بن عمرو

(٤١) حضرت رفاعہؓ بن حارثؓ بن سواد (٤٢) حضرت ابومسعود عقبہؓ بن عمرو

(٤٣) حضرت عمروؓ بن عزیہ (٤٤) حضرت مسعودؓ بن یزید

(٤٥) حضرت یزیدؓ بن خذام (٤٦) حضرت کعبؓ بن مالک

(٤٧) حضرت خدیجؓ بن سلامہ (٤٨) حضرت یزیدؓ بن عامر

(٤٩) حضرت صیفیؓ بن سواد (٥٠) حضرت اوسؓ بن عباد

(٥١) حضرت طفیلؓ بن نعمان (٥٢) حضرت بشرؓ بن براء

(٥٣) حضرت سنان بن صیفی (٥٤) حضرت خالدؓ بن عمرو بن عدی

(٥٥) حضرت حارثؓ بن قیس (٥٦) حضرت سعدؓ بن عبادہ

(٥٧) حضرت عبادؓ بن قیس (٥٨) حضرت خالدؓ بن قیس بن مالک

(٥٩) حضرت ذکوانؓ بن عبد قیس (٦٠) حضرت عمرؓ بن حارث

(٦١) حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ (٦٢) حضرت ابوعبدالرحمٰنؓ بن یزید بن ثعلبہ

خواتین

(۱) حضرت اُمِ عمارہ نسیبہؓ بنتِ کعب (خزرج کے خاندان بنو نجار میں سے تھیں)
(۲) حضرت اُمِ منیع اسماءؓ بنتِ عمرو (خزرج کی شاخ بنو سلمہ میں سے تھیں)

وفد کے شرکا کی کل تعداد اور کچھ ناموں میں قدرے اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ان کی تعداد ستر بتائی گئی ہے اور ایک روایت میں حضرت زیدؓ بن عاصم، حضرت حبیبؓ بن زید، حضرت عبداللہؓ بن زید (ہر سہ مازنی نجاری) اور حضرت عبسؓ بن عامر سلمی کو بھی وفد میں شریک بتایا گیا ہے۔ تعداد میں اختلاف کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ عرب اکثر کسر چھوڑ کر عدد بیان کرتے ہیں۔ ناموں میں اختلاف کا سبب راویوں کے ذرائع معلومات ہیں۔ بہرصورت بیشتر ناموں پر اربابِ سیَر کا اتفاق ہے۔ ان نفوسِ قدسی کے علاوہ مدینہ میں اور بھی بہت سے اہلِ ایمان موجود تھے مگر وہ کسی وجہ سے اس قافلے میں شریک نہ ہو سکے البتہ وہ شرکاءِ وفد سے اس بات پر متفق تھے کہ وہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یثرب تشریف لانے کی دعوت دیں۔ حضرت مُصعبؓ بن عُمیر بھی اس قافلے کے ہمراہ تھے۔ چونکہ مسلمانوں کے لیے الگ قافلہ بنانے میں بہت سے خطرات پوشیدہ تھے اس لیے انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ اہلِ یثرب کے اس بڑے قافلہ ہی میں شریک ہو جائیں جس میں اکثریت بُت پرستوں کی تھی۔

وفد کے ایک رکن حضرت کعبؓ بن مالک انصاری سے روایت ہے کہ ہم اپنی قوم کے مشرکین کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں ہمارے سردار اور بزرگ براءؓ بن معرور نے ہم سے کہا، بھائیو! میری ایک رائے ہے معلوم نہیں تم اس میں میری موافقت کرتے ہو یا نہیں۔ ہم نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا، میری رائے یہ ہے کہ میں کعبہ کی طرف پیٹھ نہ کروں بلکہ اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھوں[۱]۔

---

[۱] ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت براءؓ بن معرور نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہی خواب انہوں نے اپنے رفقاء کے سامنے بیان کیا اور

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ان کے ساتھیوں نے کہا کہ ہمیں تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپؐ شام (بیت المَقدِس) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس لیے ہم لوگ آپؐ کے طریقے کے خلاف کسی طرح نہیں جا سکتے۔ مگر براءؓ بن معرور کعبے ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور ہم انہیں اس پر ملامت کرتے رہے۔ مکے پہنچ کر حضرت براءؓ مجھے (کعبؓ کو) ساتھ لے کر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ وہ قبلہ کے بارے میں آپؐ سے دریافت کریں۔ حضورؐ اس وقت حرم شریف میں حضرت عباسؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپؐ ان دونوں سے واقف تھے۔ جب حضرت براءؓ نے اپنا اشکال پیش کیا تو آپؐ نے فرمایا، ابھی تو میں اپنے قبلۂ سابق (بیت المقدس) پر قائم ہوں اس لیے بہتر تھا کہ تم ابھی صبر کرتے اور قبلہ بدلنے میں عجلت سے کام نہ لیتے۔ اس کے بعد حضرت براءؓ بھی بیت المَقدِس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں ہدایت فرمائی کہ ایامِ تشریق کے بیچ والے روز عقبہ میں آپؐ سے رات کے وقت ملیں (ایامِ تشریق وہ دن ہیں جن میں حج کے بعد لوگ منیٰ میں ٹھہرتے ہیں)۔ جب وہ رات آئی تو ہم حسب دستور اپنی قوم کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر سوئے۔ ایک تہائی رات گزر گئی تو ہم رازداری کے ساتھ عَقَبہ کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ یہ معاملہ ہم اپنی قوم کے مشرکین سے پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ ابوجابر عبداللہؓ بن عمرو بن حرام جو اپنی قوم کے سرداروں اور اشراف میں سے تھے اگرچہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے مگر ہم نے انہیں بھی ساتھ لے لیا اور ان

بقیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں اسی خواب کے مطابق کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھوں۔ اس وقت کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور مسلمان بیت المَقدِس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اسی لیے دوسرے مسلمانوں نے ان کی موافقت نہ کی۔ (ابن جریر طبری)

سے کہا، اے ابو جابر! آپ ہماری قوم کے ایک سردار ہیں ہم نہیں چاہتے کہ قیامت کے دن آپ جہنم کا ایندھن بنیں۔ پھر ہم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور ان کو بتایا کہ ہم اس وقت رسول اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ملنے جا رہے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرو نے فی الفور اسلام قبول کر لیا اور پھر ہم سب بیعت عقبہ میں شریک ہوئے۔ (مسند احمد، طبری، ابن ہشام)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ مکہ پہنچنے کے بعد حضرت عویمؓ بن ساعدہ، حضرت معنؓ بن عدی، حضرت سعدؓ بن خثیمہ اور حضرت عبداللہؓ بن جبیر نے حضرت عباسؓ بن عبد المطّلب کے مکان پر جا کر رسول اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ملاقات کی اور آپؐ سے دریافت کیا ہمارا وفد کب اور کہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔ آپؐ نے ملاقات کا مقام عَقَبہ کا نشیبی حصہ مقرر فرمایا اور وفد کے وہاں آنے کے لیے وہ رات تجویز فرمائی جس کی صبح کو یَوْمُ النَّفَرِ الآخر کہا جاتا ہے (یعنی وہ آخری دن جب حجاج منیٰ سے روانہ ہو جاتے ہیں) آپؐ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ کسی سوتے کو جگانا نہیں اور کسی غائب کا انتظار نہ کرنا۔

مقررہ رات کو وفد کے ارکان دو دو چار چار کر کے خاموشی کے ساتھ عَقَبہ پہنچ گئے۔ ایک روایت کے مطابق رسول اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم، حضرت عباسؓ کے ساتھ وہاں پہلے ہی تشریف فرما تھے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضورؐ حضرت عباسؓ کے ساتھ وہاں تشریف لائے گو حضرت عباسؓ بظاہر اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے مگر فی الحقیقت وہ حضورؐ کے خیر خواہ تھے اور آپؐ کی دعوت کی کامیابی کے دل سے متمنی تھے۔ حضورؐ بھی اپنے معاملات میں ان پر اعتماد فرماتے تھے۔

سب سے پہلے حضرت عباسؓ نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:

"اے گروہِ خزرج[1]! محمد (صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی ہمارے نزدیک جو قدر و منزلت ہے تم اس سے واقف ہو۔ ہم (بنی ہاشم و بنی مُطّلب)

---

[1] اس وقت اوس اور خزرج کے مجموعے کو خزرج کہا جاتا تھا۔

نے ان کے مخالفوں کے مقابلے میں ہمیشہ ان کی حمایت اور حفاظت کی ہے اس لیے وہ اپنی قوم کے اندر مضبوط حیثیت اور اپنے شہر میں محفوظ مقام رکھتے ہیں لیکن وہ تمہارے ہاں جانے کے سوا کسی بات پر راضی نہیں ہیں۔ اب اگر تم لوگ سمجھتے ہو کہ اپنے عہد و پیمان کو پورا کر سکتے ہو اور مرتے دم تک ان کی حفاظت کر سکتے ہو تو کوئی بات کرنا اور اگر تمہیں کسی درجے میں بھی یہ اندیشہ ہو کہ کل کلاں کو تمہیں ان کا ساتھ چھوڑ دینا اور انہیں دشمنوں کے حوالے کرنا پڑے گا تو صاف صاف اسی وقت کہہ دو اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ وہ ہمارے یہاں نہایت مامون و مصئون ہیں۔" [1]

اہلِ وفد نے کہا، اے عباسؓ! ہم نے آپ کی بات سن لی۔ اب یا رسول اللہؐ! آپؐ بھی کچھ ارشاد فرمایئے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی چند آیتیں پڑھیں اور اہلِ وفد کو اللہ کی طرف بلاتے ہوئے اسلام پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی اور اس کے بعد فرمایا:

---

[1] ایک اور روایت میں حضرت عباسؓ کی تقریر اس طرح نقل کی گئی ہے:۔

"اے گروہِ خزرج! تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہے تو صورتِ حال یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خاندان اور رشتہ داروں کے درمیان بڑی مضبوط حیثیت کے مالک ہیں۔ ہم میں سے جنہوں نے ان کا دین قبول کر لیا ہے اور وہ بھی جنہوں نے ان کا دین اختیار نہیں کیا سب ان کے حسب و شرف کی بنا پر ان کی حفاظت کر رہے ہیں مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب کو چھوڑ کر تمہارے پاس ہی جانا چاہتے ہیں۔ اب تم اچھی طرح سوچ لو کہ کیا تم میں اتنی طاقت، ہمت اور جنگی صلاحیت ہے کہ سارے عرب کے مقابلے میں کھڑے ہو سکو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حمایت کرنے پر ہو سکتا ہے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"میں تم سے اس بات پر بیعت لینا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے اہل و عیال کی حفاظت اور خبر گیری کرتے ہو اسی طرح میری بھی حمایت و حفاظت کرو گے۔" (مسندِ احمد)

ایک اور روایت میں ہے کہ انصار نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! ہم کس بات پر آپؐ سے بیعت کریں۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

کہ سارے عرب متحد ہو کر تم پر یلغار کر دیں۔ لہٰذا معاملے کے تمام پہلوؤں پر خوب غور و خوض کر کے ایسا فیصلہ کرو جس پر تم سب کا اتفاق ہو کیونکہ سب سے اچھی یہی بات ہے۔"

اس کے بعد انہوں نے اہلِ وفد سے پوچھا:

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تمہارا لڑنے کا طریقہ کیا ہے؟"

حضرت ابو جابر عبداللہؓ بن عمرو بن حرام نے جواب دیا:

"خدا کی قسم، ہم جنگ آزما لوگ ہیں، جنگ ہماری فطرت میں ودیعت کی گئی ہے اور ہم اس کے عادی ہو چکے ہیں۔ ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے اسے ورثے میں پایا ہے۔ ہم پہلے دشمن پر تیروں کی بوچھاڑ کرتے ہیں جب تیر ختم ہو جاتے ہیں تو پھر ہم نیزوں سے لڑتے ہیں، جب نیزے ٹوٹ جاتے ہیں تو پھر ہم تلواریں سونت کر دشمن سے نبرد آزما ہوتے ہیں یہاں تک کہ جس فریق کی موت آ جائے وہ مر جاتا ہے۔"

حضرت عباسؓ نے کہا، واقعی تم جنگ آزما لوگ ہو۔

پھر حضرت براءؓ بن معرور نے کہا، اے عباس! ہم نے آپ کی بات سن لی ہے۔ واللہ اگر ہمارے دلوں میں کچھ اور ہوتا تو ہم برملا اس کا اظہار کر دیتے مگر ہم تو اپنی جانوں کی بازی لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آپؐ نے فرمایا، اس بات پر کہ تم خواہ اچھے حال میں ہو یا بُرے میں ہمیشہ حکم سنو گے اور اطاعت کرو گے، خوش حالی اور بد حالی ہر صورت میں (اللہ کی راہ میں) مال خرچ کرو گے۔ نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے اور اللہ کے معاملے میں حق گوئی سے کام لو گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو گے اور اس بات پر کہ جب میں تمہارے ہاں آؤں تو تم ہر اس چیز سے میری حفاظت کرو گے جس سے اپنی جانوں اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہو۔ اس کے بدلے میں تمہارے لیے جنت ہے۔

(مُسندِ احمد و طبرانی)

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس ارشاد کے جواب میں وفد کے مختلف ارکان نے جو باتیں بارگاہِ رسالت میں عرض کیں ان کی ترتیب اور تفصیل کے بارے میں کُتبِ حدیث و سِیَر میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ ان سب کو ملا کر پڑھنے سے جو منظر سامنے آتا ہے وہ کچھ اس طرح ہے: ——

حضرت براءؓ بن معرور نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دستِ مبارک اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمیں اس ذاتِ برتر کی قسم جس نے آپؐ کو حق و صدق کے ساتھ بھیجا ہے ہم آپؐ کی ہر اس چیز سے حفاظت کریں گے جس سے ہم خود اپنی جان اور اپنی آل اولاد کی حفاظت کرتے ہیں،

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

ساتھ وفاداری کا حق نباہنا چاہتے ہیں۔ ہمارے پاس سامانِ جنگ بھی ہے اور لڑنے کی طاقت بھی۔ جب ہمارا یہ حال اس وقت تھا جب ہم پتھر کے بُت پوجتے تھے تو اب جبکہ اللہ نے ہمیں وہ راہِ ہدایت دکھا دی ہے جس سے دوسرے محروم ہیں اور محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے ذریعے ہماری تائید فرمائی ہے، ہمارا کیا حال ہوگا۔“ (طبقاتِ ابنِ سعد)

یارسول اللہ! ہم نے تلواروں کی گود میں پرورش پائی ہے ہم ہمیشہ آپ کے لیے سینہ سپر رہیں گے پس آپ ہم سے اس بات پر بیعت لے لیجئے۔

(ابن جریر طبری)

بروایت دیگر حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دستِ مبارک اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"ٹھہرو اے اہل یثرب! ہم اپنے اونٹ دوڑاتے ہوئے محمد صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں یقین ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آج آپ کو مکّہ سے نکال کر اپنے ساتھ لے جانا سارے عرب کی دشمنی مول لینا ہے۔ اس کے نتیجے میں تمہارے فرزند قتل ہوں گے اور تلواریں تمہارا خون چاٹیں گی۔ اگر تم یہ سب کچھ برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتے ہو تو آپ کا ہاتھ تھام لو۔ اس کا اجر تمہیں اللہ دے گا لیکن اگر تمہیں اپنی جانوں کا خوف ہے تو پھر یہ معاملہ یہیں رہنے دو اور صاف صاف عذر کر دو کیونکہ اس وقت عذر کر دینا اللہ کے ہاں زیادہ قابلِ قبول ہو گا۔"

اس پر سب لوگوں نے کہا، اے سعد! ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ۔ واللہ ہم آپ کی بیعت ضرور کریں گے اور اس سے ہرگز دست بردار نہ ہوں گے۔

(مسندِ احمدؒ، طبرانیؒ، حاکمؒ، بزار، بیہقی)

حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان نے عرض کیا، یارسول اللہ! اس وقت ہمارے اور یہود کے مابین معاہدات (حلیفانہ تعلقات) ہیں جو اس بیعت کے بعد فسخ ہو جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اقتدار اور قوّت پا کر ہمیں چھوڑ دیں اور اپنی قوم (قریش) میں واپس تشریف لے جائیں۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے متبسم ہو کر فرمایا:

بَلِ الدَّمُ الدَّمُ وَالْھَدْمُ الْھَدْمُ اَنَا مِنْکُمْ وَاَنْتُمْ مِنِّیْ اُحَارِبُ

مَنْ حَارَبْتُمْ وَاُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ۔

(نہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا) بلکہ تمہارا خون میرا خون، تمہاری بربادی میری بربادی ہوگی۔ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں جس سے تم لڑو گے اس سے میں لڑوں گا (غرض میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہے)

(مُسندِ احمد، ابن جریر طبری، بیہقی)

حضرت عباسؓ بن عُبادَہ بن نَضْلَہ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا:
"اے گروہِ خزرج! سُنو کیا اس بات کو سمجھتے ہو کہ تم کس بات پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت کر رہے ہو؟"
آوازیں بلند ہوئیں، ہاں ہاں۔

حضرت عباسؓ نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا "صاحبو! یہ بیعت عرب و عجم سے جنگ کے مترادف ہے۔ خوب جان لو کہ ایسا وقت آسکتا ہے کہ ہمارے شرفاء قتل ہوں، ہمارا مال برباد ہو جائے، ہماری عزت و ناموس خطرے میں پڑ جائے اس وقت ایسا نہ ہو کہ تم مشکلات و مصائب سے گھبرا کر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسلم کو دشمنوں کے حوالے کر دو، خدا کی قسم ایسا کرنا دنیا اور آخرت میں رسوائی کا موجب ہوگا۔ اس سے بہتر ہے کہ آج ہی انہیں چھوڑ دو اور اگر تمہیں یقین ہے کہ تم اپنے وعدے پر پورے اترو گے اور آپؐ کی خاطر جانی اور مالی ہر قسم کا نقصان برداشت کر لو گے تو پھر بے شک بیعت کر لو۔ خدا کی قسم یہ کام تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کے لیے مثمرِ خیر اور بابرکت ہوگا۔"

وفد کے سب اراکین نے بیک آواز کہا "ہم جانی اور مالی ہر قسم کے نقصان کو گوارا کر لیں گے (اپنے اشراف کی ہلاکت اور اموال کی تباہی کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہیں) مگر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔"

پھر انہوں نے عرض کیا، "یا رسول اللہ! اگر ہم اپنے عہد کو پورا کر دکھائیں تو اس کے صلے میں ہمیں کیا ملے گا؟"

آپؐ نے فرمایا، جنّت۔

انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! تو پھر بیعت لینے کے لیے ہاتھ بڑھائیے۔ چنانچہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنا دستِ مبارک بڑھایا اور سب اہلِ وفد نے نہایت ذوق و شوق سے بیعت کر لی۔ (ابنِ جریر طبریؒ۔ ابن ہشامؒ)

اس بیعت کو تاریخ میں بیعتِ عَقَبَہ ثانیہ، بیعت لیلۃ العقبہ اور بیعتِ عقبہ کبیرہ مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے۔ یہ بیعت تاریخ اسلام میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ فی الحقیقت یہ عرب و عجم اور جن و انس کی عداوت مول لینے کی بیعت تھی۔ اس وقت سرزمینِ عرب کا ذرّہ ذرّہ علمبرداران حق کے خون کا پیاسا تھا۔ عرب کے کسی قبیلے کو جرأت نہ تھی کہ وہ رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حمایت کا اعلان کرے۔ اس وقت ارضِ یثرب کے یہ مقدّس انسان اٹھے اور محض رضائے الٰہی کی خاطر اپنی جانوں، مال اور آل اولاد کو ہادیٔ برحق صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قدموں میں لا ڈالا، اور آپؐ سے درخواست کی کہ اپنے قدومِ میمنت لزوم سے ارضِ یثرب کو مشرّف فرمائیں۔ اپنے آقاؐ سے جو پیمان انہوں نے اس رات کو باندھا، اسے پورا کرنے کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی عالمِ فانی سے رخصت ہونے تک اپنے ان جاں نثاروں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ تاریک ترین ایام میں بھی اور غلبہ و نصرت کے وقت بھی ——— سلام ہو ان مبارک اور مقدس ہستیوں پر جنہوں نے یہ پیمانِ وفا نباہ کر تاریخ کا رُخ موڑ دیا۔

اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک فضائل و مناقب کے اعتبار سے خلفائے راشدینؓ، ازواج مطہراتؓ اور مہاجرین اوّلین کے بعد اہلِ عَقَبَہ سب صحابہ سے افضل ہیں۔ خود انصار کے نزدیک بیعتِ عقبہ کبیرہ کی جو اہمیت تھی اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس میں شریک ہونے والے اصحاب پر فخر کیا کرتے تھے۔ پھر ان کے درمیان اس بات پر بھی مفاخرت ہوتی تھی کہ ہم سے کس کو سب سے پہلے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ بنو سلمہ کا دعویٰ

تھا کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت کعبؓ بن مالک تھے۔ بنو نجار کہتے تھے کہ سب سے پہلے یہ شرف حضرت اسعدؓ بن زرارہ کو حاصل ہوا۔ بنو عبدالاشہل کا دعویٰ تھا کہ سب سے پہلے حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔

علامہ ابن سعدؒ نے واقدی کے حوالے سے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے بیعت کی۔ پھر حضرت براءؓ بن معرور نے اور پھر حضرت اُسیدؓ بن حضیر نے۔

انصار کے بارہ نقیب

بیعت کے بعد رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اہلِ وفد سے فرمایا، اپنے اندر سے مجھ کو بارہ نقیب منتخب کر کے دو جو (دینی امور کی حفاظت کے لیے) اپنے اپنے قبیلے کے ذمہ دار ہوں۔ (مُسندِ احمد، طَبَری)

بروایت دیگر آپؐ نے فرمایا، "حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب لیے تھے تم بھی اپنے اندر سے بارہ نقیب منتخب کرو جو اپنی قوم پر اسی طرح کفیل ہوں جس طرح حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کے حواری کفیل تھے۔ (طبقات ابن سعد)

چنانچہ سب نے بارہ نقباء اتفاق رائے سے منتخب کر لیے۔ ان میں نو ۹ کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا اور تین کا قبیلہ اوس سے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

قبیلہ خزرج

(۱) حضرت اسعدؓ بن زرارہ (آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو نقیب النقباء بنایا)

(۲) حضرت عبداللہؓ بن رواحہ (مدینہ کے چند پڑھے لکھے لوگوں میں سے تھے)

(۳) حضرت عبادہؓ بن صامت

(۴) حضرت مُنذرؓ بن عمرو (یہ بھی پڑھنا لکھنا جانتے تھے)

(۵) حضرت سعدؓ بن عبادہ (زمانہ جاہلیت میں "کامل" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ "کامل" کا لقب اس شخص کو دیا جاتا تھا جو لکھنا پڑھنا بھی جانتا اور تیر اندازی اور تیراکی میں بھی ماہر ہوتا)

(۶) حضرت براءؓ بن معرور (ہجرت نبوی سے کچھ پہلے وفات پا گئے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینے تشریف لائے تو ان کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی۔)

(۷) حضرت رافعؓ بن مالک (یہ بھی زمانۂ جاہلیت میں "کامل" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے)

(۸) حضرت سعدؓ بن الربیع (یہ بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے)

(۹) حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام (اسی رات کو ایمان لائے تھے جس میں بیعت ہوئی تھی)

قبیلہ اوس

(۱) حضرت اُسیدؓ بن حضیر اشہلی (یہ بھی زمانۂ جاہلیت میں "کامل" کے لقب سے مشہور تھے)

(۲) حضرت سعدؓ بن خیثمہ

(۳) حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان (بعض نے ان کی جگہ حضرت رفاعہؓ بن عبدالمنذر کا نام لکھا ہے۔)

ان بارہ نقباء کا انتخاب ہو چکا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انصار سے فرمایا کہ اب تم لوگ اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف واپس چلے جاؤ۔

حضرت سعدؓ بن عُبادہ مشرکین کے نرغے میں

جس رات کو بیعت عقبہ کبیرہ ہوئی اسی رات کو کسی طرح مشرکین قریش کے کانوں میں اس کی بھنک پڑ گئی[1] جب صبح ہوئی تو رؤسائے قریش اہل یثرب کے خیموں

---

[1] امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے کہ بیعتِ عقبہ کے سلسلے میں ہونے والی گفتگو کے آغاز ہی میں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انصار کو مشورہ دیا کہ جس کو بولنا ہو وہ اختصار کے ساتھ بات کرے اور بات کو طول نہ دے کیونکہ مشرکین کے جاسوس تمہاری ٹوہ لے رہے ہیں۔ (مسندِ احمد) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں آئے اور ان سے کہا:

"اے گروہِ خزرج! ہمیں خبر ملی ہے کہ تم رات کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملے ہو اور تمہارا ارادہ اسے مکہ سے نکال لے جانے کا ہے اور تم نے ہمارے خلاف رزم آرا ہونے کے لیے اس کی بیعت کی ہے۔ خدا کی قسم عرب میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس سے لڑنا ہمیں تمہارے ساتھ لڑنے سے زیادہ ناگوار ہو۔" [1]

یثرب کے بت پرستوں کو، جو مسلمانوں کے ساتھ حج کے لیے آئے تھے اس بیعت

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب گفتگو ہو رہی تھی تو کچھ لوگوں کی آوازیں قدرے بلند ہو گئیں اس پر حضرت عباسؓ نے انصار سے کہا، آواز پست کرو کیونکہ مشرکین کے جاسوس تمہاری کھوج میں لگے ہوں گے۔ مناسب یہ ہے کہ تم میں سے ایک شخص نہایت اختصار کے ساتھ گفتگو کرے۔ (سیر انصار جلد اول)

ابن ہشامؒ کا بیان ہے کہ جب گفتگو کے مراحل طے ہو چکے تو قریش کے ایک جاسوس کو ان باتوں کا علم ہو گیا۔ اس نے زور سے آواز دی۔ "اے اہل المنازل یہ بے دین تم سے لڑنے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔"

اس پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا۔ "اب تم اپنی قیام گاہ پر واپس جاؤ۔"

حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ کو جوش آ گیا، بولے، "یا رسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو خدا کی قسم ہم کل صبح ہی اہلِ مکہ (یا اہلِ منیٰ) کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا دیں۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، ابھی ہمیں جنگ کا حکم نہیں"، غرض انصار اپنے خیموں میں آ کر سو رہے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

[1] قریشِ مکہ اہلِ مدینہ کو ان کے زراعت پیشہ ہونے کی وجہ سے حقیر (اپنے سے کمتر) سمجھتے تھے۔

کی کوئی خبر نہ تھی انہوں نے قسمیں کھانی شروع کیں کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ ان کے سردار عبداللہ بن اُبَیّ نے (جو ہجرتِ نبوی کے بعد رئیس المنافقین کے لقب سے مشہور ہوا) بڑے زور سے اس اطلاع کی تردید کی اور کہا کہ میری قوم مجھ سے بالا بالا ایسا کام نہیں کر سکتی تھی اور اگر ایسا ہوتا تو مجھ سے کبھی مخفی نہ رہ سکتا تھا۔ رؤسائے قریش یہ جواب سن کر واپس چلے گئے مگر ان کے جاسوس برابر مسلمانوں کی ٹوہ میں لگے رہے۔ چنانچہ حج سے انصار کی واپسی کے وقت انہوں نے بیعت کرنے والوں کا تعاقب کیا۔ اَذاخر کے مقام پر انہیں حضرت سعدؓ بن عُبادہ اور حضرت مُنذرؓ بن عمرو مل گئے جو قافلے سے بچھڑ کر پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت مُنذر تو کسی طرح بچ کر نکل گئے مگر حضرت سعدؓ بن عبادہ کو مشرکین نے پکڑ لیا۔ ان ظالموں نے ان کے ہاتھ گردن سے باندھ دیئے اور ان کو زد و کوب کرتے اور ان کے سر کے بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے مکے لے آئے۔ جو مشرک آتا انہیں مارتا پیٹتا اور ان کے لمبے بالوں کو پکڑ کر گھسیٹتا[1]۔ اسی حال میں ایک (رحمدل) مشرک نے (جو ابو البختری بن ہشام تھا) ان سے کہا، اللہ کے بندے کیا مکہ میں تیری کسی سے شناسائی نہیں؟

حضرت سعدؓ نے جواب دیا، "جُبیر بن مطعم (بروایتِ دیگر مطعم بن عدی) اور حارث بن امیہ بن عبد شمس (بروایتِ دیگر حارث بن حرب بن اُمیّہ) تجارت کے سلسلے میں وقتاً فوقتاً یثرب جاتے ہیں اور میں نے کئی بار ان کے تجارتی قافلوں کو پناہ دی ہے، وہ مجھے جانتے ہیں، میرا نام سعد بن عُبادہ ہے اور میں قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتا ہوں۔"

---

[1] حضرت سعدؓ بن عبادہ کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ مجھے مار پیٹ رہے تھے تو میں نے ایک سرخ و سپید خوش جمال آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ میں اس کو دیکھ کر خوش ہوا اور دل میں خیال کیا کہ یہ شخص رحمدل اور معقول معلوم ہوتا ہے شاید اس عذاب سے مجھے نجات دلائے لیکن اس نے پاس آ کر ایک زور کا گھونسا (یا تھپڑ) میرے رسید کیا۔ میں نے اب سمجھ لیا

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس شخص نے کہا، ان دونوں کا نام لے کر زور زور سے پکارو (یعنی ان کے نام کی دہائی دو)

حضرت سعدؓ نے ایسا ہی کیا۔ دوسری طرف اس شخص نے ان دونوں کو تلاش کر کے کہا کہ ابطح[1] میں خزرج کا ایک آدمی بری طرح پیٹا جا رہا ہے اور وہ تم دونوں کا نام لے کر دہائی دے رہا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان جوار کا تعلق ہے۔

انہوں نے پوچھا، اس کا نام کیا ہے؟

اس نے کہا، سعد بن عبادہ۔

"وہ بولے، غضب ہو گیا، سعد بن عبادہ تو خزرج کا رئیسِ اعظم ہے۔ وہ ہمارے قافلوں کو پناہ دیتا رہا ہے اور اس نے کبھی کسی کو ان پر ظلم نہیں کرنے دیا۔"

یہ کہہ کر وہ فوراً ابطح پہنچے اور حضرت سعدؓ کو ظالموں کے پنجہ ستم سے نجات دلائی۔ یہاں سے رہا ہو کر وہ نہایت تیز رفتاری سے اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔

ابن جریر طبری کا بیان ہے کہ آگے جا کر اہلِ قافلہ کو پتہ چلا کہ سعدؓ بن عبادہ قافلہ میں موجود نہیں تو قافلہ ٹھہر گیا اور چند آدمی ان کی تلاش میں مکہ کی طرف لوٹے لیکن راستے ہی میں حضرت سعدؓ ان کو واپس آتے ہوئے مل گئے۔

انصار کا یہ تاریخ ساز وفد ذوالحجہ ۱۳ بعد بعثت میں مکہ معظمہ آیا تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحجہ کے باقی دن اور اگلے سال کے دو مہینے محرم اور صفر مکہ معظمہ ہی میں گزارے اس کے بعد ربیع الاول ۱۴ بعد بعثت میں ارضِ مکہ کو خیر باد کہا اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

(مسند احمد، مستدرکِ حاکم، طبقات ابنِ سعد، تاریخ طبری، سیرۃ ابنِ ہشام، سیر سرورِ عالم، سیرۃ کبریٰ، سیر انصار)

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) کہ یہ سب نا معقول اور سیاہ باطن ہیں اور کسی میں کوئی خیر نہیں ہے۔ گھونسا یا تھپڑ رسید کرنے والے یہ صاحب سہیل بن عمرو تھے جو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے اور پھر آخر دم تک اسلام پر ثابت قدم رہے۔ قبولِ اسلام کے بعد انہوں نے دین کی جو خدمات انجام دیں ان کی بنا پر جلیل القدر صحابہؓ میں شمار ہوتے ہیں۔

[1] مکہ اور منیٰ کے درمیان محصب کی وادی کو ابطح کہا جاتا ہے۔

وفدِ اشعریّین

بنو اشعر یا اشعریین یمن کا ایک نہایت معزز قبیلہ تھا۔ اس کے مورثِ اعلیٰ کا نام اشعر تھا (اس کا اصل نام تو کچھ اور تھا لیکن ولادت کے وقت جسم پر بالوں کی کثرت کی وجہ سے اشعر مشہور ہو گیا) چنانچہ اس کی اولاد نے بھی اشعریین کے نام سے شہرت پائی۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اسی قبیلہ سے تھے۔ انہوں نے حضورؐ کی بعثت کا چرچا سنا تو یمن سے مکہ پہنچے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نعمت اسلام سے بہرہ یاب ہو گئے اور پھر وطن کو معاودت کی۔ وہاں اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بڑے دل نشین انداز میں دعوت اسلام دی۔ چونکہ قبیلہ میں بڑی با اثر حیثیت کے مالک تھے اس لیے لوگوں نے ان کی باتیں بڑے دھیان سے سنیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تقریباً پچاس آدمی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ انہیں ساتھ لے کر بارگاہِ نبوّت میں حاضری کے لیے سمندر کے راستے یمن سے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر میں بادِ مخالف چل پڑی جس نے ان کی کشتی کو ساحلِ حجاز پر پہنچانے کے بجائے ساحلِ حبش پر پہنچا دیا۔ طوعاً و کرہاً حبش میں اتر پڑے۔ وہاں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب، دوسرے مہاجرین کے ساتھ موجود تھے۔ کچھ عرصہ بعد وہ ان کو ساتھ لے کر مدینہ کو روانہ ہوئے۔ اس وقت خیبر فتح ہو چکا تھا اور حضورؐ وہیں مقیم تھے۔ یہ جماعت خیبر ہی میں حضورؐ کی خدمت میں باریاب ہوئی۔ اس موقع پر حضورؐ نے فرمایا:

"اہلِ یمن آتے ہیں جن کے دل بڑے گداز ہیں۔"

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ شرفِ باریابی حاصل کرنے سے پہلے اشعریین نہایت ذوق و شوق سے یہ شعر پڑھتے تھے:

(ترجمہ) "کل ہم اپنے دوستوں سے ملیں گے۔
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے۔"

وفد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:
"یا رسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ تفقہ فی الدین حاصل کریں اور کائنات کے آغاز کے بارے میں دریافت کریں۔"

حضورِ اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:-
"سب سے پہلے اللہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کا تخت پانی پر تھا۔ پھر اس نے زمین و آسمان پیدا کیے اور ہر چیز کو لوحِ محفوظ میں رکھ دیا۔"

لسانِ رسالت ﷺ سے تکوینِ عالم کی تشریح سن کر اہلِ وفد اتنے خوش ہوئے کہ ان کے قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اشعر کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:——

"اشعری لوگوں میں اس تھیلی کی مانند ہیں جس میں کستوری ہو۔"

(طبقات ابن سعد جلد۔ ۱ ص ۳۴۹)

ایک اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل ہوا ہے کہ:
"اشعری نہ بھاگتے ہیں اور نہ شکست کھاتے ہیں۔ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔" (غزوہ تبوک بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح)

بنو اشعر کے قائد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل نام عبداللہ بن قیس تھا۔ والدہ کا نام طیبہ بنت وہب تھا جو قبیلہ عک سے تعلق رکھتی تھیں۔ علامہ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ وہ اپنے صاحبزادے کی تبلیغ سے ایمان لائیں اور مدینہ منورہ پہنچ کر وفات پائی۔

قبولِ اسلام کے بعد حضرت ابو موسیٰؓ نے مدینہ منورہ میں مستقل اقامت اختیار کر لی۔ فتح مکہ، غزوہ حنین اور غزوہ تبوک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے! اس کے بعد حضورؐ نے انہیں یمن زبیرین کا عامل مقرر فرمایا۔ ۱۰ھ ہجری میں وہاں سے مکہ آکر حجۃ الوداع میں [illegible] ئے اور پھر واپس یمن چلے گئے۔ حضورؐ کے وصال کے بعد

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں اپنے عہدے پر برقرار رکھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا آغاز ہوا تو وہ عہدۂ امارت سے مستعفی ہو کر ایران کے میدانِ جہاد میں پہنچ گئے اور ایرانیوں کے خلاف متعدد معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ عہدِ فاروقی میں کئی سال تک بصرہ کے گورنر رہے، ایک سال کوفہ کی امارت پر بھی فائز رہے۔ ان کے ہاتھ پر خوزستان، اصفہان وغیرہ کئی علاقے فتح ہوئے۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے عہدِ خلافت میں بھی وہ کئی سال تک بصرہ اور کوفہ کے گورنر رہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان اختلافات کا آغاز ہوا تو وہ ملکِ شام کے ایک غیر معروف گاؤں میں جا کر گوشہ نشین ہو گئے۔ واقعہ تحکیم میں وہ حضرت علیؓ کی طرف سے حکم نامزد کیے گئے لیکن جب تحکیم کا خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا تو وہ دل برداشتہ ہو کر مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں ۴۲ھ ہجری میں وفات پائی۔

حضرت ابوموسیٰؓ فضل و کمال کے اعتبار سے بہت بلند مقام پر فائز تھے ان سے ۳۶۰ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ۵۰ متفق علیہ ہیں۔ ۴ میں بخاری اور ۲۵ میں مسلم منفرد ہیں۔ ان کے گلشنِ اخلاق میں حُبِّ رسولؐ، توکل علی اللہ، شرم و حیا، شوقِ جہاد، اتباعِ سُنّت، تقویٰ اور سادگی سب سے خوش رنگ پھول تھے۔

قرآنِ کریم کے ساتھ غیر معمولی شغف و انہماک تھا۔ فرصت کا سارا وقت قرآنِ حکیم کی تلاوت اور اس کی تعلیم میں صَرف ہوتا تھا۔ نہایت خوش آواز تھے ــــــ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے بارے میں فرماتے تھے:

"ابوموسیٰ کو لحنِ داؤدی سے حصہ ملا ہے۔"

ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے لیے دعا فرمائی:

"الٰہی عبداللہ بن قیس کی خطائیں بخش دے اور قیامت کے دن اس کا (جنت میں) باعزت داخلہ فرما۔" (صحیح بخاری)

(طبقات ابنِ سعد، صحیح بخاری، تاریخ طبری، اُسد الغابہ، مواہب اللدنیہ)

وفدِ بنی ارحب

ابنِ ماکولاؒ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ ہی میں تھے (یعنی ہجرتِ نبوی سے پہلے) کہ بنی ارحب کے ایک آدمی قیسؓ بن مالک ارحبی آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، میں آپؐ پر ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمد پر خوشی کا اظہار فرمایا پھر ان سے مخاطب ہو کر پوچھا:

"اے گروہِ ہمدان (بنو ارحب قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ تھے) کیا تم مجھے ان باتوں کے ساتھ (جن کی میں تبلیغ کرتا ہوں) اپنے ساتھ لے جاؤ گے؟"

حضرت قیسؓ نے عرض کیا۔ "جی ہاں یا رسول اللہ، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔"
حضورؐ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ اپنی قوم کے پاس جاؤ اور اسے حق کی طرف بلاؤ۔
حضرت قیسؓ اپنے قبیلے میں گئے اور اس میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی یہاں تک کہ بنو ارحب مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضرت قیسؓ نے واپس آکر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قبیلے کے مسلمان ہونے کی اطلاع دی تو آپؐ بہت خوش ہوئے اور بدیں الفاظ حضرت قیسؓ کی تعریف فرمائی: ——— "قوم کا ایلچی قیس کیا ہی اچھا ہے۔ اے قیس تو نے وعدہ وفائی کی ہے اللہ تجھ سے وعدہ وفائی کرے گا۔" آپؐ نے حضرت قیسؓ کی پیشانی پر اپنا دستِ مبارک پھیرا لیکن آپؐ یمن نہیں گئے۔ علامہ ابنِ اثیرؒ نے "اُسد الغابہ" میں لکھا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس بن مالک ارحبی کو ایک تحریر بھیجی تھی (اس تحریر کا زمانہ ہجرت کے کئی سال بعد کا معلوم ہوتا ہے) اس تحریر کا متن یہ تھا:

"تم پر سلام ہو، بعد اس کے واضح ہو کہ میں نے تم کو تمہاری قوم پر خواہ وہ بدوی ہوں یا شہری یا غلام سب پر حاکم بنایا اور مقام نساد کے غلّہ سے دو سو صاع اور خیوان کے انگور سے دو سو صاع تمہارے لیے مقرر کیے۔ یہ عطیہ تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا۔"

حضرت قیسؓ کہتے تھے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ ہمیشہ ہمیشہ (ابدًا، ابدًا، ابدًا) کہنا بہت محبوب ہے، اس سے مجھے امید ہے کہ میری نسل ہمیشہ قائم رہے گی۔ (طبقات ابنِ سعد۔ اُسد الغابہ)

وفدِ بنی مُزَینہ

رجب ۵ھ ہجری میں چار سو گھڑ سواروں پر مشتمل بنو مُزَینہ کا ایک وفد بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوا اور شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوا۔ اس وفد کے قائد حضرت بلالؓ بن حارث مزنی تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ یہ سب سے پہلا وفد تھا جس نے مدینہ منوّرہ آکر بارگاہِ نبوی میں حاضری دی اور اسلام قبول کیا۔ اس وفد میں مشہور صحابی حضرت نعمانؓ بن مُقرّن اور خزاعیؓ بن عبد نہم بھی شامل تھے[1] علامہ ابنِ اثیرؒ کے بیان کے مطابق وفد میں کچھ بوڑھے اور بچے بھی شامل تھے۔ حضرت بلالؓ نے ان کو مدینہ منوّرہ کے باہر ٹھہرایا اور خود (دوسرے سواروں کے ساتھ) بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ تم اپنے علاقے میں واپس جاؤ۔ تم جہاں بھی رہو گے تمہیں مہاجرین میں داخل سمجھا جائے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصحاب ہجرت کر کے مدینہ آنا چاہتے تھے مگر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مناسب یہی سمجھا کہ وہ اپنے علاقے ہی میں مقیم رہیں جو مدینہ منوّرہ سے زیادہ دور نہیں تھا فتح مکّہ کے موقع پر بنو مزینہ کے ایک ہزار جانباز رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمرکاب تھے۔

---

[1] ایک روایت کے مطابق اس وفد کے قائد معرکۂ نہاوند کے بطلِ خاص حضرت نعمانؓ بن مُقرّن تھے۔ (غزوۂ تبوک از علامہ محمد احمد باشمیل) مگر اربابِ سِیَر عام طور پر اسی طرف گئے ہیں کہ اس کے قائد حضرت بلالؓ بن حارث تھے۔

حضرت خزاعیؓ بن عبد نہم، بنو مُزَینہ کے بُت "نُہم" کے حاجب (دربان) تھے۔ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے سے پہلے انہوں نے اس بُت کو توڑ ڈالا اور آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آکر یہ اشعار پڑھے:۔

"میں نُہم کے پاس گیا تاکہ اس کے سامنے بکری قربان کردوں جیسا کہ میرا معمول تھا۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وفدِ بنی مُزَینہ کے ایک رکن حضرت نعمانؓ بن مُقرّن سے روایت ہے کہ ہم بنی مُزَینہ کے چار سَو افراد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ہم مدینہ سے چلنے لگے تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے درخواست کی کہ ہمیں زادِ راہ عطا فرمایا جائے۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو ہدایت فرمائی کہ انہیں زادِ راہ دو۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے پاس کھجوروں کی کچھ مقدار موجود ہے مگر وہ اتنے زیادہ (چار سَو) آدمیوں کے لیے کافی نہیں ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا، جاؤ اور یہی کھجوریں ان میں تقسیم کر دو۔ حضرت عمرؓ مجھے (نعمان کو) ساتھ لے کر اپنے بالاخانے پر پہنچے تو میں نے دیکھا کہ وہاں اونٹ کے برابر کھجوروں کا ڈھیر پڑا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کھجوریں تقسیم کرنی شروع کیں تو سب کے سب اراکینِ وفد نے اپنا اپنا حصہ حاصل کیا۔ میں سب سے آخر میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ کھجوروں کا ڈھیر اسی طرح موجود تھا جیسے تقسیم سے پہلے تھا اور اس میں کوئی کمی معلوم نہ ہوتی تھی۔

(زرقانی علی المواہب بحوالہ امام احمدؒ و بیہقیؒ)

اس واقعہ کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معجزات میں شمار کیا جاتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ

جب میں نے عقل سے کام لے کر غور کیا تو میرے دل نے کہا کہ یہ گونگا اور بے عقل معبود ہے۔ میں نے آج محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کا دین اختیار کر لیا ہے اور میں نے اپنے آپ کو آسمان کے خالق بزرگ و برتر کے سپرد کر دیا ہے۔"

ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ وہ دس آدمیوں کا وفد لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور تمام قبیلہ مُزَینہ کی طرف سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت کی۔ اس وفد میں حضرت بلالؓ بن حارث اور حضرت نعمانؓ بن مقرن بھی شامل تھے۔ یہ اصحاب واپس گئے تو ان کا سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے دن حضورؐ نے بنو مُزَینہ کا جھنڈا حضرت خزاعیؓ کو عنایت فرمایا۔ ابن اثیرؒ نے "اُسدُ الغابہ" میں حضرت خزاعیؓ کے ترجمہ میں یہی بات لکھی ہے مگر حضرت بلالؓ بن حارث کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اس موقع پر بنو مُزَینہ کا جھنڈا حضرت بلالؓ بن حارث کے ہاتھ میں تھا۔ ان دو روایتوں کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ بنو مُزَینہ کے دو وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ پہلا وفد خزاعیؓ بن عبد نہم کی قیادت میں اور دوسرا حضرت بلالؓ بن حارث کی سربراہی میں اور فتح مکہ کے دن بنو مُزَینہ کی ایک شاخ کا جھنڈا حضرت خزاعیؓ کے پاس تھا اور دوسری

وفدِ بنی غطفان

غزوۂ احزاب (۵ھ ہجری) میں عرب کے سارے دشمنانِ حق نے متحد ہوکر مدینہ منوّرہ پر یلغار کردی تھی اور اہلِ حق کو اپنے دفاع کے لیے خندق کھودنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ مزید غضب یہ ہوا کہ مدینہ منوّرہ میں آباد یہودِ بنی قریظہ نے مسلمانوں سے کیے ہوئے عہد و پیمان توڑ کر مارِ آستین بننے کی ٹھان لی اور اہلِ حق کی پشت میں خنجر گھونپنے کا منصوبہ بنایا۔ اس نازک موقع پر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حملہ آور لشکر میں شامل بنو غطفان سے صلح کی گفت و شنید شروع کی۔ مقصد یہ تھا کہ دشمنوں کے اتحاد کو توڑا جائے اور اہلِ مدینہ پر دباؤ کم کیا جائے۔ اس سلسلے میں بنو غطفان کا ایک ذی اثر سردار عامر بن طفیل ایک دوسرے غطفانی سردار زید کے ساتھ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آیا۔ دورانِ گفتگو میں عامر بن طفیل نے کہا کہ اگر ہمیں مدینہ کی پیداوار کا ایک تہائی دے دیا جائے تو ہم واپس چلے جائیں گے۔ حضور صَلَّی اللہُ علیہ وَسَلَّم نے اس کو کوئی جواب دینے سے پہلے انصار کے سرداروں، حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ کو بلا بھیجا اور ان سے غطفانیوں کے اس مطالبے کے بارے میں مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! یہ آپ کی خواہش ہے کہ ہم ایسا کریں یا یہ اللہ کا حکم ہے جس کی تعمیل ہم پر لازم ہے یا آپؐ صرف ہم (اہلِ مدینہ) کو بچانے کے لیے یہ تجویز فرما رہے ہیں۔"

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"میں صرف تم لوگوں کو بچانے کے لیے غطفانیوں کا یہ مطالبہ ماننے کی بات کر رہا ہوں کیونکہ سارا عرب ایکا کرکے تم پر پل پڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان

کے اتحاد میں رخنہ ڈال دوں۔"

اس پر انصار کے دونوں سرداروں نے عرض کیا :

"یا رسول اللہ! اگر آپ یہ معاہدہ صرف ہمیں بچانے کی خاطر کر رہے ہیں تو اسے ختم کر دیجیے۔ یہ غطفانی قبائل تو ہم سے اس وقت بھی خراج کے طور پر ایک کوڑی تک کبھی نہ لے سکے تھے جب ہم مشرک تھے، اب تو ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کی سعادت حاصل ہو چکی ہے اب ہم سے یہ کیا خراج لیں گے؟ ہمارے اور ان کے درمیان اب صرف تلوار ہے یہاں تک کہ اللہ ہمارا اور ان کا فیصلہ کر دے۔"

حضورؐ ان دونوں کی گفتگو سے بہت مسرور ہوئے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی ـــــ یوں یہ معاملہ ختم ہو گیا اور بنو غطفان کا وفد ناکام واپس گیا۔

(طبقات ابنِ سعد۔ الاستیعاب)

ایک روایت میں ہے کہ انصار کے جن سرداروں سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مشورہ کیا ان میں حضرت اُسَیدؓ بن حضیر الکتائب بھی تھے۔ ان کو غطفانیوں کا مطالبہ سن کر اس قدر جوش آیا کہ اپنے نیزے سے دونوں کے سر کو ٹھوکا دیا اور کہا،

لومڑیو! بھاگ جاؤ۔

عامر نے غضبناک ہو کر پوچھا، تم کون ہو؟

انہوں نے کہا ـــــ "اُسَیدبن حُضَیر"

عامر نے کہا ـــــ "حُضَیر الکتائب کے بیٹے؟"

انہوں نے جواب دیا ـــــ "ہاں!"

عامر بولا :- "تمہارا باپ تم سے اچھا تھا۔"

اُسَیدؓ نے کڑک کر جواب دیا، "ہرگز نہیں، میرا باپ بھی کافر تھا اور تم بھی کافر ہو اس لیے میں دونوں سے اچھا ہوں۔" (سیر انصار جلد دوم)

وفدِ نعیمؓ بن مسعود اشجعی

وفدِ بنی غطفان کے تذکرے میں بیان کیا جا چکا ہے کہ غزوۂ احزاب کے دوران میں یہودِ بنی قریظہ نے غداری پر کمر باندھی تو مسلمانوں کے لیے بڑی نازک صورتِ حال پیدا ہو گئی۔ خدا کا کرنا انہی پُر آشوب دنوں میں قبیلہ غطفان کی ایک شاخ بنی اشجع کے ایک صاحب نعیمؓ بن مسعود کے دل میں شمعِ ایمان روشن ہو گئی اور وہ کفّار کے لشکر سے نکل کر مغرب اور عشاء کے درمیان کسی ترکیب سے بارگاہِ رسالت میں پہنچ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ سلام پھیرا تو نعیمؓ پر نظر پڑی وہ صورت آشنا نکلے۔ پوچھا، اس وقت کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا۔ "اللہ نے مجھے قبولِ ایمان کی توفیق بخشی ہے۔ آپ کا حلقہ بگوش ہونے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یا رسول اللہ! اب تک قریش اور بنی قریظہ سے میری دوستی تھی اور ان میں سے کسی کو بھی میرے قبولِ اسلام کا علم نہیں ہے۔ اس لڑائی کے سلسلے میں میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائیے میں اسے ضرور انجام دوں گا۔"

آپ نے فرمایا، تم جا کر قبائل کے اس اجتماع اور یہودِ بنی قریظہ کے ساتھ اس کے گٹھ جوڑ کو توڑنے کی کوئی تدبیر کر سکتے ہو تو کرو۔

حضرت نعیمؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں آپ دیکھیں گے ان میں کس طرح پھوٹ پڑتی ہے۔

اس کے بعد حضرت نعیمؓ پہلے بنی قریظہ کے پاس گئے جن سے ان کا بہت میل جول تھا اور ان سے خیر خواہانہ انداز میں کہا کہ قریش اور غطفان تو محاصرے سے تنگ آ کر واپس بھی جا سکتے ہیں لیکن تمہیں تو اسی جگہ مسلمانوں کے ساتھ رہنا ہے۔ اس لیے لڑائی میں حصہ لینے سے پہلے اس کے نتائج کے بارے میں

اچھی طرح غور کرلو۔

بنی قریظہ نے کہا کہ ہم تو قریش سے قول و قرار کر چکے ہیں۔

حضرت نعیمؓ نے کہا، قول و قرار تو تم نے مسلمانوں سے بھی کیا تھا۔ ذرا سوچو کہ قریش و غطفان اپنی کامیابی سے مایوس ہو کر واپس چلے گئے تو یہاں تم اکیلے مسلمانوں کا مقابلہ کیسے کرو گے؟

بنو قریظہ نے کہا، اب ہم اس جھمیلے سے کیسے نکل سکتے ہیں؟

حضرت نعیمؓ نے کہا، یہ کون سی مشکل بات ہے، تم قریش اور غطفان سے مطالبہ کرو کہ وہ اپنے چند نمایاں آدمی تمہارے پاس بطور ضمانت بھیج دیں تاکہ اگر حملہ آور لشکر بلا حصول مقصد واپس چلا جائے اور مسلمان بنو قریظہ پر حملہ کریں تو قریش و غطفان اپنے آدمیوں کی خاطر تمہاری مدد کریں۔

بنی قریظہ کو حضرت نعیمؓ کا مشورہ صائب معلوم ہوا اور انہوں نے کہا ہم اسی کے مطابق عمل کریں گے ——— پھر حضرت نعیمؓ قریش اور غطفان کے سرداروں کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ مجھے معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ بنی قریظہ اپنے قول و قرار سے منحرف ہو گئے ہیں اور وہ تم سے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر مانگنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ ان کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے آدمی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر کے اپنا معاملہ صاف کریں۔ ذرا ان سے چوکنے رہنا۔

حضرت نعیمؓ کی باتوں سے قریش اور غطفان کے سردار بنی قریظہ کی طرف سے کھٹک گئے اور انہوں نے بنو قریظہ کو پیغام بھیجا کہ ہم طویل محاصرے سے تنگ آ چکے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں سے ایک فیصلہ کن لڑائی ہو جائے۔ کل تم اُدھر سے حملہ کرو اور ہم ادھر سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گے ——— بنی قریظہ نے اس پیغام کے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم اسی صورت میں تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑیں گے جب تم اپنے ستر عمائد و اشراف کو ہمارے پاس بھیج دو گے کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ تم لوگ ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ کر واپس چلے جاؤ گے۔

اس جواب سے قریش و غطفان کو یقین آ گیا کہ نعیمؓ کی بات درست تھی۔ انہوں نے اپنے آدمی دینے سے صاف انکار کر دیا ——— اُدھر بنی قریظہ نے بھی سمجھ لیا کہ نعیمؓ کا مشورہ ٹھیک تھا۔ اس طرح حضرت نعیمؓ دشمنوں میں پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔

(زاد الاصابہ۔ اُسد الغابہ۔ طبقات ابن سعد وغیرہ)

وفدِ اشجع

سنہ ۵ ہجری میں قبیلہ اشجع کا ایک وفد معاہدۂ صلح کے لیے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد باختلافِ روایت ایک سو یا اس سے زیادہ آدمیوں پر مشتمل تھا (ایک روایت کے مطابق اراکین وفد کی تعداد سات سو تھی) یہ لوگ مدینہ آکر محلہ شعب سلع میں قیام پذیر ہوئے۔ حضورؐ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو آپؐ نے اس بات کا انتظار نہ فرمایا کہ وہ خود بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوں بلکہ آپؐ خود ان کے پاس تشریف لے گئے۔ خیر و عافیت پوچھی اور بڑی دیر تک کمالِ اخلاق اور محبت کے ساتھ ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ پھر صحابہؓ سے فرمایا کہ اپنے مہمانوں کی کھجوروں سے تواضع کرو۔ وہ لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے انھیں بڑی نرمی کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

انھوں نے جواب دیا۔ "محمدؐ! ہم اسلام قبول کرنے کے لیے نہیں آئے۔ ہماری آمد کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپ سے امن اور صلح کا معاہدہ کریں کیونکہ آپؐ کی اور آپؐ کی قوم کی آئے دن کی لڑائیوں نے ہمیں سخت پریشان کر رکھا ہے۔"

رحمتِ عالمؐ نے خندہ پیشانی سے فرمایا: "جو تم کہتے ہو وہ ہمیں منظور ہے۔" چنانچہ امن کا ایک معاہدہ لکھا گیا، جس کو فریقین نے منظور کر لیا۔ اس دوران میں اہلِ وفد حضورؐ کے اخلاقِ کریمانہ سے اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ معاہدۂ صلح معرضِ تحریر میں آنے کے معاً بعد وہ سب پکار اٹھے:

"اے محمدؐ! آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ کا دین برحق ہے۔"

چنانچہ سب کے سب دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو کر اپنے گھروں کو لوٹے۔

(طبقات ابنِ سعد)

وفودِ بنی باہلہ

قبیلہ باہلہ کی مختلف شاخوں کے وفود تین موقعوں پر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے اس قبیلے کے ایک صاحب صُدَیّ بن عجلان (جن کی کنیت ابو اُمامہ تھی) رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ (ذیقعدہ سنہ ۶ ہجری) سے پہلے کا ہے۔ قبول اسلام کے بعد حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابو اُمامہ صُدَیّ رضی اللہ عنہ کو ان کے قبیلے میں تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا۔ جس وقت وہ اپنے قبیلے میں پہنچے تو اہلِ قبیلہ اپنی اونٹنیوں کو پانی پلانے کے بعد ان کا دودھ دوہ کر پی رہے تھے۔ انہوں نے حضرت ابو اُمامہؓ کو دیکھا تو "مرحبا بالصُدَیّ بن عجلان" (خوش آمدید صُدَیّ بن عجلان) کہہ کر اُن کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ پھر ان سے کہا:

"اے صُدَیّ! ہم نے سُنا ہے کہ تم اپنے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑ کر بے دین ہو گئے ہو اور محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی متابعت اختیار کر لی ہے۔"

حضرت ابو اُمامہؓ نے جواب دیا۔ "میں بے دین نہیں ہوا بلکہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لایا ہوں۔ مجھے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تمہارے سامنے اسلام اور اس کے احکام پیش کروں۔"

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ کچھ لوگ خون سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ لائے اور وہاں پر موجود سب لوگ مزے لے لے کر یہ خون پینے لگے۔ انہوں نے حضرت ابو اُمامہؓ کے سامنے بھی خون کا پیالہ رکھا مگر انہوں نے اسے پرے ہٹا دیا اور کہا، تم لوگوں پر افسوس ہے میں اس ہستی کے پاس سے آ رہا ہوں جس نے اللہ کے حکم سے اس چیز کو حرام قرار دیا ہے۔

اہلِ قبیلہ ان کی بات سُن کر بہت حیران ہوئے کیونکہ خون ان کا من بھاتا کھاجا تھا اور وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ ان کی یہ مرغوب غذا حرام کیسے ہو سکتی ہے۔ انہوں نے حضرت ابو اُمامہؓ سے کہا، ذرا ہمیں بھی تو بتاؤ وہ حکم کیا ہے جس میں خون کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

اس پر حضرت ابو اُمامہؓ نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی: ——

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ۔ (المائدہ آیۃ-۳)

(تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھُٹ کر، یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا۔)

اس کے بعد انہوں نے اہلِ قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے اسے نہ صرف قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا بلکہ اُلٹا ان پر زور دیا کہ وہ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آئیں۔ اسی اثناء میں حضرت ابو اُمامہؓ کو پیاس محسوس ہوئی تو انہوں نے اہلِ قبیلہ سے پانی مانگا۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک تم اپنا نیا دین ترک نہیں کرو گے تمہیں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں مل سکتا۔

حضرت ابو اُمامہؓ ان کا ظالمانہ جواب سُن کر خاموش ہو گئے اور تپتی ہوئی ریت پر سو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نیند ہی نیند میں پانی پلا کر سیراب کر دیا۔ جب اُٹھے تو مطلق پیاس نہ تھی۔ اُدھر قبیلہ والے اپنی بدخلقی پر پشیمان ہو رہے تھے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ تمہارے سرداروں میں سے ایک طویل سفر کے بعد تمہارے پاس پہنچا لیکن تم نے اس سے یہ سلوک کیا حالانکہ تمہیں اس کے سامنے دودھ اور خرما پیش کرنا چاہیے تھا۔ چنانچہ اب انہوں نے حضرت ابو اُمامہؓ کے

سامنے دودھ اور خرما رکھا مگر انہوں نے اسے چھونا بھی گوارا نہ کیا اور فرمایا :

"اللہ تعالیٰ نے مجھے سیراب کر دیا ہے اور مجھے اس کی ضرورت نہیں۔"

اس کے بعد وہ شب و روز اپنے قبیلے میں تبلیغ اسلام کرنے لگے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا بیان ہے کہ ان کا قبیلہ آخر میں ان کی تبلیغی مساعی سے مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ (الاصابہ)

حضرت ابو امامہؓ کے بعد مطرفؓ بن الکاہن باہلی اپنے قبیلے کی طرف سے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور شرف اسلام سے بہرہ ور ہو کر اپنے قبیلے کے لیے امان حاصل کی۔ آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں ایک دستاویز عنایت فرمائی جس میں فرائض الصدقات کی تفصیل درج تھی۔ پھر اسی قبیلے کی طرف سے نہشلؓ بن مالک وائلی باہلی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں بھی ایک تحریر عطا فرمائی جو ان (نہشلؓ) کے لیے اور ان کی قوم میں سے مسلمان ہونے والوں کے لیے تھی۔ اس تحریر میں اسلام کے قوانین اور احکام کا بیان تھا۔ یہ دستاویز آپ نے سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لکھوائی۔

(طبقات ابن سعد، مستدرک حاکم، الاصابہ، اسد الغابہ)

وفدِ بنی سُلیم

غزوۂ احزاب (۵ھ ہجری) کے بعد جب کفار اپنے گھروں کو لوٹ گئے تو قبیلہ سُلَیم کے ایک شخص قیس بن نشبہ (بروایت دیگر نسیبہ) بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سُنا اور آپؐ سے آسمانوں فرشتوں زمین وغیرہ سے متعلق کچھ سوالات پوچھے۔ آپؐ نے ان سے سات آسمانوں، فرشتوں اور ان کی عبادت کا ذکر کیا اور زمین اور جو کچھ زمین میں ہے اس کو بیان فرمایا۔ وہ اسلام لے آئے اور اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنے قبیلے سے کہا:

"اے بنی سُلَیم! میں نے اہلِ روم و فارس کا کلام، عرب کے کاہنوں کی کہانتیں، اور قبیلہ حِمیَر کے لوگوں کی باتیں سُنی ہیں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ان سب سے مختلف ہے۔ پس تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں میری پیروی کرو —— اگر ان کو غلبہ حاصل ہوا تو تم سب ان سے نفع اٹھاؤ گے اور اگر کوئی دوسری صورت ہوئی تو پھر بھی عرب تمہاری طرف پیشقدمی نہیں کریں گے۔"

حضرت قیسؓ بن نشبہ کی باتیں سُن کر بنو سُلَیم کے بعض لوگ مسلمان ہو گئے۔

بنو سُلَیم کے ایک اور صاحب غادی بن ظالم تھے۔ وہ اپنے قبیلے کے بُت "سُواع" کے پجاری تھے۔ ایک دن وہ بُت خانے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دو لومڑیاں معبد کے اندر گھس آئیں اور آتے ہی اپنی ٹانگیں اٹھا کر سُواع کی مورتی پر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر ان کے دل کی دنیا بدل گئی اور وہ سمجھ گئے کہ جو بُت اتنے بےبس ہیں کہ اپنے سر پر لومڑی کو بھی پیشاب کرنے سے نہیں روک سکتے وہ دوسروں کی کیا حاجت روائی کر سکتے ہیں۔ اس موقع پر ان کی زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا:-

أَرَبٌّ يَبُوْلُ الثُّعْلُبَانُ بِرَأْسِهِ
لَقَدْ ذَلَّ مَنْ بَالَتْ عَلَيْهِ الثَّعَالِبُ

یعنی کیا وہ ذات رب ہو سکتی ہے جس کے سر پر دو لومڑیاں پیشاب کریں۔
بلاشبہ وہ ذلیل ہوا جس پر لومڑیوں نے پیشاب کیا۔

اس کے بعد انہوں نے " سواع " کے بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان سے ان کا نام دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا۔ " غاوی بن ظالم "۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپؐ ناپسندیدہ ناموں کو تبدیل فرما دیا کرتے تھے۔ چونکہ غاوی کے معنی گمراہ اور شریر کے ہوتے ہیں اور ظالم ویسے ہی ناپسندیدہ لفظ ہے اس لیے آپ نے اس نام کو ناپسند کیا اور ارشاد فرمایا:

" تم راشد بن عبد رب ہو۔ " [1]

چنانچہ انہوں نے اسی نام سے شہرت پائی۔ اسی موقع پر انہوں نے قبولِ اسلام کا شرف حاصل کیا۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان کی بہت قدر فرماتے تھے۔ آپؐ نے انہیں ایک تحریری فرمان کے ذریعے سرزمینِ حجاز میں واقع " رھاط " نام کی ایک جگہ بطور جاگیر عطا فرمائی۔ اس فرمان کا مضمون یہ تھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

" یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے راشد بن عبد رب السلمی کو دیا۔ آپ نے ان کو موضع رھاط میں دو تیر کی زد کے بقدر (طول میں) اور ایک پتھر کی زد کے بقدر (عرض میں) زمین عطا فرمائی۔ پس جو شخص بھی اس میں اپنا حق جتائے گا اس کا حق تسلیم نہیں کیا جائے گا اور اصل حق انہیں کا ہے ——— کاتب خالد بن سعید "

---

[1] بعض روایتوں میں راشد بن عبد اللّٰہ اور راشد بن عبد ربہ بھی آتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر حضرت راشدؓ بن عبد ربّ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

خَیْرُ قُرٰی عَرَبِیَّةٍ خَیْبَرُ وَخَیْرُ بَنِیْ سُلَیْمٍ رَاشِدٌ

(عرب کی بستیوں میں بہترین بستی خیبر کی ہے اور بنی سُلیم میں بہترین آدمی راشد ہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت راشدؓ کو اپنی قوم پر عامل مقرر فرمایا۔

فتح مکہ (رمضان ۸ ہجری) سے پہلے بنو سُلیم کا ایک وفد مقام قدید میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد بہ اختلاف روایت نو سو یا ایک ہزار آدمیوں پر مشتمل تھا۔ وفد میں شامل جو حضرات ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے انہوں نے اس موقع پر قبول اسلام کی سعادت حاصل کی اور پھر سب نے فتح مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔ وفد کے قابلِ ذکر افراد میں حضرت عباسؓ بن مرداس (نامور شاعر) حضرت انسؓ بن عیاض اور حضرت راشدؓ بن عبد ربّ تھے۔ ان حضرات نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا:

"یا رسول اللہ! ہمیں لشکر کے ہراول (مقدمہ) میں جگہ دی جائے ہمیں سرخ جھنڈا عنایت فرمایا جائے اور ہمارا نشان مقدم مقرر کیا جائے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سب باتیں منظور فرمائیں۔ فتح مکہ کے بعد یہ اصحاب غزوہ حُنین اور غزوہ طائف میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔

فتح مکہ کے بعد جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُتوں کو پاش پاش کیا تو حضرت راشدؓ بن عبد ربّ نے یہ اشعار کہے:

قَالَتْ هَلُمَّ إِلَى الْحَدِيْثِ فَقُلْتُ لَا
يَأْبَى عَلَيْكَ اللّٰهُ وَالْإِسْلَامُ
لَوْمَا شَهِدْتَ مُحَمَّدًا وَقَبِيْلَهُ
بِالْفَتْحِ حِيْنَ تُكَسَّرُ الْأَصْنَامُ

لما أتيت لنور الله أضحى ساطعاً
والشرك يغشى وجهه الإظلام

(ترجمہ) محبوبہ نے کہا آؤ وصل کی باتیں کریں۔ میں نے کہا، نہیں اب تو
اللہ اور اسلام تمہارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔
اگر تو فتح مکہ کے موقع پر جب بتوں کو توڑا جا رہا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور ان کے قبیلہ کو دیکھتی۔
تو دیکھتی کہ اللہ کا نور تاباں و درخشاں ہے اور شرک کے چہرے پر سیاہی
چھا رہی ہے۔

حضرت عباسؓ بن مرداس نے بھی فتح مکہ کی مسرت میں ایک پُر زور قصیدہ کہا۔
غزوۂ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عباسؓ بن مرداس کو مؤلفۃ القلوب میں شمار کر کے سو اونٹ عنایت فرمائے۔

"سیرۃ ابن ہشام" میں حضرت عباسؓ بن مرداس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے
کہ ان کے والد مرداس ضمار نام ایک بت کی پرستش کیا کرتے تھے۔ انہوں نے عباسؓ
سے کہا کہ ضمار تمہارے نفع نقصان کا مالک ہے اس لیے تم بھی اس کی پوجا کرو۔ چنانچہ
باپ کے حکم کی تعمیل میں وہ بھی اس کو پوجنے لگے۔ ایک دن جب وہ اس کی
پرستش کر رہے تھے تو ایک منادی کی آواز سنی۔ یہ آواز ضماد کی بربادی اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعلان کر رہی تھی۔ حضرت عباسؓ جن کو
اللہ تعالیٰ نے فطرت سلیم عطا کی تھی اور جو زمانہ جاہلیت میں بھی بادہ نوشی سے
نفور تھے، یہ آواز سن کر تھرا اٹھے۔ فوراً بت کو آگ میں جھونک دیا اور سیدھے
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام
ہو گئے۔

حضرت عباسؓ کے قبولِ اسلام کے چند دن بعد بنو سُلیم کے وفد نے بارگاہِ
رسالت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو وہ بھی اس میں شریک ہو گئے۔ ایک روایت کے

مطابق حضرت عباسؓ ہی یہ وفد لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ بن مرداس کو "مذمور" نامی ایک جاگیر عطا فرمائی۔ اس سلسلے میں آپؐ نے ان کو جو تحریری فرمان عنایت فرمایا اس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ عطیہ ہے جو محمد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عباس بن مرداس السلمی کو دیا۔ آپ نے ان کو "مذمور" عطا کیا جو ان کے خلاف حق جتلائے گا اس کا کوئی حق نہیں اصل حق انہیں کا ہے۔

کاتب اور گواہ علاء بن عقبہ

(سیرۃ ابنِ ہشام۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ اُسد الغابہ۔ فرامینِ نبوی)

وفدِ بنی خُشَین

صلح حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ ہجری) سے کچھ پہلے بنو خُشَین میں سے حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوئے۔ اس کے بعد بیعتِ رضوان کی سعادت حاصل کی۔ ان کے بعد باختلافِ روایت بنو خُشَین کا سات یا نو آدمیوں پر مشتمل ایک وفد مدینہ منورہ آیا اور حضرت ابو ثعلبہؓ کے ہاں قیام کیا۔ پھر انہوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر شرفِ اسلام و بیعت حاصل کیا اور اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے۔ (طبقات ابنِ سعد)

وفدِ بنی جُذام

غزوۂ خیبر (محرم ۷ھ) سے پہلے بنو جُذام کے ایک صاحب رفاعہؓ بن زید بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک غلام ہدیۃً پیش کیا اور صدقِ دل سے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ آپؐ نے انہیں ان کی قوم کے نام ایک مکتوب دیا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ مکتوب محمدؐ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے رفاعہ بن زید کو دیا گیا۔ یہ ان کی قوم کے لیے ہے اور ان کے لیے بھی جو اس کے ساتھ مل کر دعوت الی اللہ کا کام کریں۔ پس جو یہ دعوت قبول کرے وہ حزب اللہ میں داخل ہے اور جو انکار کرے اس کے لیے دو ماہ کی مہلت ہے۔"

حضرت رفاعہؓ یہ مکتوب لے کر اپنے قبیلے کے پاس آئے اور اہلِ قبیلہ کو دعوتِ اسلام دی تو وہ مسلمان ہو گئے۔ اس کے کوئی تین سال بعد بنی جُذام کے ایک مردِ حق فروہؓ بن عمرو کا واقعۂ شہادت پیش آیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

فروہؓ بن عمرو الجذامی کی شہادت

بنو جُذام کے ایک صاحب فروہ بن عمرو بن النافرہ قسطنطنیہ کی رومی سلطنت کی طرف سے عرب کے شمالی حصے کے حاکم (گورنر) تھے۔ ان کا دارالحکومت عمان تھا اور فلسطین کا متصلہ علاقہ بھی انہی کی حکومت میں تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں دعوتِ اسلام ملی تو انہوں نے اسے دل و جان سے قبول کر لیا۔ پھر ایک قاصد کو اپنے اسلام کی اطلاع دینے کے لیے بارگاہِ رسالت میں بھیجا اور

اس کے ہاتھ ایک سفید خچر بھی بطور ہدیہ روانہ کیا[1] جب شاہِ روم کو حضرت فروہؓ کے قبولِ اسلام کی اطلاع ملی تو انہیں حکومت سے واپس بلا لیا۔ پہلے تو انہیں ترغیب دی کہ اسلام سے پھر جائیں مگر جب انہوں نے انکار کیا تو ان کو قید کر دیا۔ جب قید و بند کی صعوبتیں بھی حضرت فروہؓ کو اسلام سے منحرف نہ کر سکیں تو شاہِ روم نے حکم دیا کہ انہیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ رومیوں نے انہیں فلسطین میں عفرا نامی ایک چشمے (یا تالاب) کے کنارے پھانسی دینے کا اہتمام کیا۔ حضرت فروہؓ کو پھانسی کے نیچے لایا گیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھے:

أَلَا هَلْ أَتَى سَلْمَىٰ بِأَنَّ حَلِيلَهَا ... عَلَىٰ مَاءِ عَفْرَا فَوْقَ إِحْدَى الرَّوَاحِلِ

عَلَىٰ نَاقَةٍ لَمْ يَضْرِبِ الْفَحْلُ أُمَّهَا ... مُشَذَّبَةٍ أَطْرَافُهَا بِالْمَنَاجِلِ

(کیا سلمیٰ کو یہ خبر مل چکی ہے کہ اس کا شوہر عفرا تالاب کے کنارے ایک سواری پر سوار ہے۔ وہ ایسی اونٹنی پر سوار ہے جس کی ماں کے پاس نر نہیں گیا اور اس کے ہاتھ پاؤں درانتیوں سے کاٹ دیئے گئے ہیں۔)

جان دینے سے پہلے انہوں نے یہ شعر بھی پڑھا:

بَلِّغْ سَرَاةَ الْمُسْلِمِينَ بِأَنَّنِي ... سِلْمٌ لِرَبِّي أَعْظُمِي وَمَقَامِي

(مسلمانوں کے سردار کو یہ خبر پہنچا دو کہ میں اپنی ہڈیاں اور اپنے مقام کو اپنے رب کے سپرد کرنے والا ہوں)

اس کے بعد انہوں نے ہنسی خوشی جامِ شہادت پی لیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن ... خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

یہ واقعہ سنہ ۱۰ ہجری کا ہے۔ (طبقات ابن سعد۔ بذل القوۃ۔ رحمۃ للعالمین)

---

[1] ایک اور روایت کے مطابق فروہؓ بن عمرو نے یہ تحائف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھیجے۔ فضہ نامی سیاہ و سفید خچر۔ ظرف نامی گھوڑا۔ یعفور نامی گدھا (وہ یعفور دوسرا تھا جو مقوقس والی مصر نے حضورؐ کو ہدیۃً بھیجا تھا)۔ سندس (ایک قیمتی کپڑے) کی قبا جس پر سنہری کام کیا ہوا تھا اور ان کے علاوہ بہت سے کپڑے اور دوسری اشیاء۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تحائف قبول فرما لیے۔ (بذل القوۃ از مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ)

وفدِ بلہجیم

قبیلۂ بلہجیم کا ایک وفد ہجرتِ نبویؐ کے بعد کسی وقت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے ایک رکن ابو جُرَی جابرؓ بن سُلیم نے مدینہ میں اپنی آمد کا حال اس طرح بیان کیا ہے:

"میں اپنے قبیلے کی ایک جماعت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں ایک قطری تہبند باندھے ہوئے تھا جس کے کنارے میرے قدموں تک تھے اور میں چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؐ مجھے کچھ سکھایئے جس سے اللہ مجھے نفع دے۔ آپؐ نے فرمایا، تم ذراسی بھلائی کو حقیر نہ جانو اگرچہ تم اپنے برتن سے پیاسے کے برتن میں پانی ڈال دو اور یہ کہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو اور جب وہ چلا جائے تو اس کی غیبت نہ کرو۔"

(اُسد الغابہ)

سُنَنِ ابی داؤد میں حضرت ابو جُرَی جابرؓ بن سُلیم کا بیان اس طرح نقل ہوا ہے:

"میں مدینہ پہنچا، میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ لوگ ان کی رائے پر چلتے ہیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں؟ انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں آپؐ کے پاس گیا اور کہا "عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللهِ"۔ میں نے دو مرتبہ یہ الفاظ کہے۔ آپؐ نے فرمایا عَلَيْكَ السَّلَامُ نہ کہو یہ مُردوں کا سلام ہے۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ کہو۔

میں نے عرض کیا۔ "آپ اللہ کے رسول ہیں؟"

آپؐ نے فرمایا "ہاں، میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ کسی تکلیف اور دکھ میں تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے دکھ اور تکلیف کو دُور کر دے اور اگر تم قحط سالی

میں مبتلا ہو جاؤ اور تم اس سے دعا کرو تو وہ تمہارے لیے زمین سے سبزہ پیدا کر دے اور آبادی سے دور کسی جنگل بیابان میں تمہاری سواری کا جانور گم ہو جائے اور تم اس سے دعا کرو تو وہ تمہارا گمشدہ جانور تمہارے پاس پہنچا دے۔"

یہ سن کر میں نے عرض کیا: "مجھ کو نصیحت فرمائیے۔"

آپؐ نے فرمایا: "تم کبھی کسی کو گالی نہ دینا، کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھو (گو اسی قدر ہو کہ تم اپنے ڈول سے کسی پیاسے کے برتن میں پانی ڈال دو یا اپنے بھائی سے شگفتہ روئی سے بات کر لو) اور اپنا تہبند (یا ازار) آدھی پنڈلیوں تک اونچا رکھو اور تہبند (یا ازار) کو زیادہ نیچا لٹکانے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ کو (مخلوق کا) تکبر پسند نہیں۔ اور اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے اور تم کو تمہارے اس عیب پر شرم دلائے جو اس کو معلوم ہے تو تم اس کے اس عیب پر جو تم کو معلوم ہے اس کو شرم نہ دلاؤ اس طرح اس کی زبان درازی کا وبال اسی کی گردن پر ہوگا۔ (ابوداؤد)

وفدِ بنی قیس

ہجرتِ نبویؐ کے بعد (کسی وقت) بنو قیس بن ثعلبہ کے ایک صاحب قیسؓ بن خرشہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

" یا رسول اللہ! جو کچھ آپ پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، میں اس پر ایمان لاتا ہوں، میں ہمیشہ سچ بولوں گا۔ اسی اسلام اور حق گوئی پر میں آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کرتا ہوں۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" عنقریب تمہیں ایسے حاکموں سے سابقہ پڑے گا جن کے سامنے (شاید) تم حق گوئی سے کام نہ لے سکو۔"

انہوں نے عرض کیا: ـــــــ " نہیں یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں جس چیز پر آپؐ سے بیعت کرتا ہوں اس کو ضرور پورا کروں گا۔"

حضورؐ نے فرمایا: ـــــــ " اگر ایسا ہے تو ان شاء اللہ تم کو کوئی نقصان بھی نہ پہنچے گا۔"

اہلِ سِیَر کا بیان ہے کہ حضرت قیسؓ بن خرشہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عہد کیا اسے زندگی بھر ہر حال میں نباہا اور کسی بڑی سے بڑی شخصیت کے سامنے بھی اعلائے کلمۃ الحق سے کبھی گریز نہ کیا۔

(اُسدُ الغابہ - الاستیعاب)

وفدِ قریش

ذیقعدہ سنہ ۶ ہجری میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے بجانب مکہ روانہ ہوئے۔ اس وقت چودہ سو (بروایت دیگر پندرہ سو) جاں نثار آپؐ کے ہم رکاب تھے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھی اور عمرہ کا احرام باندھا۔ صحابۂ کرامؓ نے بھی آپؐ کی تقلید کی۔ اس کے بعد آپ آگے چلے۔ قریشِ مکہ کو کسی طرح خبر پہنچ گئی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ مکہ آرہے ہیں۔ انہوں نے فوراً ایک مجلسِ شوریٰ منعقد کی جس میں فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو کسی صورت میں مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے لڑائی کی پوری تیاری کر لی اور کئی مشرک قبائل کو بھی اپنی مدد کے لیے اکٹھا کر لیا۔ اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ احتیاط حضرت بسرؓ بن سفیان خزاعی کو قریش کے حالات معلوم کرنے کے لیے آگے بھیجا (قریش کو ان کے اسلام لانے کا حال معلوم نہیں تھا) انہوں نے عسفان کے مقام پر آکے سے واپس آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ قریش نے مزاحمت کا فیصلہ کیا ہے اور وہ جنگ کے لیے آمادہ ہیں تاہم آپؐ نے پیش قدمی جاری رکھی۔ آگے جاکر آپؐ نے رُخ بدل لیا اور عام راستے سے ذرا ہٹ کر چلتے ہوئے حدیبیہ پہنچ گئے[1] آپؐ نے اسی جگہ کو قیام کے لیے مناسب سمجھا اور اپنے ساتھیوں کو وہیں خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔

---

[1] ایک روایت کے مطابق حضرت خالدؓ بن ولید (جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے) مشرکین کا ایک دستہ (جس کی تعداد دو سو بیان کی جاتی ہے) لے کر مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لیے کراع الغمیم پہنچ گئے۔ چونکہ حضورؐ کا ارادہ قریش سے لڑنے کا نہ تھا اس لیے آپ راستہ تبدیل کر کے (پرصعوبت سفر کے بعد) حدیبیہ پہنچ گئے۔ آج کل اس مقام کا نام شمیسی ہے۔

علّامہ ابن قیمؒ نے "زاد المعاد" میں بیان کیا ہے کہ حدیبیہ میں (میدان کے آخری کنارے پر) ایک گڑھا (بروایت دیگر کنوآں) تھا۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا جو جلد ہی ختم ہوگیا۔ مسلمانوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پیاس کی شکایت کی تو آپؐ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا کہ اس کو گڑھے میں ڈال (گاڑ) دیا جائے۔ اس کو ڈالتے ہی پانی گڑھے میں جوش مارنے لگا۔ سب لوگ اس سے سیراب ہوگئے اور اپنے اپنے برتن بھی بھر لیے۔

حدیبیہ میں بنو خزاعہ کے سردار بدیلؓ بن ورقاء (جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے) اپنے قبیلے کے چند آدمیوں کے ساتھ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ آپ کی آمد کا مقصد کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے بلکہ صرف بیت اللّٰہ کی زیارت اور اس کے طواف کے لیے آئے ہیں۔

بدیلؓ نے آپؐ کو بتایا کہ قریش آپ کو مکّہ میں داخل ہونے اور بیت اللّٰہ کی زیارت سے روکنے پر بضد ہیں خواہ خون خرابہ ہی کیوں نہ ہو۔

آپؐ نے فرمایا، یہ حرام مہینہ ہے۔ اگر قریش چاہیں تو کچھ مدت مقرر کرلیں تاکہ جنگ و جدل کی نوبت نہ آئے اور وہ میرے اور لوگوں کے درمیان کا راستہ چھوڑ دیں، اور اگر وہ چاہیں تو اسی گروہ میں شامل ہو جائیں جس میں اور لوگ شامل ہوئے ہیں ورنہ انہیں کچھ مدت آرام کا موقع تو مل ہی جائے گا (یا یہ کہ مجھے دوسرے مشرکین سے نبرد آزما ہونے کے لیے چھوڑ دیں۔ اگر میں مغلوب ہوگیا تو ان کا مقصد پورا ہو جائے گا) اور اگر قریش جنگ کے سوا کسی چیز پر رضامند نہ ہوئے تو اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں دینِ حق کی خاطر لڑتا رہوں گا تاآنکہ اللّٰہ تعالیٰ اس کو غالب فرمائے یا میرا سر تن سے جدا ہو جائے۔

بدیلؓ نے یہ ساری گفتگو قریش کو جا سنائی اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ مسلمانوں کو مکّہ میں داخل ہونے سے نہ روکیں مگر قریش نے ان کا مشورہ قبول نہ کیا اور احابیش[1] کے سردار حُلیس بن علقمہ کو حضورؐ کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپؐ کو

---

[1] احابیش، مکّہ کے نواحی علاقوں میں بسنے والے چند قبائل کا مجموعہ تھا۔ قریش سے ان کے حلیفانہ تعلقات تھے۔

واپس جانے پر آمادہ کرے۔ حُلَیس نے حدیبیہ پہنچ کر دیکھا کہ تمام مسلمان احرام باندھے ہوئے ہیں۔ ہدی کے اونٹ کھڑے ہیں جن کی گردنوں میں قلادے پڑے ہوئے ہیں اور یہ لوگ فی الواقع لڑنے کے لیے نہیں بلکہ بیت اللہ کے طواف کے لیے آئے ہیں تو وہ حضورؐ سے کوئی بات کیے بغیر واپس چلا گیا اور قریش سے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ لوگ بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں اگر تم ان کو روکو گے تو ہم تمہارا ساتھ نہیں دیں گے۔

اب قریش نے بنو ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود کو (جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے) اپنا نمائندہ بنا کر حضورؐ سے گفتگو کے لیے بھیجا۔ آپؐ نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو بدیلؓ بن ورقا خزاعی کو دیا تھا۔ عروہؓ نے واپس جا کر قریش کو جو کچھ بتایا اس کی تفصیل ذکر بنی ثقیف کے حالات میں دی گئی ہے۔ انہوں نے بھی قریش کو مشورہ دیا کہ وہ حضورؐ کی تجویز مان لیں اور کچھ مدت کے لیے ان سے صلح کر لیں مگر قریش نے ان کا مشورہ بھی قبول نہ کیا اور اپنی ضد پر اڑے رہے۔

ایلچیوں کی آمد و رفت کے دوران میں مشرکین میں سے بعض نے بڑی اشتعال انگیز حرکتیں کیں، یہاں تک کہ حضورؐ کے ایک ایلچی حضرت خراشؓ بن امیہ کے اونٹ "ثعلب" کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور ان کو قتل کرنے کے درپے ہوئے مگر کچھ سمجھ دار آدمیوں کے بیچ بچاؤ کرنے سے ان کی جان بچ گئی۔ مسلمانوں نے ایسی تمام حرکتوں کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ بالآخر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا۔ انہوں نے قریش کے سرداروں سے مل کر انہیں ہر قسم کی اونچ نیچ سمجھائی اور مسلمانوں کے راستے سے ہٹ جانے کی ترغیب دی مگر انہوں نے صرف یہ جواب دیا کہ اگر تم طواف کرنا چاہتے ہو تو کر لو (دوسرے مسلمانوں کو ہم مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے) حضرت عثمانؓ نے فرمایا، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کر لیں گے میں اس وقت تک طواف نہیں کر سکتا۔ اس پر قریش مشتعل ہو گئے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کو مکہ میں روک لیا۔

اُدھر مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مشرکین نے حضرت عثمان کو شہید کر ڈالا ہے۔

اب مزید تحمل کا کوئی موقع نہ تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام ساتھیوں کو ایک درخت کے نیچے جمع کیا اور ان سے اس بات پر بیعت لی کہ ہم عثمان کا بدلہ لینے کے لیے مشرکین سے لڑیں گے اور مرتے دم تک پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ حضورؐ نے خود اپنا دست مبارک تھاما اور فرمایا، یہ عثمان کی طرف سے ہے۔ اس بیعت کا ذکر قرآن حکیم میں اس طرح کیا گیا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

(اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے)

اس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مومنوں کو خوشخبری سنائی ہے کہ وہ ان سے راضی ہو گیا جب وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر سرفروشی کی بیعت کر رہے تھے ——— بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر غلط تھی۔ حضرت عثمانؓ خود بھی واپس آ گئے اور قریش کی طرف سے ان کے ایک سربرآوردہ رئیس (اور شعلہ بیان خطیب) سہیل بن عمرو (جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے) کی قیادت میں ایک وفد حدیبیہ پہنچ گیا۔ اس کا مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی گفتگو کرنا تھا۔ (قریش کو یہ خبر مل چکی تھی کہ مسلمان مرنے مارنے پر تیار ہو چکے ہیں۔ یہی بات ان کو صلح کی گفتگو پر آمادہ کرنے کی محرک ہوئی) طویل گفت و شنید کے بعد جن شرائط پر فریقین میں صلح ہو گئی وہ یہ تھیں:

(۱) دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ بند رہے گی۔ اس دوران میں لوگ امن سے رہیں گے اور ایک دوسرے سے رکے رہیں گے۔

(۲) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں میں سے (آئندہ) جو حج، عمرہ، زیارت یا تجارت کے لیے مکہ آئیں ان کی جان و مال کو امان و تحفظ حاصل رہے گا اور قریش کا جو شخص تجارت کے لیے مصر یا شام (بروایت دیگر عراق یا مصر) جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے، اس کی جان و مال کو امان و تحفظ حاصل رہے گا۔

(۳) اس دوران میں قریش کا جو شخص اپنے ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر بھاگ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائے گا تو آپ اسے واپس کر

دیں گے اور آپؐ کے ساتھیوں میں سے اگر کوئی قریش کے پاس چلا جائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۴) قبائلِ عرب میں سے جو محمدؐ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہے گا وہ ایسا کر سکے گا اور جو قریش کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہے گا اسے بھی اس کا اختیار ہے۔

(۵) محمدؐ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) اس سال واپس جائیں گے اور مکہ میں داخل نہ ہوں گے البتہ آئندہ سال وہ عمرے کے لیے مکہ آکر تین دن یہاں ٹھہر سکتے ہیں بشرطیکہ میان میں پڑی ہوئی ایک ایک تلوار لے کر آئیں اس کے سوا اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔ ان تین دنوں میں اہلِ مکہ ان کے لیے شہر خالی کر دیں گے مگر واپس جاتے ہوئے وہ یہاں کے کسی شخص کو ساتھ لے جانے کے مجاز نہ ہوں گے۔

یہ بھی طے پایا کہ معاہدۂ صلح تحریری دستاویز کی صورت میں تیار کیا جائے۔ چنانچہ حضورؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علی رَضِی اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ کو حکم دیا کہ معاہدہ لکھو۔ وہ لکھنے بیٹھے تو ارشاد ہوا کہ لکھو :۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سہیلؓ بن عمرو نے چمک کر کہا، جہاں تک " رحمان " کا تعلق ہے واللہ ہم اس سے واقف نہیں ہیں، پُرانے دستور کے مطابق بِاسْمِكَ اللّٰھُمَّ لکھو۔ اس پر بعض صحابہؓ نے فرمایا، ہم تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہی لکھیں گے حضورؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمایا بِاسْمِكَ اللّٰھُمَّ ہی لکھ دو۔ پھر آپؐ نے فرمایا، لکھو، یہ وہ ہے جس کا اللہ کے رسول نے معاہدہ کیا۔

سہیلؓ بولے، خدا کی قسم اگر ہمارا اس پر ایمان ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے کیوں روکتے اور آپ سے جنگ کیوں کرتے آپ اس کی جگہ محمدؐ بن عبداللہ لکھیں ——— حضورؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نہایت تحمل سے فرمایا، میں اللہ کا رسول ہوں خواہ تم نہ مانو ——— اچھا اے علیؓ! یہی ———

محمد بن عبداللہ لکھ دو اور "رسول اللہ" کے الفاظ مٹا دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (جوشِ ایمان میں) عرض کیا، یا رسول اللہ! خدا کی قسم مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا مجھے اس کی جگہ دکھاؤ۔ انہوں نے دکھائی تو آپ نے خود یہ الفاظ مٹا دیئے۔

عین اس وقت جب معاہدہ لکھا جا رہا تھا ایک دردناک واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ سہیل بن عمرو کے اپنے صاحبزادے ابو جندل جو اسلام لا چکے تھے اور جنہیں کافروں نے مکہ میں قید کر رکھا تھا کسی نہ کسی طرح بھاگ کر اچانک وہاں آ پہنچے۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور زخموں سے خون رس رہا تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی کہ مجھے اس حبسِ بے جا سے نجات دلائی جائے۔ پھر انہوں نے مسلمانوں کو اپنے زخم دکھلائے اور کہا اے بھائیو! کیا تم مجھے پھر اسی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو۔ ان کی حالت دیکھ کر مسلمان تڑپ اٹھے۔ مگر سہیل نے کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پہلا شخص ہے جس کی واپسی کا مطالبہ (عہد نامہ کی رو سے) میں آپ سے کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابھی تو تحریر مکمل بھی نہیں ہوئی۔

سہیل نے کہا، اگر ایسا ہے تو پھر میں کسی بات پر آپ سے معاملہ کرنے پر تیار نہیں۔ (یا یہ کہ صلحنامے کی تحریر خواہ مکمل نہ ہوئی ہو لیکن شرائط تو ہمارے اور آپ کے درمیان طے ہو چکی ہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگرچہ شرائط طے ہو چکی ہیں لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ابو جندل کو میرے پاس رہنے دو۔

سہیل نے یہ بات منظور نہ کی اور اصرار کیا کہ لڑکے کو میرے حوالے کر دیا جائے۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حجت تسلیم فرمائی اور ابو جندل کو ان کے حوالے کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حضرت ابو جندل سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"ابو جندلؓ، صبر و ضبط سے کام لو، اللہ تمہارے لئے اور دوسرے مظلوموں کے لیے کوئی راہ نکالے گا۔ بہر حال اب صلح ہو چکی ہے اور ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔"[1]

صلح نامۂ حدیبیہ پر مسلمانوں کی طرف سے ان اصحاب نے گواہی ثبت کی:
حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت محمودؓ بن مسلمہ اور حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح۔
قریش کی طرف سے مکرز بن حفص اور حویطب بن عبدالعزیٰ نے گواہی ثبت کی۔
صلحنامہ سے فارغ ہونے کے بعد حضورؐ نے قربانی کے جانوروں کو ذبح کرایا اور حلق کرایا۔ صحابہؓ نے بھی آپؐ کا اتباع کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے مدینہ منورہ کو مراجعت فرمائی۔ راستے میں سورۂ فتح نازل ہوئی جس میں آپؐ سے مخاطب ہو کر فرمایا گیا کہ اے نبیؐ اللہ نے تم کو کھلی فتح عطا کی۔
بظاہر اس صلح کی شرائط مسلمانوں کے لیے توہین آمیز معلوم ہوتی تھیں لیکن فی الحقیقت (فرمانِ خداوندی کے مطابق) یہ صلح ان کی فتح مبین تھی۔ آئندہ دو تین سال میں تاریخ نے اس حقیقت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ اس صلح کے نتیجے میں امن و امان قائم ہوا اور اسلام اس تیزی سے پھیلا کہ مسلمان عرب کی سب سے بڑی اور غالب قوت بن گئے۔

---

[1] کچھ عرصہ بعد حضرت ابو جندلؓ کفار کے پنجۂ ستم سے نکل کر اپنے جیسے ہی ایک ستم رسیدہ مسلمان ابو بصیرؓ کے پاس عیص (مکہ سے شام جانے والے کاروانی راستے پر سمندر کے نزدیک ایک مقام) پہنچ گئے۔ وہاں سے انہوں نے اپنی جمعیت کے ساتھ قریش کے تجارتی قافلوں پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔ آخر قریش تنگ آکر حضورؐ سے درخواست کی کہ اس شرط کو منسوخ کر دیا جائے جس کی رو سے مسلمان قریش سے جان چھڑا کر جانے والے آدمیوں کو واپس کرنے کے پابند تھے۔

وفدِ جہینہ

اس قبیلہ میں سب سے پہلے ایک سعید الفطرت شخص عمروؓ بن مرۃ الجہنی نے اسلام قبول کیا۔ وہ اپنے قبیلے کے بُت خانہ کے متولی تھے اور بڑی عزت وحشمت کی زندگی گزار رہے تھے۔ ہادیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے بلا تامل اس دعوت پر لبیک کہا۔ اپنے بُت خانے کو آگ لگا دی اور اس میں نصب بُت کو ہتھوڑے سے توڑ کر دریا میں پھینک دیا۔ اس کے بعد سیدھے مدینہ منورہ پہنچے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ قبولِ اسلام کے بعد کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں مقیم رہ کر حضرت معاذؓ بن جبل سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر حضورؐ کے ایماء پر اشاعتِ اسلام کے لیے اپنے قبیلے میں واپس گئے اور ایسی تندہی کے ساتھ حق کی تبلیغ کی کہ بہت تھوڑی مدت میں سوائے ایک بدبخت شخص کے سارا قبیلہ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ فتح مکّہ سے پہلے اس قبیلہ کا ایک دو رکنی وفد سرورِ عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے "سیرۃ النبیؐ" میں لکھا ہے کہ بنو جہینہ ایک ہزار کی جمعیت لے کر مدینہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔ وفد کے ایک رکن کا نام عبدالعزّیٰ ابن بدر تھا۔ حضورؐ اس قسم کے جاہلی ناموں کو سخت ناپسند فرماتے تھے چنانچہ آپؐ نے عبدالعزّیٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "تم آج سے عبداللہ بن بدر ہو۔"

قبیلہ جہینہ بنی غیان کی شاخ تھا۔ غیان کے معنی چونکہ سرکشی کے ہوتے ہیں اس لیے حضورؐ نے اس کا نام بھی بدل دیا اور فرمایا "آئندہ تمہارا قبیلہ "بنی رشدان" کہلائے گا۔ (یعنی ہدایت یافتہ لوگ) جس وادی میں ان لوگوں کا مسکن تھا اس کا نام غولی (یعنی گمراہی) تھا۔ حضورؐ نے فرمایا، "آئندہ تم اس کو وادیٔ رُشد کہا کرو۔" فتح مکّہ کے وقت اس قبیلہ کے بہت سے افراد حضورؐ کے ہمرکاب تھے اور قبیلے کا جھنڈا حضرت عبداللہؓ بن بدر (مذکور) کے پاس تھا۔ فتح مکّہ کے بعد یہ لوگ مدینہ منورہ میں آباد ہو گئے۔ علامہ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے ان لوگوں کو مسجد بنانے کے لیے بطورِ خاص زمین مرحمت فرمائی۔ (طبقات ابن سعد، سیرۃ النبیؐ)

وفدِ بنی خُزاعہ

ذیقعدہ سنہ ۶ ہجری میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اور قریش مکہ کے مابین "صلحنامہ حدیبیہ" معرضِ تحریر میں آیا۔ اس معاہدہ کی ایک شرط یہ تھی کہ جو عرب قبیلہ قریش مکہ کا حلیف ہوگا، مسلمان اور ان کے حلیف اس کو قریش کی طرح ہی سمجھیں گے اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ اسی طرح جو قبیلہ مسلمانوں کا حلیف ہوگا، قریش مکہ اور ان کے حلیف ان کو مسلمانوں کے برابر ہی سمجھیں گے اور اس پر کوئی زیادتی نہیں کریں گے۔

اس صلحنامہ کے بعد بنو خزاعہ نے مسلمانوں سے حلیفانہ تعلقات قائم کر لیے اور بنو بکر نے قریش مکہ سے۔ مگر ابھی اس معاہدے پر دو سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ بنو بکر اور قریش مکہ نے اس شرط کو توڑ ڈالا۔ ہوا یوں کہ شعبان سنہ ۸ ہجری میں قریش کی شہ پا کر بنو بکر کی ایک شاخ بنو نفاثہ نے بنو خزاعہ کو غافل پا کر ان پر حملہ کر دیا۔ یہ لوگ وادیٔ مکہ کے اسفل میں وتیر نامی ایک چشمے کے قریب آباد تھے۔ بنو نفاثہ نے ان پر شب خون مار کر بیس خزاعیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بنو خزاعہ کے دوسرے لوگ وہاں سے بھاگے مگر بنو بکر کی دوسری شاخ بنو الدیل نے ان کا تعاقب کر کے انھیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس کام میں مشرکین قریش نے بھی ان کی مدد کی اور ان کے بعض آدمیوں نے چہروں پر نقاب ڈال کر بنو خزاعہ کے قتل و غارت میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ بنو خزاعہ کے لوگوں نے حرم شریف میں پناہ لی مگر ان ظالموں نے وہاں بھی ان کو نہ چھوڑا۔ اس طرح وہ نہ صرف عہد شکنی کے مرتکب ہوئے بلکہ انھوں نے بیت اللہ کی حرمت کو بھی پامال کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بنو خزاعہ نے حرم شریف میں پناہ لی تو بنو بکر کے بعض لوگوں نے اپنے سردار سے کہا کہ یہ حرم کی سرزمین ہے یہاں خونریزی نہ کرو۔ مگر اس نے جوشِ انتقام

میں ان سے کہا، اے بنوبکر تم حرم میں چوریاں کر سکتے ہو تو خون کیوں نہیں بہا سکتے؟ تمہارے لیے اپنے دیرینہ دشمن کا صفایا کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔ چنانچہ بنو بکر نے بے دریغ بنو خزاعہ کا خون بہایا۔

اس سانحہ کے بعد مظلوم بنو خزاعہ نے چالیس آدمیوں کا ایک وفد مرتب کیا۔ یہ وفد عمرو بن سالم کی سرکردگی میں مدینہ منورہ پہنچا۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ وفد سیدھا مسجد نبوی میں پہنچا اور حضورؐ کا نام لے کر دہائیاں دینی شروع کر دیں پھر عمرو بن سالم نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! ہم آپؐ کے ذمہ میں ہیں، آپ کے حلیف ہونے کے بدلے میں ہمارا خون گلی کوچوں میں پانی کی طرح بہایا گیا ہے۔ اب تو حرم کعبہ میں بھی ہمیں امان نہیں ملتی۔ پھر انہوں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے:

يَا رَبِّ إِنِّي نَاشِدٌ مُحَمَّدًا ... حِلْفَ أَبِيْنَا وَأَبِيْهِ الْأَتْلَدَا

قَدْ كُنْتُمْ وُلْدًا وَكُنَّا وَالِدًا ... ثُمَّتَ أَسْلَمْنَا وَلَمْ نَنْزِعْ يَدَا

فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا أَعْتَدَا ... وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَأْتُوا مَدَدَا

فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا ... إِنْ سِيْمَ خَسْفًا وَجْهُهُ تَرَبَّدَا

فِي فَيْلَقٍ كَالْبَحْرِ يَجْرِيْ مُزْبِدَا ... إِنَّ قُرَيْشًا أَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا

وَنَقَضُوْا مِيْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا ... وَجَعَلُوْا لِيْ فِيْ كَدَاءٍ رُصَّدَا

وَزَعَمُوْا أَنْ لَسْتُ أَدْعُوْ أَحَدًا ... وَهُمْ أَذَلُّ وَأَقَلُّ عَدَدَا

هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هُجَّدًا ... وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَسُجَّدًا

(ترجمہ)

"اے میرے پروردگار میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ عہد یاد دلانا چاہتا ہوں جو ہمارے اور ان کے آباؤ اجداد کے درمیان پہلے طے پایا تھا جو ایک ہی گھرانے کے افراد تھے۔

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت آپ بچے تھے اور ہم عمر میں آپ

سے آگئے تھے۔
پھر ہم اسلام لائے اور (آپ کی) بیعت سے ہاتھ نہیں کھینچا۔
اللہ آپ کو ہدایت سے سرفراز کرے آپ ہماری بھاری مدد فرمائیں
اور اللہ کے دوسرے بندوں کو ہماری مدد کے لیے بلائیں۔ ان کفار کے
درمیان رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تنہا گھر گئے ہیں۔ جب آپؐ کو ان
کی طرف سے ایذا پہنچائی جاتی ہے تو رنج کے آثار آپ کے چہرہ مبارک
پر نمودار ہوتے ہیں۔
آپ ایک ایسی عظیم فوج کے قلب میں موجود ہیں جو سمندر کی موجوں
کی طرح ٹھاٹھیں مارتی ہوئی چلتی ہے۔
بلاشبہ قریش نے آپؐ سے وعدہ خلافی کی اور آپؐ سے کیا ہوا پکا معاہدہ
تک توڑ ڈالا۔
کفار نے ہمیں پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا کر دیا اور مقام کداء
میں ہمارے لیے کمین گاہ قائم کی ہے۔
انہیں یہ زعم ہو گیا کہ ہم کسی کو اپنی مدد کے لیے نہ بلا سکیں گے حالانکہ
وہ نہایت درجہ ذلیل ہیں اور تعداد میں بھی بہت کم ہیں۔
انہوں نے ہم کو وتیر میں جا لیا، ہم پر شب خون مارا اور ہم کو رکوع
اور سجدے کی حالت میں قتل کیا۔"
رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بنو خزاعہ کی فریاد سن کر بے حد دکھ کا اظہار
فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ اشکبار ہو گئے اور فریادیوں سے دریافت کیا۔
"کیا بنو بکر کے تمام قبائل اس قتل و غارت میں شریک تھے؟"
انہوں نے عرض کیا۔ "نہیں صرف بنو نفاثہ اور بنی الدیل شریک تھے۔"
حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ "اے عمرو بن سالم (اطمینان رکھو) ہم ضرور
تمہاری مدد کریں گے۔"

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ اپنی ردائے مبارک کھینچتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا، اگر میں نے تمہاری ایسی مدد نہ کی جیسی خاص اپنی جان کی کرتا ہوں تو گویا میں نے تمہاری کچھ مدد نہ کی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں ان کا ایسا ہی دفاع کروں گا جیسا خود اپنی جان اور اپنے اہلِ بیت کا کرتا ہوں۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (بنو خزاعہ کی فریاد سن کر) اس قدر غضب ناک ہوئے جیسے کبھی بنو کعب پر ہوئے تھے۔ آپؐ نے عمرو بن سالم اور ان کے رفقاء کو حکم دیا کہ تم ابھی واپس چلے جاؤ اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں الگ الگ چھپ جاؤ۔ آپؐ نے یہ حکم اس لیے دیا کہ آپؐ ان کی مدد کو مخفی رکھنا چاہتے تھے۔

ابنِ جریر طبریؒ اور ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ اس وفد کے جانے کے بعد بُدیل بن ورقہ خزاعیؓ چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ منوّرہ آئے اور سیدھے بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بھی بنو بکر اور مشرکین قریش کی ستم رانیوں کی لرزہ خیز داستان آپؐ کو سنائی اور آخر میں عرض کیا کہ ہم پر یہ ظلم اس لیے ہوا ہے کہ ہم مسلمانوں کے حلیف ہیں۔ سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے بھی مدد کا وعدہ فرمایا۔

(تاریخ طبری۔ الکامل ابنِ اثیر۔ اُسد الغابہ۔ الاصابہ۔ محمد رسول اللہؐ از شیخ محمد رضا)

وفدِ ابی سفیانؓ

بنی خزاعہ کے وفد کے جانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفیر یہ پیغام دے کر قریش مکہ کے پاس بھیجا کہ ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک قبول کرلو:

۱۔ بنو خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دو۔
۲۔ یا بنو بکر کی حمایت (حلیفی) سے دست کش ہو جاؤ
۳۔ یا معاہدہ حدیبیہ کی تنسیخ کا اعلان کردو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر نے مکہ جاکر قریش کے سامنے یہ شرطیں رکھیں تو ان میں سے بعض نے کہا کہ پہلی اور دوسری شرط نامنظور، ہاں معاہدہ حدیبیہ کو کالعدم قرار دیئے جانے پر ہم راضی ہیں۔ قریش کے بعض منہ زور جوانوں نے یہاں تک کہہ دیا، جاؤ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے محکوم نہیں ہیں جو ہمارے جی میں آیا ہم نے کیا۔

سفیر نے واپس جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کا جواب سنایا تو آپؐ نے فرمایا:

"یہ لوگ اب حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان کی زیادتیاں ناقابل برداشت ہو گئی ہیں۔"

اس کے بعد آپؐ نے مکہ پر چڑھائی کی تیاری شروع کردی اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کی مراجعت کے بعد قریش کے عمائد کو خیال آیا کہ ہمارے جوشیلے جوانوں نے ایسا جواب دے کر سخت غلطی کی ہے اور اس کے بہت بُرے نتائج نکل سکتے ہیں۔ چنانچہ سردار قریش ابوسفیانؓ (جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے) دوسرے عمائد کے مشورہ سے فوراً تجدید معاہدہ کے لیے عازم مدینہ ہو گئے۔

مدینہ منورہ پہنچ کر ابوسفیانؓ سیدھے اپنی بیٹی اُمّ المومنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے۔ ان کے حجرے میں ایک طرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کا بستر مبارک بچھا ہوا تھا۔ ابوسفیانؓ نے چاہا کہ اس پر بیٹھ کر آرام سے باتیں کریں مگر اُمّ المومنینؓ نے فوراً یہ بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیانؓ قدرے ناراض ہو کر بولے، "بیٹی کیا یہ بستر تمہارے باپ کے لائق نہیں ہے؟"

انہوں نے فرمایا، "یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اس پر ایک مشرک کیسے بیٹھ سکتا ہے۔"

ابوسفیان خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے اور وہاں سے نکل کر مسجدِ نبوی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچے اور عرض کیا، میں صلحنامہ حدیبیہ کی تجدید کے لیے آیا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنا رُخ انور دوسری طرف پھیر لیا۔ وہ مایوس ہو کر باری باری حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ اور رئیس خزرج حضرت سعدؓ بن عبادہ کے پاس یہ درخواست لے کر گئے کہ وہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تجدیدِ عہد کے لیے سفارش کریں مگر سب بزرگوں نے ان کی درخواست ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیانؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے درِ دولت پر بھی گئے اور ان سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارش کرنے کی درخواست کی مگر انہوں نے بھی ایسا کرنے کی ہامی نہ بھری۔ بالآخر ہر طرف سے مایوس ہو کر ابوسفیانؓ مسجدِ نبوی میں پہنچے اور بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ میں صلحنامہ حدیبیہ کی تجدید کرتا ہوں اور اس کی مدت بڑھاتا ہوں۔ یہ یک طرفہ اعلان کر کے وہ مکہ لوٹ گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیانؓ کے اعلان کو مطلق کوئی اہمیت نہ دی اور رمضان المبارک ۸ھ ہجری میں مکہ معظمہ پر پرچم اسلام بلند کر دیا۔

(تاریخ طبری۔ تاریخ کامل۔ زرقانی وغیرہ)

وفدِ (سفارتِ) یمن

صلح حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ھ ہجری) کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف فرمانرواؤں کو اسلام کی دعوت کے خطوط ارسال فرمائے۔ اس سلسلے میں آپؐ نے ایران کے بادشاہ (کسریٰ) خسرو پرویز کو حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ ایک خط ارسال کیا۔ خسرو پرویز نے اس مکتوبِ مبارک کو اپنی توہین سمجھا اور اسے چاک کر دیا[1] پھر اس نے یمن میں متعین اپنے گورنر باذان بن ساسان بن بلاش کو حکم بھیجا کہ عرب کے اس مدعی نبوت کے حالات معلوم کرنے کے لیے دو آدمی حجاز بھیجو۔ علامہ ابنِ سعدؒ نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے :-

"کسریٰ نے اپنے یمن کے عامل (گورنر) کو تحریری حکم بھیجا کہ دو قوی آدمی اس شخص کے حالات معلوم کرنے کے لیے حجاز بھیجو جو اس کی خبر لے کر آئیں۔ چنانچہ باذان نے قہرمان اور ایک اور آدمی کو ایک خط دے کر

---

[1] آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ترجمہ) محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ شاہِ فارس کے نام ـــــ سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں تمام نسلِ آدم کی طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں تاکہ ہر زندہ انسان کو عذابِ الٰہی سے ڈراؤں۔ اسلام قبول کرو، امن میں رہو گے اگر انکار کرو گے تو تم پر تمہاری تمام مجوسی رعایا کا گناہ ہوگا۔"

شاہِ ایران اہلِ عرب کو اپنی رعایا سمجھتا تھا۔ اُسے یہ نامۂ مبارک پڑھ کر سخت غصہ آیا

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حجاز روانہ کیا۔ یہ دونوں مدینہ پہنچے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر باذان کا خط آپؐ کو دیا۔ حضورؐ نے متبسم ہو کر ان دونوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس وقت جلال (رعب) نبوت سے ان کے شانے کانپ رہے تھے۔ پھر حضورؐ نے ان سے فرمایا، آج تو تم اپنی قیام گاہ پر واپس جاؤ، کل دوبارہ آنا، اس وقت میں تمہیں اپنے ارادے سے آگاہ کروں گا۔

چنانچہ وہ دوسرے دن حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا، اپنے صاحب (یعنی مالک یا حاکم) سے جا کر کہہ دو کہ میرے رَبّ نے تمہارے رَبّ (یعنی جسے تم نے اپنا رب بنا رکھا ہے) کسریٰ کو اس رات کو سات گھڑی قبل قتل کر دیا ہے (اور یہ سہ شنبہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری کا واقعہ ہے ——— اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا جس نے اس کو قتل کر دیا) چنانچہ وہ دونوں باذان کے پاس واپس چلے گئے (جب اس نے ان کی زبانی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سنے اور آپؐ نے کسریٰ کے قتل کی جو اطلاع دی تھی وہ بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور اس نے کہا، میری رعایا کا ایک معمولی فرد مجھے خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔ پھر اس نے نامۂ مبارک پھاڑ ڈالا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسریٰ کی اس حرکت کی خبر ملی تو آپؐ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو بھی پارہ پارہ کر دے گا۔"

خسرو پرویز چند دن کے بعد اپنے بیٹے کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کے بعد ایران میں قتل و غارت اور "بادشاہ گردی" کا دور دورہ ہو گیا اور پھر چند سال کے بعد (عہدِ فاروقی میں) مجاہدینِ اسلام نے ایرانیوں کو شکستوں پر شکستیں دے کر مجوسی سلطنت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔

حرف بحرف درست ثابت ہوئی تو) وہ مع دیگر ابناء کے مشرف بہ اسلام ہو گیا۔" (طبقات ابن سعد جلد اق ۲ صفحہ ۱۶)۔

اس طرح یمن سے آنے والا وفد وہاں کے حاکم اور بہت سے دوسرے باشندوں کی ہدایت کا ذریعہ بن گیا۔ باذان نے اپنے اسلام کی اطلاع آنحضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دی تو آپؐ نے انہیں اپنی طرف سے یمن کا گورنر مقرر کر دیا۔ اور صنعاء کو ان کا مستقر بنایا۔ حجۃ الوداع کے بعد باذان نے وفات پائی تو حضورؐ نے ان کی جگہ ان کے فرزند شہر بن باذان کو صنعاء کا حاکم مقرر فرمایا۔ (طبری، زرقانی)

وفدِ یمن اور باذان کے قبولِ اسلام کے بارے میں دوسری کتابوں میں کچھ اور تفصیلات بھی ملتی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

ور خسرو پرویز نے حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں باذان کو یہ حکم بھی بھیجا تھا کہ تمہارے آدمی آپؐ کو پکڑ کر میرے پاس لے آئیں۔ لیکن باذان بہت دانا شخص تھے۔ انہوں نے اپنے معتمد مالیات بابویہ کو ایک دوسرے فارسی شخص خرخسرہ (جو ایک روایت کے مطابق فوجی افسر تھا) کے ساتھ حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نام یہ خط دے کر بھیجا کہ آپ میرے ان قاصدوں کے ساتھ کسریٰ کے پاس چلے جائیں۔ ساتھ ہی انہوں نے بابویہ کو ہدایت کی پہلے تم اس شخص (حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس جا کر اس سے گفتگو کرو اور اس کے حالات کا گہری نظر سے مشاہدہ کرو۔ اگر وہ تمہارے ساتھ کسریٰ کے پاس چلا جائے تو بہتر اور اگر انکار کر دے تو واپس آکر مجھے تمام کیفیت سے مطلع کرو۔

یہ دونوں (ایک روایت کے مطابق ان کے ساتھ ایک فوجی دستہ بھی تھا[۱]) یمن

---

[۱] فوجی دستے کا ذکر قاضی محمد سلیمان منصورپوری نے اپنی کتاب "رحمۃ للعالمین" میں کیا ہے، مگر اس روایت کا ماخذ بیان نہیں کیا۔ اگر یہ روایت درست ہے تو اس فوجی دستے کا مقصد رہزنوں سے حفاظت ہوگا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح نہ ہوگا کہ یمن کا کوئی فوجی دستہ حجاز کے کسی شخص کو گرفتار کر سکتا تھا۔

سے چل کر طائف پہنچے اور اہل طائف سے حضورؐ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ مدینہ میں رہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اہل طائف کو ان دونوں کی آمد سے بہت خوشی ہوئی اور وہ آپس میں کہنے لگے کہ اب کسریٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ضرور سزا دے گا۔

پھر یہ دونوں قاصد مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ باذان کی ہدایت کے مطابق بالویہ نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:

"شہنشاہ کسریٰ نے شاہ باذان کو حکم دیا ہے کہ کسی ایسے شخص کو آپ کے پاس بھیجے جو آپؐ کو شہنشاہ کسریٰ کی خدمت میں لے جائے اگر آپ ایسا کریں گے تو باذان شہنشاہ سے آپ کے حق میں ایسی سفارش کریں گے جس سے آپ کو فائدہ پہنچے گا۔ اگر آپ نے جانے سے انکار کر دیا تو ہو سکتا ہے کہ شہنشاہ آپ کو اور آپ کی قوم کو ہلاک کر ڈالے اور آپ کے ملک کو تباہ و برباد کر ڈالے۔"

بالویہ اور خرخسرہ کی ہیئت یہ تھی کہ دونوں کی ڈاڑھیاں منڈی ہوئی تھیں اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں (یعنی ان کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، تم پر افسوس ہے تمہیں کس نے ایسی شکل بنانے کے لیے کہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، ہمارے مالک نے ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے مالک نے تو مجھے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، اب تم واپس جاؤ اور کل میرے پاس آؤ۔

دوسرے دن بالویہ اور خرخسرہ بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں بتایا کہ کسریٰ کو (گزشتہ شب) اس کے بیٹے نے قتل کر ڈالا ہے۔ اب تم جا کر اپنے بادشاہ (باذان) تک یہ خبر پہنچا دو اور اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ میرا دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں اب تک کسریٰ کی حکومت پہنچ چکی ہے اور میری حکومت (ایک دن) وہاں تک پہنچ جائے گی

جہاں انسانوں کے پیروں اور جانوروں کے سموں کے نشانات پہنچیں گے۔ اگر تم اسلام لے آؤ تو میں تمہیں (اپنی طرف سے) حکومت پر برقرار رکھوں گا۔ پھر آپؐ نے خرخسرہ کو ایک تھیلی عطا فرمائی جس میں چاندی سونا تھا اور جو کسی بادشاہ نے آپؐ کو بھیجی تھی۔

دونوں قاصدوں نے واپس جا کر بادشاہ کو تمام روداد سنائی۔ اسی اثناء میں ان کو خسرو پرویز کے قتل کی اطلاع بھی مل گئی۔ بابویہ نے باذان کو یہ بھی بتایا کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی ایسا رعب اور جلال والا شخص نہیں دیکھا (یعنی رسولِ اکرمؐ جیسا) باذان نے اس سے پوچھا، کیا ان کے ساتھ محافظ بھی رہتے ہیں؟ اس نے کہا، نہیں۔ باذان کو اب یقین ہو گیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں چنانچہ انہوں نے لوگوں کے سامنے اپنے اس یقین کا اظہار کیا اور پھر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا! ان کے ساتھ ہی ان کی قوم کے بہت سے لوگ بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

باذان کے قبولِ اسلام کی اطلاع ملنے پر حضورؐ نے انہیں صنعاء (یمن) کا حاکم مقرر فرما دیا۔" ("محمد رسول اللہ" از شیخ محمد رضا مصری)

وفدِ بنی ہوازن

غزوہ حُنَین (شوال ۸ھ ہجری) کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کر لیا لیکن ایک ماہ کے اندر ہی آپؐ نے بوجوہ یہ محاصرہ اٹھا لیا اور اپنے جاں نثاروں کے ساتھ جعرانہ (الجعرانہ[1]) تشریف لائے۔ آپؐ نے وہاں تقریباً دو یا تین ہفتے قیام فرمایا۔ (ایک روایت کے مطابق جعرانہ میں آپ کی مدت قیام ۱۷ روز تھی)۔ جعرانہ میں پہلے تو کئی دن تک آپ شکست خوردہ بنو ہوازن کا انتظار کرتے رہے کہ وہ اسلام قبول کر کے آپ کے پاس آئیں مگر جب وہ نہ آئے تو آپؐ نے حُنَین کا تمام مالِ غنیمت صحابہؓ میں تقسیم فرما دیا۔ اس مالِ غنیمت کی تفصیل یہ ہے:

عورتیں اور بچے	چھ ہزار
اونٹ	چوبیس ہزار
بکریاں	چالیس ہزار
چاندی	چار ہزار اوقیہ[2]
اجناس	کئی ہزار بوریاں

اتفاق کی بات کہ جونہی مالِ غنیمت کی تقسیم مکمل ہوئی، بنو ہوازن کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گیا۔ یہ وفد چودہ آدمیوں پر مشتمل تھا اور اس کے قائد زُہیر بن صرد تھے۔ ایک روایت کے مطابق اراکینِ وفد جعرانہ آنے سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضری کے موقع پر قبولِ اسلام اور بیعت کا

---

[1] الجعرانہ مکہ معظمہ کے شمال میں طائف کے راستے پر ایک پانی کی جگہ ہے۔ مکہ معظمہ سے اس کا فاصلہ ۲۰ کلو میٹر ہے۔ یہ اہلِ طائف کا میقات تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵ ذیقعدہ ۸ھ کی رات کو جعرانہ میں نزولِ اجلال فرمایا۔ [2] اوقیہ، ۳۴ گرام کے مساوی ہوتا ہے۔

شرف حاصل کیا۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں باریابی کے بعد زہیر بن صرد کھڑے ہوئے اور یوں عرض پیرا ہوئے:۔

"یا رسول اللہ! ہمارے قبیلے کا شرف کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ جن عورتوں کو آپ نے باندیوں کی حیثیت سے مجاہدین میں تقسیم فرمادیا ہے ان میں سے کچھ (دور کے رشتے سے) آپ کی خالائیں ہوتی ہیں اور کچھ پھوپھیاں۔ بعض وہ بھی ہیں جنہوں نے آپ کو بچپن میں پالا اور کھلایا۔ ہماری عورتوں نے اگر نعمان بن منذر اور حارث غسانی کو دودھ پلایا ہوتا اور ان کو ہمارے اوپر وہی اختیار حاصل ہوتا جو آج آپ کو ہم پر حاصل ہے تو وہ اس مصیبت میں ضرور ہماری مدد کرتے اور آپ کی شان تو ان سے کہیں بلند ہے۔ آپ سب سے بہتر اور افضل قرابت دار ہیں۔ آپ کی صلۂ رحمی کا ہر طرف چرچا ہے۔ ہم پر احسان فرمائیے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر دے گا۔"

رسولِ اکرمؐ:۔ "اے اہلِ ہوازن! میں نے تمہارا بہت انتظار کیا مگر تم نے بہت دیر کردی اور میں نے تمام مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میرے ساتھ کون کون ہیں۔ مجھے سب سے زیادہ وہ بات پسند ہے جو سچی ہو۔ اب یہ بتاؤ کہ تم لوگ اپنا مال و اسباب لینا پسند کرتے ہو یا اپنی اولاد اور عورتیں؟"

زہیر بن صرد:۔ "یا رسول اللہ! آپ کی مہربانی ہے کہ آپؐ نے ہمیں مال و اسباب اور اہل و عیال میں سے ایک چیز لینے کا اختیار دیا ہے۔ اونٹ، بکریاں، چاندی وغیرہ مال میں شامل ہیں اور اہل و عیال عزت و ناموس ہیں۔ شرفا ناموس کے مقابلے میں مال کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ آپ از راہِ احسان ہماری اولاد اور عورتیں ہمیں عنایت فرما دیجئے۔"

رسولِ اکرمؐ:۔ "اے اہلِ ہوازن! جو چیز میرے اور بنو ہاشم کے حصے میں آئی ہے

مجھے اس پر اختیار ہے اس لیے وہ سب تمہارا ہے لیکن جو کچھ دوسرے مسلمانوں کو دے دیا گیا ہے اس پر میرا اختیار نہیں۔ کل صبح کی نماز کے بعد تم لوگ کھڑے ہو کر کہنا کہ ہم مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سفارشی بناتے ہیں اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے مسلمانوں کو سفارشی بناتے ہیں کہ ہماری عورتیں اور بچے جنھیں آپ نے لونڈی غلام بنا لیا ہے ہمیں واپس کر دیں۔

—— اور دیکھو! ان لوگوں کے سامنے یہ درخواست پیش کرنے سے پہلے اپنے قبولِ اسلام کا اظہار ضرور کر دینا۔ میں بھی ان لوگوں سے مستورات اور بچوں کی رہائی کی تحریک کروں گا۔"

دوسرے دن آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو زہیرؓ نے کھڑے ہو کر آپؐ کی ہدایت کے مطابق مسلمانوں کے سامنے اپنی درخواست پیش کی۔ اس پر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، میرے حصے اور بنو ہاشم کے حصے کے اسیر تمہیں واپس کیے جاتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے میں تمہارے لیے سفارش کرتا ہوں۔ اے لوگو! بنی ہوازن تمہارے بھائی ہیں وہ اسلام کے شرف سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔

آپؐ کا ارشاد سُن کر مہاجرین اور انصار سب نے بیک زبان عرض کیا: ——

"ہمارے حصہ کا جو کچھ ہے وہ سب ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔"

بنی سُلیم، بنی فزارہ اور بنی تمیم کے بعض افراد (ایک روایت کے مطابق تین اور ایک دوسری روایت کے مطابق صرف عیینہ بن حصن فزاری) اپنے حصے کے قیدی رہا کرنے پر آمادہ نہ ہوئے، اس پر حضورؐ نے ان سے فرمایا: -

"یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے ہیں انھوں نے اپنی اولاد اور عورتوں کو مال و اسباب پر ترجیح دی اس لیے اگر کسی کے پاس ایسے قیدی ہوں تو وہ ان کو خوش دلی سے بنو ہوازن کے حوالے کر دے اور اگر وہ اس پر راضی

نہیں پھر بھی یہ قیدی ان کو واپس کر دے اس کو ہر حصے کے بدلے میں چھ حصے اس پہلے مالِ غنیمت سے ملیں گے جو آئندہ اللہ تعالیٰ ہمیں عنایت فرمائے گا۔"

لوگوں نے عرض کیا : " یا رسول اللہؐ! ہم آپؐ کی خاطر اپنے قیدی خوش دلی سے حاضر کرتے ہیں۔"

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا :۔۔۔۔۔

" مجھے معلوم نہیں کہ تم میں سے کون اس پر راضی ہے اور کون راضی نہیں ہے۔ اس وقت تم لوگ واپس جاؤ، اور اپنے سردار اور رئیس میرے پاس بھیجو تاکہ وہ مجھے صحیح صورتِ حال سے آگاہ کریں۔"

غرض سب نے بنو ہوازن کی عورتوں اور بچوں کو خوشی خوشی واپس کر دیا ۔۔۔۔۔

بعض روایات میں ہے کہ بنو ہوازن کی اسیر ہونے والی خواتین میں رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رضاعی (دودھ شریک) بہن شیماؓ بھی شامل تھیں۔ انہیں حضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے عرض کیا : ۔۔۔۔

" یا رسول اللہؐ! میں آپ کی رضاعی بہن (حلیمہؓ سعدیہ کی بیٹی) شیما ہوں۔"

آپؐ نے پوچھا " تمہارے پاس اس بات کی کیا شہادت ہے ؟ "

بی بی شیماؓ نے عرض کیا : ۔۔۔۔۔۔۔

" یا رسول اللہؐ! میری والدہ آپ کو دودھ پلاتی تھیں اور میں آپ کو کھلایا کرتی تھی۔ ایک دن جب میں نے آپؐ کو اپنی پشت پر اٹھا رکھا تھا تو آپؐ نے میری پیٹھ میں دانت سے کاٹ لیا تھا۔ اس کا نشان اب تک موجود ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے قمیص کا دامن اٹھا کر وہ نشان حضورؐ کو دکھایا۔ آپؐ کو یہ نشان دیکھ کر ان کی بات پر یقین آگیا اور آپؐ نے اپنی ردائے مبارک ان کے لیے بچھا دی اور فرمایا آؤ اس پر بیٹھو۔ پھر آپؐ نے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ فرمایا :

" اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو میں تمہارا بھائی ہی ہوں۔ تمہاری

عزت اور توقیر میں فرق نہ آنے دوں گا اور اگر تم اپنے قبیلہ میں واپس جانا چاہتی ہو تو اس کا بھی تم کو اختیار ہے میں تحائف اور سامان کے ساتھ تمہیں عزت سے رخصت کر دوں گا۔"

بی بی شیماؓ نے عرض کیا، آپ مجھے جو کچھ عطا کرنا چاہیں کر دیں اور مجھے میری قوم میں واپس بھیج دیں۔

حضورؐ نے فرمایا، مجھے منظور ہے۔

پھر آپؐ نے بی بی شیماؓ کو ایک باندی، بکریوں کا ایک ریوڑ اور تین غلام عطا فرمائے اور وہ ہنسی خوشی رخصت ہوئیں۔ رخصت ہونے سے پہلے بی بی شیماؓ کے قبولِ اسلام پر سب اہلِ سیر کا اتفاق ہے اس لیے وہ صحابیات میں شمار ہوتی ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ جعرانہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں (جبکہ آپ گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔) آپؐ نے ازراہِ تعظیم ان کے لیے اپنی ردائے مبارک بچھا دی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہو سکتا ہے ماں بیٹی دونوں کو شرفِ باریابی حاصل ہوا ہو یا یہ کہ دیکھنے والوں کو ایک کا دوسری پر التباس ہوا ہو۔

(زاد المعاد۔ صحیح بخاری۔ الاصابہ۔ سیرۃ ابنِ ہشام وغیرہ)

وفدِ بنی ثُمالہ

فتح مکہ کے بعد بنو ثُمالہ کا ایک وفد عبداللہؓ بن عَلَس کی قیادت میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اہلِ وفد نے اسلام قبول کیا اور حضورؐ کی بیعت کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حضرت ثابتؓ بن قیس انصاری سے ایک تحریر لکھوائی جس میں ان کے اموال پر فرض زکوٰۃ کے بارے میں ہدایات تھیں۔ (طبقات ابنِ سعد)

وفدِ بنی حُدّان

بنو حُدّان کا ایک وفد بنو ثُمالہ کے وفد کے ساتھ ہی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اس کے سربراہ مسلمہؓ بن ہزان الحُدّانی تھے۔ یہ اصحاب بھی شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے اور حضورؐ کی بیعت کی۔ آپؐ نے بنو ثُمالہ کے لیے جو تحریر لکھوائی وہ بنی حُدّان کے لیے بھی تھی۔ گویا دونوں قبیلوں کے لیے یہ مشترک تحریر تھی۔ (طبقات ابنِ سعد)

وفدِ بنی ثعلبہ

۸ ہجری میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانہ سے (حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد) واپس تشریف لائے تو بنو ثعلبہ کے چار آدمی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم اپنے قبیلے کے ایلچی ہیں ہم اور ہمارے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ضیافت کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے چند دن مدینہ منوّرہ میں گزارے۔ جب رخصت ہونے لگے تو آپؐ نے حضرت بلالؓ کے ذریعے ہر ایک کو پانچ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ ہمارے پاس درہم نہیں ہیں۔ (طبقات ابنِ سعد)

وفدِ بنی مہرہ

فتح مکہ کے بعد قبیلہ مہرہ کا ایک وفد مہری بن الابیض کی سربراہی میں مدینہ منورہ آیا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا تو سب اراکین وفد مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضورؐ نے ان کو عطیات سے نوازا۔ علاوہ ازیں قائدِ وفد کو ایک فرمان عطا کیا جو آپؐ کے حکم کے مطابق حضرت محمدؓ بن مسلمہ انصاری نے تحریر کیا۔ اس فرمان کا مضمون یہ تھا:

"یہ تحریر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے مہری بن الابیض کے لیے ہے جو مہرہ سے ایمان لانے والوں کا امیر ہے۔ ان لوگوں پر حملہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کا مال لوٹا جائے گا۔ ان پر اسلامی احکام کا قائم کرنا فرض ہے پس جس شخص نے (دین میں) ردوبدل کیا اس نے جنگ کا آغاز کیا اور جو ایمان لایا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی امان میں ہے۔ گری پڑی چیز واپس کی جائے گی۔ مویشی چرانے والی جماعت کا اعلان کیا جائے گا اور برائی، فحش کلامی اور نافرمانی کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔"

اس وفد کے علاوہ قبیلہ مہرہ کے ایک اور صاحب زہیرؓ بن قرضم بھی بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زہیرؓ کی بہت عزت افزائی کی اور انہیں اپنے قریب جگہ دی کیونکہ وہ دور دراز کا فاصلہ طے کر کے آئے تھے (مدینہ منورہ سے بنو مہرہ کا وطن ستر دن کی مسافت پر تھا) زہیرؓ شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو کر واپس جانے لگے تو حضورؐ نے انہیں سواری عنایت فرمائی اور ان کے حق میں ایک فرمان لکھوا کر انہیں دیا۔

(طبقاتِ ابنِ سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۵، ۳۵۶)

وفدِ صُداء

یہ وفد ۸ھ ہجری میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس سے پہلے اس قبیلے کے ایک صاحب زیادؓ بن حارث صدائی حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر چکے تھے۔[1] پھر دوبارہ وہی اپنی قوم کے پندرہ سر برآوردہ لوگوں کو ساتھ لے کر حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان کی خاطر تواضع کے لیے رئیس الخزرج حضرت سعدؓ بن عبادہ ساعدی انصاری کو مامور فرمایا۔ زیادؓ نے بارگاہِ نبویؐ میں عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمارے ہاں صرف ایک ہی کنواں ہے۔ موسم سرما میں اس میں بہت پانی ہوتا ہے لیکن موسم گرما میں یہ خشک ہو جاتا ہے اور ہمارے قبیلے کو پانی کے لیے دربدر پھرنا پڑتا ہے۔ دُعا فرمائیں کہ کنوئیں کا پانی ختم نہ ہوا کرے۔

حضورؐ نے فرمایا، "تم سات کنکریاں اٹھا لاؤ۔" زیادؓ لے آئے۔ حضورؐ نے ان کو اپنے دستِ مبارک میں رکھ کر پھر واپس دے دیا اور فرمایا، ایک ایک کنکری اس کنوئیں میں گرا دینا اور ہر ایک کنکری پر اللہ اللہ پڑھتے جانا۔ زیادؓ کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس کنوئیں میں اس قدر پانی ہو گیا کہ اس کی گہرائی کا پتہ ہی نہ چلتا تھا اور یہ پانی کبھی ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔

(بیہقی فی سننِ کبریٰ ۔ مزی فی تہذیب الکمال)

---

[1] حضرت زیادؓ کی (پہلی مرتبہ) بارگاہِ رسالت میں حاضری کی تقریب یہ ہوئی کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوہ حنین سے واپسی کے بعد ایک دستہ فوج بنو صُداء کی طرف بھیجا۔ حضرت زیادؓ کو خبر ہوئی تو وہ بسرعت تمام چل کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اپنی فوج کو واپس بلا لیجئے میں اپنی قوم کا ایلچی ہوں اور ان کا ضامن ہوں، وہ آپؐ کی اطاعت قبول کرے گی۔ حضورؐ نے ان کی استدعا منظور فرمائی اور فوج کو واپس بلا لیا۔ اس کے بعد حضرت زیادؓ اپنی قوم کے پندرہ اصحاب کو ساتھ لے کر بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ (طبقات ابن سعد)

وفدِ بنی ربیعہ

یہ قبیلہ، بنو عامر بن صعصعہ کی ایک شاخ تھا۔ غزوۂ حنین (شوال ۸ھ) کے بعد اس کے تین افراد ایک وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ان کے نام یہ تھے:

خالدؓ بن ہوذہ (والد)

عداء بن خالدؓ بن ہوذہ
عمرو بن خالدؓ بن ہوذہ (بیٹے)

ان تینوں نے قبولِ اسلام کا شرف حاصل کیا۔

اس موقع پر حضرت عداء بن خالدؓ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی یا غلام خریدا جس کے لیے باقاعدہ ایک دستاویز لکھی گئی۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں عبدالمجید بن الوہب (ابویزید) سے روایت ہے کہ ایک دن عداءؓ بن خالد نے مجھ سے کہا:

"کیا میں تم کو وہ مکتوب نہ سناؤں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے تحریر کروایا تھا۔ میں نے کہا۔ ضرور۔ تو انہوں نے ایک مکتوب نکالا جس میں تحریر تھا، یہ وہ سودا ہے جو عداء بن خالد بن ہوذہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ غلام یا لونڈی کی بابت جس میں نہ کوئی مرض ہے نہ کوئی عیب نہ خرابی۔ مسلمان کا سودا مسلمان سے ہے۔"

صحیح بخاری کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عداءؓ سے کچھ خریدا تھا۔ اس روایت کے بارے میں علامہ قسطلانیؒ نے قاضی عیاضؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ حدیث مقلوب ہے اور صحیح بات وہی ہے جس کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مندہ نے سندِ متصل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مشتری حضرت عداءؓ تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خریدا تھا۔
حافظ ابن عبدالبرؒ نے "الاستیعاب"[1] میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت عداءؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک غلام خریدا تھا جس کا بیعنامہ بھی ان کے پاس موجود تھا۔ جمہور محدثین اور ارباب سیر کی بھی یہی رائے ہے کہ بیچنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور خریدنے والے حضرت عداء بن خالدؓ۔
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عداء بن خالدؓ اور ان کے قبیلے بنو ربیعہ کو ایک جاگیر بھی عطا کی جس کے لیے یہ دستاویز لکھی گئی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هذا ما اعطى محمد رسول الله (صلى الله عليه وسلم) العداء بن خالد وبنو ربيعه من عامر عكرمة اعطاهم ما بين المضياعة الى الزج ولوانة۔

وكتب خالد بن سعيد

(ترجمہ) یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنو ربیعہ کو جو عامر عکرمہ[2] میں سے ہیں، دیا۔ آپ نے ان کو مضیاعہ[3] سے لے کر زج اور لواثہ تک عطا فرمایا۔

کاتب خالد بن سعید

اہل سیر نے تصریح کی ہے کہ زج ایک چشمہ تھا اس کے قریب ہی لواثہ نام کا ایک گاؤں تھا اس لیے دونوں کا تذکرہ ایک ساتھ کیا جاتا ہے۔

(طبقات ابن سعد، الاستیعاب، مکاتیب النبی امام جعفر دیبلی اردو ترجمہ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی)

---

[1] جلد ۲ ص ۵۲۵۔ [2] عامر بن صعصعہ کے جد امجد کا نام عکرمہ تھا اس لیے قبیلہ عامر بن صعصعہ کو عامر عکرمہ بھی کہا جاتا ہے۔
[3] بعض کتابوں میں اس کو "مصباعہ" اور بعض میں "صباعہ" تحریر کیا گیا ہے مگر کچھ اہل علم کے قیاس کے مطابق صحیح لفظ مضیاعہ ہے۔

وفدِ بنی اسلم

فتح مکہ کے بعد بنو اسلم کا ایک وفد حضرت عمیرؓ بن افصیٰ کی سرکردگی میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ ان اصحاب نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا :۔

"یا رسول اللہ! ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپ کے طریقے کی پیروی اختیار کی ہے آپ ہمیں ایسا مقام عطا فرمائیں کہ ہم دوسرے قبائل کے سامنے اپنا سر عزت کے ساتھ بلند کر سکیں۔ ہم انصار کے بھائی ہیں ہم ہر سختی اور آسائش میں آپ سے وفا کریں گے اور آپ کی امداد کریں گے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "اللہ قبیلہ اسلم کو سلامت رکھے اور قبیلہ غفار کی مغفرت فرمائے۔" (طبقات ابن سعد)

ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ عمیرؓ بن افصیٰ نے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا :۔

"یا رسول اللہ! ہم لوگ سردارانِ عرب میں سے ہیں اور دشمن کا مقابلہ، تیر نیزوں اور مضبوط زرہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ جو ہم سے لڑتا ہے ہم اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔"

پھر انہوں نے انصار کے بہت سے فضائل بیان کیے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیرؓ اور ان کے ساتھیوں کو ایک تحریر عطا فرمائی۔ اس میں صدقہ اور چوپایوں کے فرض صدقات کا ذکر تھا۔ یہ تحریر سمندر کے کنارے اور ہموار زمین کے رہنے والے قبیلہ اسلم سمیت سب مسلم قبائل کے لیے تھی۔ یہ دستاویز حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس نے لکھی اور اس پر حضرت عمرؓ بن الخطاب اور حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے گواہی ثبت کی۔

(طبقات ابن سعد۔ اُسد الغابہ)

وفدِ بنی ہلال

فتح مکہ کے بعد بنو ہلال کے چند افراد ایک وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ان میں ایک صاحب کا نام عبدِ عوف بن اصرم تھا۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا، "عبدِ عوف۔"

آپؐ نے فرمایا، "تو عبداللہ ہے۔" (یعنی تیرا نام عبداللہ ہے)

انہوں نے آپؐ کے ارشاد کو بسر و چشم قبول کیا اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

اس وفد کے ایک اور رکن قبیصہؓ بن مخارق تھے۔ وہ بہت بوڑھے تھے۔ انہوں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا، اے قبیصہ تم اب آئے ہو جب تمہارا سن زیادہ ہو گیا، ہڈیاں تمہاری پتلی ہو گئیں اور موت تمہاری قریب آ گئی۔

انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! اب میں آپ کے حضور حاضر ہوا مگر حاضر ہونے کی طاقت مجھ میں نہ تھی۔ میری عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ ہڈیاں میری پتلی ہو گئی ہیں، موت کا وقت قریب ہے اور میں محتاج ہوں اور لوگوں کی نظر میں ذلیل ہوں۔ آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ مجھے کچھ تعلیم فرمائیں جس سے اللہ مجھے دنیا اور آخرت میں نفع دے اور بہت باتیں نہ بتائیے گا کیونکہ میں بوڑھا ہوں اور مجھ پر نسیان کا غلبہ ہے۔ آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں چند مختصر دعاؤں کی تلقین فرمائی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت قبیصہؓ پر کچھ قرض تھا (بقول بعض یہ قرض ان پر اپنی قوم کا ضامن ہونے کی وجہ سے ہو گیا تھا) انہوں نے حضورؐ سے درخواست کی کہ یہ قرض اتارنے میں میری مدد فرمائیے۔

آپؐ نے فرمایا، تم یہاں رہو جب صدقات آئیں گے تو تمہارا قرضہ ادا کر دیا

جائے گا۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لیے جائز ہے۔ ایک وہ جس پر قرض ہو، دوسرا وہ جس کا مال تلف ہو گیا ہو، تیسرا وہ جو فاقہ میں مبتلا ہو اور اس کی قوم کے تین آدمی کہہ دیں کہ یہ شخص فاقہ میں مبتلا ہے۔ بس ان تین کے سوا کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں۔"

وفد میں ایک نوجوان زیادؓ بن عبداللہ بھی تھے جو اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے۔ وفد مدینہ میں داخل ہوا تو زیادؓ اپنی خالہ محترمہ کے ہاں چلے گئے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہؓ کے حجرۂ مبارک میں تشریف لائے تو زیادؓ کو ان کے پاس دیکھا۔ آپؐ اُن سے واقف نہیں تھے۔ اس لیے آپؐ نے ناراضی کا اظہار فرمایا، حضرت میمونہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! یہ میرا بھانجا ہے (یہ میری بہن عزۃ بنت الحارث کا بیٹا ہے) آپؐ زیادؓ کو ساتھ لے کر مسجد تشریف لے گئے اور ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر آپؐ نے زیادؓ کو اپنے قریب کیا، ان کے لیے دعا کی اور اپنا ہاتھ ان کے سر پر پھیرا اور پھیرتے ہوئے اُن کی ناک تک لے آئے۔ بنو ہلال کے لوگ کہا کرتے تھے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پھر جانے کی وجہ سے) ہم زیادؓ کے چہرے پر ہمیشہ برکت دیکھتے تھے۔

(طبقات ابنِ سعد۔ اُسد الغابہ)

وفدِ بکر بن وائل

فتح مکہ کے بعد قبیلہ بکر بن وائل کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس میں بشیرؓ بن الخصاصیہ، عبداللہؓ بن اسود، عبداللہؓ بن مرثد اور حسانؓ بن حوط شامل تھے۔
ان سب نے اسلام قبول کیا اور حضورؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ ان میں سے ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ قس بن ساعدہ کو جانتے ہیں؟
آپؐ نے فرمایا، وہ تم میں سے نہیں تھا بلکہ قبیلہ ایاد سے تھا، وہ زمانہ جاہلیت میں موحد ہو گیا تھا وہ عکاظ آیا تھا اور لوگوں کے ہجوم کے سامنے گفتگو کی تھی ——— یا یہ کہ وہ عکاظ میں لوگوں کے اجتماع کو اپنی (حکیمانہ) باتیں سنایا کرتا تھا۔
اراکینِ وفد میں سے عبداللہؓ بن اسود کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے یمامہ میں اپنا مال فروخت کیا اور ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے تو کھجوروں کی ایک تھیلی آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں ہدیۃً پیش کی۔ آپؐ نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ (طبقاتِ ابنِ سعد)

وفدِ بنی عبد بن عدی

بنو عبد بن عدی کے چند اصحاب ایک وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) ہم حرم کے باشندے ہیں اور اس کے معزز ترین لوگوں میں سے ہیں۔ ہم آپ سے جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ اگر قریش کے سوا دوسرے لوگ آپ سے جنگ کریں گے تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے، قریش سے ہم نہیں لڑیں گے ہم آپ سے اور آپ کے خاندان سے محبت کرتے ہیں پس اگر آپ کی طرف سے ہمارا کوئی ساتھی غلطی سے قتل ہو گیا تو اس کی دیت آپ دیں گے اور اگر ہماری طرف سے آپ کا کوئی ساتھی قتل ہو گیا تو اس کی دیت ہم پر ہوگی۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، ٹھیک ہے چنانچہ یہ سب اصحاب مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حارث بن اہبانؓ، حبیبؓ بن ملہ، ربیعہؓ بن ملہ اور عویمرؓ بن اخرم اس وفد کے اہم اراکین تھے۔ (طبقاتِ ابنِ سعد)

وفدِ بنی جَرم

قبیلہ جَرم کا ایک وفد فتح مکہ کے بعد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور مُشرّف بہ اسلام ہو گیا۔ اس وفد نے کچھ عرصہ مدینہ مُنوّرہ میں قیام کیا اس دوران میں اہلِ وفد نے قرآن پڑھا اور احکامِ دین سیکھے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! ہمیں نماز کون پڑھایا کرے۔ حضورؐ نے فرمایا، تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور جس کو قرآن سب سے زیادہ یاد ہو، وہ امامت کرائے۔ یہ لوگ اپنے قبیلے میں واپس آئے تو جستجو کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک چھ سالہ بچے کو سب سے زیادہ قرآن یاد تھا چنانچہ انہوں نے اسے ہی امام بنالیا۔ مگر وہ بچہ اس قدر غریب تھا کہ اس کے پاس صرف ایک ہی چادر تھی جو اس کی ستر پوشی کے لیے بمشکل کفایت کرتی بالخصوص سجدے کے وقت اس کا ستر قائم نہ رہتا۔ یہ دیکھ کر قبیلہ کے لوگوں (مقتدیوں) میں سے ایک صاحب نے اسے بحرین کی گرہ دار قمیص پہنادی۔

یہ بچے جو چھ سال کی عمر میں اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے تھے ان کا نام عمروؓ بن سلمہ جرمی تھا۔

علامہ ابن اثیرؒ نے "اُسد الغابہ" میں حضرت عمروؓ بن سلمہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں بھی بنو جَرم کے اس وفد میں شریک تھا جو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تھا لیکن طبقات ابنِ سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وفد میں حضرت عمروؓ کے والد حضرت سلمہؓ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے:

"عمروؓ بن سلمہؓ جرمی کہتے ہیں کہ ہماری سکونت ایک ایسے چشمے کے قریب تھی جو عام گزرگاہ پر واقع تھا۔ ہم آنے جانے والے مسافروں سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں سنا کرتے تھے کہ اللہ نے انہیں رسول بنا کر بھیجا ہے اور ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ ان میں سے بعض ہمیں کلام اللہ

سنایا کرتے تھے ہیں ان سے جو کچھ سنتا یاد کر لیتا۔ اس طرح مجھ کو قرآنِ پاک کا بہت سا حصہ یاد ہو گیا۔ مکہ فتح ہوا تو سب قبیلے اسلام کی طرف راغب ہونے لگے۔ میرے والد بھی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ مدینہ میں قیام کے بعد واپس آئے تو انہوں نے کہا، خدا کی قسم میں اللہ کے سچے رسول کے پاس سے آیا ہوں۔ انہوں نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے اور حکم دیا ہے کہ تم میں سے جس آدمی کو زیادہ قرآن یاد ہو وہ تمہیں نماز پڑھایا کرے۔ لوگوں نے جستجو کی تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہ تھا چنانچہ انہوں نے مجھے امام بنا لیا۔ اس وقت میری عمر چھ سال کی تھی اور میرے پاس اتنی چھوٹی سی چادر تھی کہ میں اپنا ستر مشکل سے ڈھانک سکتا تھا۔ پس میری قوم نے مجھے ایک قمیص لے دی۔ مجھے قمیص کے ملنے سے بڑھ کر کبھی کسی چیز کے ملنے کی خوشی نہیں ہوئی۔"

بنو جرم سے ہوذہؓ بن عمرو اور اصقعؓ بن شریح بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ (طبقات ابنِ سعد۔ اُسد الغابہ)

وفدِ سعد العشیرہ

یمن میں بنو سعد العشیرہ نے ایک بت بنا رکھا تھا جس کی بڑے ذوق و شوق سے پرستش کیا کرتے تھے۔ اس قبیلے کے ایک صاحب ذبابؓ کو جب رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ظہور اور آپؐ کی تعلیم کا علم ہوا (ایک روایت کے مطابق جب آپؐ کی ہجرت کی خبر عام ہوئی) تو انہوں نے اپنی قوم کے اس بت کو توڑ ڈالا، پھر طویل سفر طے کر کے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور دولتِ ایمان سے بہرہ یاب ہو گئے۔

(طبقات ابنِ سعد)

وفدِ ازد

فتح مکہ کے بعد "بنو ازد" کا ایک سات رکنی وفد صُرَدؓ بن عبداللہ کی قیادت میں بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوا۔ حضورؐ کو ان کی وضع قطع اور خوش کلامی بہت پسند آئی۔ آپؐ نے ان سے پوچھا، "تم لوگ کون ہو؟" انہوں نے عرض کیا، "ہم مومن ہیں۔" حضورؐ مسکرائے اور فرمایا، "ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بتاؤ تمہارے قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے۔"

اہلِ وفد نے عرض کیا، ہم میں پندرہ خصلتیں ہیں۔ ان میں سے پانچ تو ایسی ہیں جن کے متعلق آپ کے قاصدوں (مبلغین یا داعیانِ اسلام) نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان پر ایمان رکھیں اور پانچ ایسی ہیں جن کے متعلق ہدایت کی ہے کہ ان پر عمل کریں اور پانچ وہ ہیں جن کے ہم زمانۂ جاہلیت سے پابند ہیں اور اب تک ان پر قائم ہیں۔"

حضورؐ نے پوچھا، "وہ پانچ باتیں کون سی ہیں جن پر تمہیں ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

اہلِ وفد نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! یہ کہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانیں اور مرنے کے بعد جی اٹھنے کا یقین کریں۔"

حضورؐ نے پوچھا، "وہ پانچ باتیں کیا ہیں جن پر تمہیں عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔"

اہلِ وفد نے جواب دیا، "یہ کہ ہم اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، نماز پابندی سے پڑھیں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کریں۔"

فرمایا، "اچھا اب وہ پانچ باتیں بتاؤ جن پر تم زمانہ جاہلیت سے کاربند ہو۔"
اہل وفد نے عرض کیا، "خوشحالی کے وقت شکر کرنا، مصیبت پر صبر کرنا، راضی برضائے الٰہی رہنا، آزمائش کے وقت راستبازی پر قائم رہنا اور دشمنوں کی مصیبت پر ہنسی نہ اڑانا۔"
حضور ﷺ نے فرمایا، "تم لوگ تو بڑے حکیم اور عالم نکلے۔ تمہاری حکمت و دانش گویا انبیاء کی حکمت و دانش ہے۔ اچھا تو اب پانچ باتیں میں تمھیں بتاتا ہوں تاکہ کل مجموعہ بیس باتیں ہو جائیں۔

(۱) ضرورت سے زیادہ اشیائے خورد و نوش جمع (ذخیرہ) نہ کرو۔
(۲) ضرورت سے زیادہ مکانات نہ بناؤ (زیادہ مکان نہ بناؤ جن میں تمھیں بسنا نہ ہو۔)
(۳) جس چیز کو چھوڑ کر کل تمھیں چلا جانا ہے اس میں ایک دوسرے کی حرص نہ کرو۔
(۴) اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو جس کی طرف پھر تمھیں لوٹنا ہے اور اسی کے حضور جواب دہی کرنی ہے۔
(۵) ان چیزوں سے رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئیں گی جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اہل وفد نے حضور ﷺ کے ارشادات پر آمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہا اور وطن واپس جاکر ہمیشہ ان پر عمل کیا۔ (زاد المعاد)

امام ابن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ جب یہ وفد رخصت ہونے لگا تو رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت صُرَدؓ بن عبداللہ کو ازد کے مسلمانوں پر امیر مقرر فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر یمن کے قریبی مشرک قبائل کے ساتھ جہاد کرو۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

وفدِ جرش

وفدِ ازد کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائدِ وفد حضرت صردؓ بن عبداللہ الازدی کو حکم دیا تھا کہ وہ وطن واپس جا کر قریبی مشرک قبائل کے ساتھ جہاد کریں۔ ارشادِ نبوی کی تعمیل میں حضرت صردؓ نے مسلمانوں کو ساتھ لے کر جُرش پر حملہ کر دیا۔ جُرش یمن کا مشہور شہر تھا جہاں منجنیقیں، دبابے، ضبور وغیرہ قلعہ شکن اور دفاعی آلاتِ حرب بنتے تھے۔ اس کے گرد ایک مضبوط فصیل تھی۔ اہلِ جُرش نے قلعہ بند ہو کر لڑنا مناسب سمجھا چنانچہ انہوں نے شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے۔ ایک روایت کے مطابق قبیلہ خثعم کے مشرکین بھی ان کی مدد کے لیے پہنچ گئے مگر ان کو شہر سے باہر نکل کر لڑنے کی ہمت نہ پڑی۔ حضرت صردؓ بن عبداللہ نے ایک ماہ تک محاصرہ جاری رکھا مگر شہر فتح ہونے میں نہ آیا، آخر انہوں نے ایک جنگی منصوبہ بنایا اور محاصرہ اٹھا کر واپس چل پڑے۔ وہ شکر نامی پہاڑ کے پاس پہنچے تو اہلِ جُرش نے خیال کیا کہ مسلمان ڈر کر بھاگ رہے ہیں چنانچہ انہوں نے شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ جب اسلامی لشکر کے قریب پہنچے تو مسلمانوں نے یکایک پلٹ کر ان پر اس زور کا حملہ کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔

دورانِ محاصرہ میں اہلِ جُرش نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے دو آدمی مدینہ منورہ بھیجے تھے۔ ایک دن یہ دونوں عصر کے بعد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شکر نامی پہاڑ کہاں واقع ہے؟ ان دونوں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! ہمارے علاقے میں ایک پہاڑ ہے جسے کُشر کہا جاتا ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا "یہ کُشر نہیں بلکہ شکر ہے۔" انہوں نے عرض کیا، اس کے بارے میں کیا خبر ہے؟ آپؐ نے فرمایا، وہاں اللہ تعالیٰ کے اونٹ ذبح کیے جا رہے ہیں! ارشادِ نبویؐ کا مطلب ان کی سمجھ میں نہ آیا اور وہ دونوں حضرت ابوبکر صدیقؓ (بروایتِ دیگر حضرت عثمانؓ) کے پاس آکر بیٹھ گئے اور ان کو حضورؐ کا ارشاد سنایا، انہوں نے فرمایا،

اللہ کے بندو، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمہاری قوم کی ہلاکت کی خبر دے رہے ہیں تم حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں عرض کرو کہ آپؐ اللہ سے تمہاری قوم کو ہلاکت سے بچانے کی دعا کریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا تو حضورؐ نے دعا کی کہ الٰہی جُرش والوں سے ہلاکت کو اٹھالے۔

جب یہ دونوں مدینہ سے چل کر اپنے وطن پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ جس دن آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اونٹوں کے ذبح ہونے کی بات فرمائی تھی اسی دن اسلامی لشکر نے اہلِ جُرش پر حملہ کیا تھا۔ اُدھر جس وقت اسلامی لشکر نے پلٹ کر اہلِ جُرش پر تباہ کُن حملہ کیا اور ان کے بہت سے آدمی مار ڈالے تو وہ پسپا ہو کر پھر شہر کے اندر آ گئے۔ اس لڑائی نے ان کے ہوش ٹھکانے لگا دیئے اور ان کو اسلام کی طرف ترغیب ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں بھیجا۔ یہ لوگ حسنِ اسلام سے آراستہ ہو گئے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے شہر کے آس پاس کی جگہ اونٹوں گھوڑوں کی چراگاہ مقرر فرمائی اور اس کے گرد نشانات لگانے کا حکم دیا۔

اس سلسلے میں آپؐ نے ایک تحریری فرمانِ اہلِ جُرش کو عطا فرمایا جس کا مضمون یہ تھا:

"یہ تحریر ہے محمد نبی (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی طرف سے اہلِ جُرش کے حق میں اسلام لاتے وقت یہ جس محفوظ چراگاہ کے مالک تھے وہ انہی کی رہے گی جس نے اپنے خاندان کی وسیع زمین کو چھوڑ کر اس محفوظ چراگاہ میں اپنے مویشی چرائے اس کے مال مویشی لینا جائز ہے (یعنی یہ ضبط کر لیے جائیں گے) اور زہیر بن الحماطہ کہ اس کا بیٹا قبیلہ خثعم میں فرار ہے ...... وہ ان کا ضامن ہے۔

کاتب معاویہ　　　　　گواہ عمر بن الخطاب و معاویہ بن ابی سفیان

(مکاتیب النبی ابو جعفر دیبلی)

ابن الاثیرؒ نے اہلِ جُرش کے نام حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اہلِ جُرش کے لیے ایک چراگاہ مخصوص فرمائی تھی اور ان کے لیے اس بارے میں ایک فرمان لکھا جس میں یہ الفاظ تھے کہ لوگوں میں سے (یعنی اہلِ جُرش کے علاوہ لوگوں میں سے) جس نے بھی اپنے مویشی اس چراگاہ میں چرائے اس کا مال ہدر ہے۔ (یعنی اس کے مال مویشی چھین لیے جائیں گے)

(اُسدُ الغابہ۔ فرامینِ نبوی۔ غزوہ تبوک۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی)

وفدِ ازدِ عمان

رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اہلِ عمان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ یہ لوگ قبیلہ اَزْد سے تعلق رکھتے تھے اور اسلام سے قبل طویل مدت تک عمان پر بڑی شان و شوکت سے حکومت کر چکے تھے۔ آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ان کے قبولِ اسلام کی اطلاع ملی تو آپؐ نے حضرت علاءؓ بن عبداللہ حضرمی کو اہلِ عمان سے صدقات کی وصولی پر مامور فرمایا اور یہ ذمہ داری بھی ان کو سونپی کہ عمان کے لوگوں کو اسلامی احکام کی تعلیم دیں۔

کچھ مدت کے بعد ازدِ عمان کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اراکینِ وفد میں قبیلے کے ایک سرکردہ آدمی اسدؓ بن یبرح الطاحی بھی تھے۔ انہوں نے حضورِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کسی شخص کو بھیجیں جو ہماری اصلاح کرے (یعنی ان میں صحیح دینی شعور پیدا کرے اور ان کو احکامِ اسلام کا پابند بنائے) اس موقع پر مدرکؓ بن خوط (المعروف بہ مخربۃ العبدی) بھی موجود تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے ان کے ہاں بھیج دیجیے کیونکہ ان کا مجھ پر ایک احسان ہے۔ انہوں نے مجھے جنوب کی جنگ میں گرفتار کر لیا تھا پھر مجھ پر احسان کیا۔ (انہوں نے احسان کی وضاحت نہیں کی۔ بظاہر احسان یہ تھا کہ ازدِ عمان نے انہیں کسی معاوضے کے بغیر رہا کر دیا تھا اور اب وہ ان میں اصلاح و تبلیغ کا کام کر کے اس احسان کا معاوضہ چکانا چاہتے تھے) حضورؐ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور انہیں وفد کے ساتھ عمان بھیج دیا۔

ان کے بعد سلمہؓ بن عیاد ازدی ایک وفد کے ساتھ بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ آپ کس کی عبادت کرتے ہیں اور کس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ آپؐ نے انہیں بتایا تو انہوں نے عرض کیا، آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں متحد کر دے اور ہم میں باہم الفت پیدا کرے۔ آپؐ نے ان کے لیے دعا کی اور سلمہؓ اپنے ساتھیوں سمیت مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (طبقات ابنِ سعد)

وفدِ بنی عُقَیل

فتح مکہ کے بعد بنو عُقیل (بن کعب) کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ یہ اِن تین آدمیوں پر مشتمل تھا ــــ مطرفؓ بن عبداللہ۔ انسؓ بن قیس اور ربیعؓ بن معاویہ۔ ان حضرات نے اسلام قبول کیا اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت کی۔ انہوں نے اپنے قبیلے کے اُن لوگوں کی طرف سے بھی بیعت کی جو پیچھے رہ گئے تھے۔ آپؐ نے انہیں مقام "عقیق بنی عقیل" عطا فرمایا جس میں چشمے اور کھجور کے درخت تھے اور ان کے لیے سرخ چمڑے پر ایک دستاویز لکھوائی جس کا متن یہ تھا:

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هذا ما اعطى محمد رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ربيعًا وَمطرفًا وَانسًا اعطاهم العقيق ما اقاموا الصلوٰة واتوا الزكوٰة وسمعوا واطاعوا ولم يعطهم حقًا لمسلم۔

(بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یہ اللہ کے رسول محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے عطا کیا ہے۔ ربیع، مطرف اور انس کو عقیق عطا کیا ہے جب تک وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور سمع و اطاعت کریں اور انہیں کسی مسلمان کا حق نہیں دیا)۔

یہ دستاویز حضرت مطرفؓ کے پاس تھی۔

(طبقات ابن سعد)

وفدِ بنی رؤاس
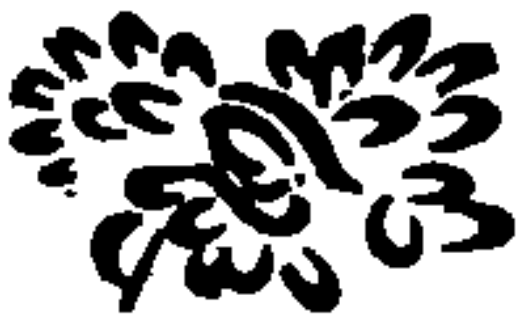
قبیلہ رؤاس کے ایک صاحب عمرؓ بن مالک بن قیس بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے (ایک اور روایت کے مطابق وہ اپنے والد کے ساتھ آئے۔) اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ پھر وہ اپنے اہلِ قبیلہ کے پاس واپس گئے اور انہیں دعوت اسلام دی۔ اس کے جواب میں بنو رؤاس نے کہا کہ جب ہم بنی عُقیل بن کعب کو اتنا ہی نقصان پہنچا لیں گے جتنا انہوں نے ہمیں پہنچایا ہے تو پھر مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ وہ بنو عقیل بن کعب پر حملہ آور ہوئے۔ عمرؓو بن مالک بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے بنو عقیل کے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا۔ بعد میں انہیں ندامت ہوئی کہ میں نے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا ہے حالانکہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت بھی کی ہے۔ (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھ سے بنو عقیل کا قتل ہونے والا آدمی بھی مسلمان تھا) رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپؐ نے عمرؓو بن مالک کے اس فعل پر ناراضی کا اظہار فرمایا۔ عمرو بن مالک کو بھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ناراضی کا علم ہو گیا چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ اپنی گردن کے طوق سے باندھ دیا اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا لیکن آپؐ نے ان سے اعراض کیا۔ عمرؓو بن مالک نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ حضورؐ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کی طرف سے چہرۂ مبارک پھیر لیا۔ انہوں نے دوبارہ اور سہ بارہ معافی کی درخواست کی مگر حضورؐ نے ہر بار ان کی طرف سے روئے انور پھیر لیا۔ آخر حضرت عمرؓو نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! اللہ بھی راضی ہو جاتا ہے (خطا کاروں کی خطائیں بخش دیتا ہے) آپؐ بھی مجھ سے راضی ہو جائیں اللہ آپؐ سے راضی ہو گا۔
اب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم راضی ہو گئے اور فرمایا، میں تجھ سے راضی ہو گیا ہوں۔
(طبقات ابنِ سعد۔ اُسدُ الغابہ۔ غزوۂ تبوک)

وفدِ بنی جیشان

جیشان عرب کا ایک غیر معروف قبیلہ تھا۔ بعض اہلِ سیر نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس کا تعلق یمن سے تھا۔

فتح مکہ کے بعد بنو جیشان کا ایک وفد ابو وہب الجیشانیؓ کی قیادت میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے حضورؐ سے یمن میں استعمال کی جانے والی دو شرابوں کے بارے میں پوچھا۔ ایک شراب شہد سے تیار کی جاتی تھی اور دوسری جَو سے۔ حضورؐ نے اُن سے دریافت فرمایا، کیا ان کے پینے سے تمہیں نشہ آتا ہے؟

انہوں نے عرض کیا: ـــــ "اگر زیادہ مقدار میں پئیں تو نشہ ہو جاتا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ـــــ

"جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ لائے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔"

پھر اہلِ وفد نے سوال کیا، اُس شخص کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے جو شراب بناتا ہے اور اپنے کارندوں کو پلاتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: ـــــ "ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

اس وفد کے اس سے زیادہ حالات کسی کتاب میں نہیں ملتے۔ قیاس یہ ہے کہ بنو جیشان شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو کر واپس گئے اور معمول کے مطابق عطیات سے بھی نوازے گئے۔

(طبقات ابنِ سعد)

وفدِ ہمدان

فتح مکہ کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو یمن کے قبیلہ ہمدان میں اشاعتِ اسلام کے لیے بھیجا۔ حضرت خالدؓ نے کچھ مدت وہاں قیام کیا مگر بنو ہمدان نے دعوتِ حق کو قبول نہ کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں بھیجا۔ ان کی تبلیغی مساعی سے بنو ہمدان نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت علیؓ نے ایک خط لکھ کر حضورؐ کو بنو ہمدان کے حلقہ بگوشِ اسلام ہو جانے کی اطلاع دی تو آپؐ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور فرمایا: السَّلَامُ عَلیٰ ھَمْدَان (ہمدان کو سلامتی ہو) السَّلَامُ عَلیٰ ھَمْدَان (ہمدان کو سلامتی ہو)

۹ھ ہجری میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو بنو ہمدان کا ایک وفد آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں بنو ہمدان کے بہت سے عمائد شامل تھے۔ ان میں ابو ثور مالکؓ بن نمط (جو ذوالمشعار کے لقب سے مشہور تھے) عمیرہؓ بن مالک الخارفی، ضمامؓ بن مالک السلمانی اور مالکؓ بن ایفع کے اسماء خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان لوگوں نے دھاری دار یمنی چادریں اور عدنی پگڑیاں باندھ رکھی تھیں اور مہری اور ارحبی اونٹنیوں پر سوار تھے۔ حضرت مالکؓ بن نمط ذوالمشعار یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ (ترجمہ)

ہمدان کے باشندے بہترین رہنما اور فرمانروا ہیں۔ دنیا میں ان کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

وہ بلند جگہ کے رہنے والے ہیں اور ان میں بڑے بڑے مردانِ دلاور ہیں جن کو تحفے اور نذرانے دیے جاتے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں ایسے علاقے سے آئے ہیں جہاں سرسبز زمینیں بھی ہیں اور بنجر بھی۔ وہاں گرمیوں اور خزاں میں غبار آلود ہوائیں چلتی ہیں۔

ہم ایسی اونٹنیوں پر سوار ہو کر آئے ہیں جن کی ناک میں کھجور کی چھال کی

مہاریں ہیں۔
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مالکؓ بن نمط کو بنو ہمدان کا امیر مقرر فرمایا اور ایک تحریری فرمان کے ذریعے بنو ہمدان کو وہ جاگیریں عطا فرمائیں جو انہوں نے مانگیں۔ اس فرمان کا مضمون یہ تھا:

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تحریر ہے، قبیلہ خارف کے شہر کی بلند اور ریگستانی زمین والوں کے لیے جن کے ساتھ ان کا نمائندہ ذوالمشعار ہے یعنی مالک بن نمط اور ان لوگوں کے لیے جو ان کی قوم سے اسلام لائے ہیں ان کے لیے ان کی بلند اور نشیبی زمینیں ہیں جب تک نماز قائم کرتے رہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ یہ لوگ وہاں کی پیداوار کھائیں گے اور گھاس چارہ اللہ کی کو کھلائیں گے ان کے لیے یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا عہد ہے اور اس پر مہاجرین اور انصار گواہ ہیں۔"

علامہ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ حضرت مالکؓ بن نمط نے بارگاہِ رسالت میں اور بھی بہت سے فصیح و بلیغ اشعار پڑھے ان میں سے کچھ یہ ہیں: (ترجمہ)

"میں نے کفر کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یاد کیا جب ہم دحرمان (پہاڑ) اور حسلدد کی بلندیوں پر تھے۔ ہماری اونٹنیاں ہمیں نشیب میں لا رہی تھیں اور تھک گئی تھیں۔ یہ اونٹنیاں اپنے سواروں کو لیے صاف اور کشادہ راہوں کی طرف بڑھ رہی تھیں۔"

"ان کی مضبوط ٹانگوں پر گھنے بال تھے اور وہ ہمیں یوں اڑائے لیے جا رہی تھیں جیسے تیز رفتار شتر مرغ دوڑتا ہے۔"

"میں قسم کھاتا ہوں منیٰ کی طرف جھومتے ہوئے جانے والی اونٹنیوں کے رب کی جو بلند و بالا زمینوں سے سواروں کو لے کر واپس آتی ہیں۔"

ہمیں بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہم میں موجود ہیں وہ صادق

ہیں اور آپؐ ہی وہ رسول ہیں جو راہِ راست دکھانے والے ہیں اور مالکِ عرش کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔"

آج تک کسی اونٹنی کے کجاوے سے کسی شخص نے اپنے دشمنوں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید تر حملہ نہیں کیا۔"

"جب بھی کوئی مالی امداد مانگنے والا آپؐ کی خدمت میں آتا ہے تو آپؐ اسے بے حساب عطا فرماتے ہیں اور آپؐ کی قوتِ فیصلہ ہندی مشرقی تلوار کی دھار سے بھی تیز ہے۔

(سیرۃ ابنِ ہشام۔ اُسُدالغابہ)

وفدِ بنی تغلب

فتح مکہ کے بعد بنو تغلب کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ یہ سولہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ان میں کچھ اصحاب پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے اور کچھ نصاریٰ (عیسائی) تھے۔ نصاریٰ نے اپنے سینوں پر طلائی صلیبیں سجا رکھی تھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کو حضرت رملہؓ بنت حارث کے گھر ٹھہرایا۔ وفد کے مسلمان اراکین نے تو حضورؐ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور دین کے احکام سیکھے لیکن نصاریٰ اپنے دین پر قائم رہے اور صرف صلح کی خواہش ظاہر کی۔ حضورؐ نے ان سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اپنی اولاد کو نصرانیت کے رنگ میں نہیں رنگیں گے۔

یہ وفد مدینہ منورہ سے چلنے لگا تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان اراکینِ وفد کو عطیات سے نوازا۔

(طبقات ابنِ سعد)

وفدِ بنی قُشَیر بن کعب

غزوہ حُنَین (۸ھ ہجری) کے بعد حجۃ الوداع (۱۰ھ ہجری) سے پہلے کسی وقت بنو قُشَیر کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور سارے اراکینِ وفد نے قبولِ ایمان کا شرف حاصل کیا۔ اس موقع پر قرۃؓ بن ہبیرہ نے، جو وفد کے سرداروں میں سے تھے، عرض کیا، یارسول اللہ! زمانۂ جاہلیت میں ہم نے اللہ کے سوا کچھ اور خدا بنا رکھے تھے ان میں سے کچھ مذکر (بت) تھے اور کچھ مؤنث (مورتیاں)۔ ہم ان کو پکارا کرتے تھے مگر وہ جواب نہ دیتے تھے۔ ہم ان سے سوال کرتے تھے مگر وہ ہمارا سوال پورا نہ کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا تو ہم ان کو چھوڑ کر آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ کی دعوت قبول کرلی۔ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں ایک چادر عطا کی اور اپنی قوم سے صدقات وصول کرنے پر مامور فرمایا۔ حضرت قرۃؓ حجۃ الوداع میں بھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہمرکاب تھے۔ وہ ایک پست قد اونٹنی پر سوار تھے حضورؐ نے ان کو پکارا جب وہ قریب آئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا، جب تم (وفد میں) میرے پاس آئے تھے تو تم نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے اپنی باتیں دہرائیں۔ جب وہ چلنے لگے تو آپؐ نے فرمایا، جس کو عقل دی گئی وہ کامیاب ہوگیا۔ علامہ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ جب رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عمروؓ بن العاص کو بحرین بھیجا تو قرۃؓ بھی ان کے ساتھ تھے نیز یہ کہ حضورؐ نے ان کو اپنے استعمال کے دو کپڑے بھی عنایت فرمائے تھے۔

وفد کے ایک رکن حضرت ثورؓ بن عزرہ تھے ان کی کنیت ابوالعکیر تھی آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں وادیٔ عقیق میں دو مقام "حمام" اور "سد" عطا فرمائے اور ایک دستاویز بھی ان کے لیے لکھ دی۔ وفد کے ایک تیسرے رکن حضرت حیدۃؓ بن معاویہ قشیری تھے۔ ان کے ایک فرزند معاویہؓ تھے ان کو بھی ایک اور موقع پر بارگاہِ نبویؐ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی حاضری کا حال اسی کتاب میں الگ بیان کیا گیا ہے۔ (طبقات ابنِ سعد۔ اُسد الغابہ)

وفدِ کعب رضؓ بن زُہیر مُزَنی

حضرت کعبؓ بن زُہیر مُزَنی کا شمار نامور "شعرائے مخضرمین" میں ہوتا ہے یعنی وہ شعراء جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے[1] حضرت کعبؓ بن زہیر کی بارگاہِ رسالت میں حاضری، ان کا قبولِ اسلام اور سیر بارگاہ نبوی میں اپنا شہرۂ آفاق قصیدہ "بانَتْ سُعاد" پیش کرنا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے پسند فرمانا اور کعبؓ بن زہیر کو اپنی بُردہ شریف (چادر مبارک) عطا فرمانا تاریخِ اسلام کا بہت مشہور اور دلچسپ واقعہ ہے۔ بعض اہلِ سیر نے اس واقعہ کا ذکر عہدِ رسالت کے وُفود میں کیا ہے اس لیے ہم بھی حضرت کعبؓ بن زہیر کی بارگاہ رسالت میں حاضری کو ایک "وفد" سے تعبیر کرتے ہوئے اس واقعہ کا ذکر قدرے تفصیل سے کریں گے۔

---

[1] حضرت کعبؓ کا والد زُہیر بن ابی سُلمیٰ، عرب (جاہلی) کے سات بڑے اور فحول شعراء میں سے ایک ہے۔ اس کا ایک معرکہ آرا قصیدہ آبِ زر سے لکھوا کر خانۂ کعبہ کے اندر آویزاں کیا گیا تھا۔ اکثر لوگوں کے نزدیک وہ جاہلی شعراء میں سب سے بڑا شاعر تھا۔ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ بھی اسے اشعر شعراء العرب (یعنی عرب کا سب سے بڑا شاعر) کہا کرتے تھے۔ فی الحقیقت حضرت کعبؓ کا سارا خاندان شعر و شاعری میں سارے عرب میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ ان کا والد زہیر، دادا ابی سُلمیٰ ربیعہ، نانا، بھائی اور چچا پھوپھیاں سب کے سب شعر و سخن کے سمندر کے شناور تھے۔ چنانچہ خاندانی ماحول کے اثر اور ذوقِ خداداد کی بنا پر حضرت کعبؓ بھی بہت بڑے شاعر بنے۔ زہیر بن ابی سُلمیٰ نے تو اسلام کا زمانہ نہ پایا البتہ حضرت کعبؓ نہ صرف نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوئے بلکہ اپنے لافانی قصیدہ "بانَتْ سُعاد" کی بدولت وہ شہرتِ عام اور بقائے دوام، کے دربار میں بھی منفرد مقام حاصل کیا۔

حضرت کعبؓ بن زہیر کا تعلق بنو مزینہ سے تھا۔ وہ اور ان کے بھائی بجیرؓ دونوں قادر الکلام شاعر تھے۔ جس زمانے میں ان دونوں بھائیوں کی شاعری کی شہرت نجد سے نکل کر عرب کے دور دراز گوشوں تک جا پہنچی تھی، اسلام کے نور ہدایت نے بھی عرب کے گوشے گوشے کو منور کرنا شروع کر دیا تھا۔ کعبؓ اور بجیرؓ کے کانوں تک بھی دعوتِ توحید کی آواز پہنچی مگر وہ اس کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبؓ نے اسلام کی پُر زور مخالفت اور رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہجو کی۔ (ہجویہ اشعار کہے) ۔ صلح حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ ہجری) کے کچھ عرصہ بعد حضرت کعبؓ اور حضرت بجیرؓ اپنے وطن سے نکل کر مقام "ابرق العزّاف" میں آئے۔[1] یہاں بجیرؓ نے کعبؓ سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرے رہو اور اپنی بھیڑ بکریوں کی رکھوالی کرو میں ذرا مدینہ جا کر صاحبِ قریش (رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) سے معلوم کرتا ہوں کہ وہ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔

اس کے بعد بجیرؓ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپؐ کے جمالِ جہاں آرا اور ارشاداتِ عالیہ سے ایسے متاثر ہوئے کہ بلا تامل مُشرّف بہ اسلام ہو گئے اور مدینہ منوّرہ ہی میں مستقل اقامت اختیار کر لی۔

---

[1] یاقوت حموی کا بیان ہے کہ ابرق العزّاف بنی اسد بن خزیمہ کا ایک مشہور چشمہ اور پانی کا گھاٹ تھا۔ یہ مقام اس شخص کے راستے میں آتا ہے جو بصرہ (عراق) سے مدینہ منوّرہ جا رہا ہو۔ وہ شخص حومانۃ الدراج سے اس مقام کی طرف آتا ہے وہاں سے بطنِ نخلہ پہنچتا ہے۔ پھر بطن نخلہ سے الطرف اور اس کے بعد مدینہ پہنچ جاتا ہے۔

ابرق کا مطلب سخت زمین ہے اور عزّاف کسی جن کی مہیب اور پُر اسرار آواز کو کہتے ہیں۔ چونکہ لوگوں کو وہاں سے ایک مہیب آواز سنائی دیتی تھی جیسے وہ کسی جن کی آواز کہتے تھے اس لیے انھوں نے اس مقام کا نام "ابرق العزّاف" رکھ دیا۔ (شرح قصیدہ بانت سعاد از علامہ فضل احمد عارفؔ بحوالہ معجم البلدان ج۔ ۱ ص ۶۶)

پھر انہوں نے کعبؓ کو اپنے قبولِ اسلام کی اطلاع دی اور انہیں بھی دینِ حق قبول کرنے کا مشورہ دیا لیکن کعبؓ نے ان کا مشورہ رَد کر دیا۔ اب دونوں بھائیوں کی راہیں الگ ہو گئیں۔ بجیرؓ راہِ حق کے ایک جانباز سپاہی بن گئے اور کعب ابرق العزاف سے مکہ جا کر مشرکینِ قریش سے مل گئے سو وہاں وہ اسلام کے خلاف معاندانہ سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے۔ اپنے اشعار میں مسلمانوں کی ہجو کرتے اور مشرکین کو اہلِ حق کے خلاف خوب اشتعال دلاتے تھے۔

اُدھر حضرت بجیرؓ نے غزوۂ خیبر، فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔ غزوۂ طائف سے فارغ ہو کر حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ مُنوَّرہ کو مراجعت فرمائی تو حضرت بجیرؓ نے کعبؓ کو ایک خط لکھ کر اطلاع دی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چند دشمنانِ حق کے سوا باقی سب اہلِ مکہ کو معاف فرما دیا ہے۔ آپؐ کی خدمت میں جو شخص مسلمان ہو کر حاضر ہو جاتا ہے آپؐ اسے قبول کر لیتے ہیں اور اس کی خطاؤں سے درگزر فرماتے ہیں اگر تم بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاؤ اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی سابقہ خطاؤں پر ندامت کا اظہار کرو تو مجھے یقین ہے کہ حضورؐ تمہیں معاف فرما دیں گے

علامہ ابنِ خلدونؒ کا بیان ہے کہ کعبؓ فتح مکہ کے دن نجران کی طرف فرار ہو گئے تھے۔ حضرت بجیرؓ نے یہ خط ان کو کسی ذریعے سے پہنچایا تو انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بجائے یہ ہجویہ اشعار کہہ ڈالے [1]

(۱)— اَلَا اَبْلِغَا عَنِّیْ بُجَیْرًا رِسَالَۃً
عَلٰی اَیِّ شَیْئٍ وَیْبَ غَیْرُکَ دَلَّکَا

(۲)— عَلٰی خُلُقٍ لَمْ تُلْفِ اُمًّا وَلَا اَبًا
عَلَیْہِ وَلَمْ تُدْرِکْ عَلَیْہِ اَخًا لَکَا

---

[1] ایک اور روایت کے مطابق کعبؓ نے یہ اشعار اس وقت کہے جب حضرت بجیرؓ نے انہیں اپنے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) سَقَاكَ اَبُوْ بَكْرٍ بِكَاسٍ رَوِيَّةٍ
فَاَنْهَلَكَ الْمَامُوْرُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

(ترجمہ)

(۱) بجیر کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ آخر کس چیز نے تمہیں غیروں کی تباہی اور ہلاکت اپنے سر لینے پر مجبور کیا۔

(۲) تم نے وہ وتیرہ اختیار کر لیا جو نہ تیرے ماں باپ کا تھا اور نہ تمہارے بھائی نے اسے اختیار کیا۔

(۳) ابوبکرؓ نے تمہیں کوئی (نشے کا) بھرپور پیالہ پلا دیا ہے اور مامورؐ[1] نے تو تمہیں اس پیالے سے خوب سیراب کیا ہے۔

(الاصابہ، اُسدالغابہ، الاستیعاب)

علامہ ابن ہشام نے "السیرۃ النبویہ" میں کعبؓ سے جو اشعار منسوب کیے ہیں وہ اوپر کے اشعار سے قدرے مختلف ہیں اور تعداد میں بھی زیادہ ہیں۔ بخوف طوالت ہم "الاصابہ" اور "اُسدالغابہ" میں دیئے گئے اشعار پر اکتفا کرتے ہیں۔ اکثر تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ جب یہ اشعار رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سمع مبارک تک پہنچے تو آپؐ نے کعبؓ کو واجب القتل قرار دے دیا۔ لیکن مختلف روایتوں کو یکجا کر کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبؓ کو واجب القتل قرار

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

اسلام لانے اور مدینہ منورہ میں مستقل اقامت اختیار کرنے کی اطلاع دی۔ حضرت بجیرؓ نے حضورؐ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ان اشعار سے مطلع کیا تو آپؐ نے کعبؓ کا خون ہدر کر دیا اور فرمایا جو شخص کعب کو دیکھے اسے قتل کر دے۔ حضرت بجیرؓ نے حضورؐ کے اس حکم سے کعبؓ کو آگاہ کر دیا۔ (الاصابہ۔ السیرۃ النبویہ ابن ہشام)

[1] "مامور" کا مطلب "کسی حق کا مطیع" ہے۔ کفار حضورؐ کے بارے میں اسی قسم کی ہرزہ سرائی کیا کرتے تھے۔

دیئے جانے کا سبب صرف یہی اشعار نہیں تھے بلکہ عام مسلمانوں کی ہجو کرنا، مسلم خواتین کے بارے میں عشقیہ شعر کہنا، مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلانا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کا منصوبہ بنانا اور آپؐ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنا جیسے جرائم بھی اس میں شامل تھے۔ حضرت بجیرؓ کی خواہش تھی کہ ان کا بھائی مسلمان ہو جائے اور اچانک قتل نہ ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے کعبؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے آگاہ کر دیا اور کہیں پناہ لینے کا مشورہ دیا۔ حضرت بجیرؓ کا پیغام ملنے پر کعبؓ نے مختلف قبیلوں میں پناہ لینی چاہی مگر کسی قبیلے نے انہیں پناہ دینے کی ہامی نہ بھری۔ اب ان کی آنکھیں کھلیں اور انہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامنِ اقدس تھامنے ہی میں عافیت نظر آئی۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ کعبؓ کو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کے محرک حضرت بجیرؓ کے وہ اشعار بھی تھے جو انہوں نے کعبؓ کے گستاخانہ اشعار کے جواب میں لکھ بھیجے تھے۔ حضرت بجیرؓ کے اشعار یہ تھے:

(۱) مَنْ مُبْلِغٌ كَعْبًا فَهَلْ لَكَ فِي الَّتِي
تَلُومُ عَلَيْهَا بَاطِلًا وَهِيَ أَحْزَمُ

(۲) إِلَى اللهِ (لَا الْعُزَّى وَلَا اللَّاتِ) وَحْدَهُ
فَتَنْجُوْ إِذَا كَانَ النَّجَاءُ وَتَسْلَمُ

(۳) لَدَى يَوْمٍ لَا يَنْجُوْ وَلَيْسَ بِمُفْلِتٍ
مِنَ النَّاسِ إِلَّا طَاهِرُ الْقَلْبِ مُسْلِمُ

(۴) فَدِيْنُ زُهَيْرٍ وَهُوَ لَا شَيْءَ دِيْنُهُ
وَدِيْنُ أَبِي سُلْمَى عَلَيَّ مُحَرَّمُ

(ترجمہ)

۱۔ کون شخص جا کر کعب کو میرا پیغام پہنچائے گا اور اس سے پوچھے گا کہ جس دین کی تم مذمت کرتے ہو اس میں آخر کون سی بات غلط ہے۔ وہ دین تو

سراسر بھلائی ہے۔

۲۔ نجات کی طرف لے جانے والا صرف اللہ کا راستہ ہے، عُزّیٰ اور لات کے راستے نہیں اگر نجات اور سلامتی چاہتے ہو تو اللہ کے راستے پر چل کر حاصل کرو

۳۔ ایک دن یقیناً آنے والا ہے جب پاکباز اور نیک دل مسلمان کے سوا کوئی نجات نہ پا سکے گا۔

۴۔ ہمارے باپ زہیر کا دین (نگاہِ حق شناس میں) بے حقیقت تھا اور اسی طرح (ہمارے دادا) ابی سُلمیٰ کا (باطل) دین بھی مجھ پر حرام ہے۔

اسلام کے بارے میں شرح صدر ہونے کے بعد حضرت کعبؓ بارگاہ رسالت میں کس طرح حاضر ہوئے، اس سلسلے میں پانچ مختلف روایتیں ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) حضرت کعبؓ مدینہ مُنوّرہ پہنچ کر بنو جُہَینَہ کے ایک صاحب کے پاس شب باش ہوئے جو ان کے شناسا تھے (غالباً انہوں نے اپنے میزبان کو اپنے قبولِ اسلام سے آگاہ کر دیا اسی لیے انہوں نے ان کو پناہ دے دی) ان صاحب نے نمازِ فجر کے بعد کعبؓ کو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے پیش کیا کعبؓ نے اسلام قبول کیا اور حضورؐ کی بیعت کی۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! کعب بن زہیر تائب ہو کر اور اسلام قبول کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے اگر میں اسے پیش کروں تو کیا آپ اسے معاف فرما دیں گے۔ (حضورؐ کعبؓ کے شناسا نہیں تھے) حضورؐ نے فرمایا، ہاں اگر وہ سچے دل سے ایمان لے آئے اور گزشتہ خطاؤں سے توبہ کر لے تو اس کو امان ہے۔

اس پر حضرت کعبؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! میں ہی کعب بن زہیر ہوں،

میں نے صدقِ دل سے اسلام قبول کیا ہے اور اپنی خطاؤں پر نادم ہوں۔

(سیرۃ ابن ہشام)

(۲) حضرت کعبؓ نے مدینہ مُنوّرہ میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پناہ طلب کی۔ انہوں نے فرمایا، میں تمہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مرضی کے خلاف پناہ نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد حضرت کعبؓ، حضرت عُمَر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر پناہ کے خواستگار ہوئے۔ انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے بھی پناہ دینے کی ہامی نہ بھری۔ البتہ ان کو مشورہ دیا کہ تم مسجد میں جاکر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اقتدا میں نماز پڑھو اور نماز کے بعد آپؐ کی خدمت میں عرض کرو، یا رسول اللہ! میں نے اسلام قبول کیا ہے اور اب آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں —— آپؐ اپنا دستِ مبارک بڑھائیں گے تو تم اسے تھام کر امان طلب کرنا۔
حضرت کعبؓ نے حضرت علیؓ کے مشورے کے مطابق عمل کیا اور معافی پائی۔

(جمہرۃ اشعار العرب ابو زید القرشی)

(۳) حضرت کعبؓ نے مدینہ مُنوّرہ پہنچ کر سیدھا مسجدِ نبوی کا رُخ کیا جہاں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صحابہ کی ایک جماعت کے درمیان رونق افروز تھے۔ کعبؓ نے اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا اور پھر مسجد میں جا کر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے بیٹھ گئے پہلے کلمۂ شہادت پڑھا اور پھر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں کعب بن زہیر ہوں اور امان کی التجا کرتا ہوں —— حضورؐ نے فرمایا، اچھا تو تم ہو جس نے وہ اشعار کہے تھے؟ پھر آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، ذرا وہ اشعار پڑھیئے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی، جب تیسرے شعر کا دوسرا مصرع پڑھا: —— فَانْهَلَكَ الْمَامُوْرُ مِنْهَا وَعَلَّكَا ——
تو حضرت کعبؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ مصرع یوں ہونا چاہیئے:

فَانْهَلَكَ الْمَامُوْنُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

(مامون نے تجھے اس پیالے سے خوب سیراب کیا ہے)

آپؐ نے فرمایا: مَامُوْنٌ وَاللہِ (ہاں خدا کی قسم مامون ہی رست ہے)۔
پھر ارشاد ہوا، تم کو امان ہے اور تم بھی اب مامون ہو۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ)

(۴) مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت کعبؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دوسرے دن نمازِ فجر کے بعد کعبؓ کو بارگاہِ رسالت میں حاضر کیا۔ اس وقت کعبؓ نے چہرے پر ڈھاٹا باندھ رکھا تھا حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! یہ شخص اسلام لانا چاہتا ہے اور آپؐ کی بیعت کا شرف حاصل کرنے کا بھی متمنّی ہے۔ یہ سن کر حضورؐ نے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھا دیا۔ کعبؓ کلمۂ توحید پڑھنے کے بعد آپؐ کی بیعت کر چکے تو انہوں نے ڈھاٹا کھول دیا اور عرض کیا، یا رسول اللہؐ! میں کعب بن زہیر ہوں اور امان کی درخواست کرتا ہوں۔

(الشعر والشعراء لابن قتیبہ)

(۵) حافظ ابن حجرؒ نے خود حضرت کعبؓ کی زبانی یہ واقعہ اس طرح نقل کیا ہے:
"میں نے مسجدِ نبویؐ کے دروازے پر اپنی سانڈنی بٹھائی اور مسجد میں داخل ہوا۔ اس وقت رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ایک چبوترے پر تشریف فرما تھے اور صحابۂ کرامؓ آپؐ کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ حضورؐ کبھی ایک جانب متوجہ ہوتے کبھی دوسری جانب۔ میں آپؐ کی خدمت میں جا کر بیٹھ گیا اور کلمہ پڑھ کر اپنے اسلام کا اعلان کیا پھر میں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! میں کعب بن زہیر ہوں اور امان کا طالب ہوں۔
حضورؐ نے فرمایا، اچھا تو تم وہی ہو جس نے یہ شعر کہے تھے؟ پھر آپؐ

نے حضرت ابوبکرؓ سے وہ اشعار پڑھنے کے لیے ارشاد فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے شعر پڑھتے ہوئے جب "المامور" کہا تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! "المامور" نہیں بلکہ "المامون"۔ آپؐ نے فرمایا، مَامُوْنٌ وَاللہ (بخدا مامون ہی صحیح ہے)۔

ابنِ ہشامؒ نے ابنِ اسحاقؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں کو علم ہوا کہ امان طلب کرنے والا کعب بن زہیر شاعر ہے۔ جس کا خون رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہدر کر دیا ہے تو ایک انصاری صاحب رسولؐ نے آگے بڑھ کر ان کو قتل کرنا چاہا، رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو روک دیا اور فرمایا، کعب تائب ہو کر آیا ہے اب اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ (میں نے اس کو معاف کر دیا ہے)۔

اب کعبؓ مسرور اور مطمئن ہو گئے اور بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

"یارسول اللہ! میں نے ایک قصیدہ کہا ہے اگر اجازت ہو تو پیش کردوں۔"

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، ہاں تم اپنے اشعار سناؤ۔

اب حضرت کعبؓ نے بڑے ذوق وشوق اور جوش وخروش سے اپنا وہ معرکہ آرا قصیدہ پڑھنا شروع کیا جو تاریخ میں "قصیدہ بَانَتْ سُعَاد" کے نام سے مشہور ہے[1] یہ قصیدہ ۵۸ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کا مطلع یہ ہے:

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِیْ الْیَوْمَ مَتْبُوْلُ
مُتَیَّمٌ اِثْرَھَا لَمْ یُفْدَ مَکْبُوْلُ

(ترجمہ) سُعاد مجھ سے جدا ہو گئی اس لیے میرا دل اب مریض ہے اور وہ ایسا

---

[1] اس قصیدے کو "لامیۂ کعب" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا ہر شعر لام (ل) پر ختم ہوتا ہے۔ بعض اسے "قصیدہ بُردہ" بھی کہتے ہیں لیکن اس نام سے ایک اور قصیدہ زیادہ مشہور ہے جو امام بوصیریؒ کی فکرِ سخن کا شاہکار ہے۔

غلام اور قیدی ہے جسے (قیدِ عشق سے) کوئی فدیہ دے کر بھی رہائی دلانے والا نہیں۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جب حضرت کعبؓ نے درج ذیل نعتیہ اشعار پڑھے تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کرامؓ کو توجہ سے سننے کے لیے اشارہ فرمایا:

أُنْبِئْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ أَوْعَدَنِي
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ مَأْمُولُ
إِنَّ الرَّسُولَ لَسَيْفٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوفِ اللّٰهِ مَسْلُولُ
فِي فِتْيَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ
بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمَّا أَسْلَمُوا زُولُوا

(ترجمہ)

"مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے حالانکہ (ہمیں) رسول اللہ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) سے عفو اور درگزر کی امید ہے۔"

"بے شک رسول اللہ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) ایک ایسی شمشیر آبدار ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپؐ اللہ کی تلواروں میں سے ایک بے نیام ہندی تلوار ہیں۔"

"رسول اللہ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) قریش کے شریف اور کریم النفس جوانمردوں کی جماعت میں معبوث ہوئے۔ جب وہ جماعت اسلام لائی (اور اس کو اذیتیں پہنچائی گئیں) تو ان کے ایک ترجمان نے مکہ کے اندر اعلان کیا کہ سب لوگ (مکہ سے مدینہ) ہجرت کر جائیں۔"

جب حضرت کعبؓ نے قصیدہ ختم کیا تو رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس قدر خوش ہوئے کہ آپؐ نے وہ چادر جو اوڑھی ہوئی تھی، اتار کر حضرت کعبؓ کے

کندھوں پر ڈال دی۔ یہ اتنا بڑا اعزاز تھا کہ سارے جہان کی نعمتیں اس کے سامنے ہیچ تھیں۔ چنانچہ حضرت کعبؓ جب تک حیات رہے انہوں نے اس مقدس چادر (بردہ شریف) کو سینے سے لگا کر رکھا اور تنگدستی کے باوجود کسی قیمت پر بھی اسے جدا کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

حضرت کعبؓ بن زہیر کا سالِ وفات کسی نے ۲۴ھ بتایا ہے[1] اور کسی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں فوت ہوئے[2] (یعنی ۴۱ ہجری میں یا اس کے ایک دو سال بعد)۔

واللہ اعلم بالصواب

---

[1] دائرۃ المعارف (مصر) ۱۹۳۸ء ج ۸ ص ۱۵۳ - ۱۵۹!

تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ج - ۱ ص ۱۸۳

[2] ادباء العرب ج ۱ ص ۳۲۶ پطرس بستانی

اس میں حضرت کعبؓ کی وفات امیر معاویہؓ کے خلافت کے ابتدائی دور میں بتائی گئی ہے۔

وفدِ بنی کلاب

سنہ ۹ ہجری میں بنو کلاب کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ یہ تیرہ آدمی تھے۔ ان میں جبارؓ بن سلمیٰ اور عرب کے نامور شاعر حضرت لبیدؓ بن ربیعہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلامی طریقے کے مطابق سلام کیا اور یوں عرض پیرا ہوئے:

"یا رسول اللہ! آپ کی طرف سے ضحاک بن سفیان ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور آپ کی وہ سُنّت لے کر پہنچے جس کا آپؐ نے انہیں حکم دیا ہے اور انہوں نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا پس ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو قبول کر لیا۔ انہوں (ضحاک بن سفیان) نے ہمارے اغنیاء سے صدقہ لیا اور اسے ہمارے فقراء (غرباء و مساکین) میں تقسیم کر دیا۔"

ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کو حضرت رملہؓ بنت الحارث کے گھر میں ٹھہرایا۔ رکنِ وفد حضرت جبارؓ بن سلمیٰ اور انصار کے مشہور شاعر حضرت کعبؓ بن مالک آپس میں دوست تھے۔ حضرت کعبؓ کو حضرت جبارؓ کی آمد کا پتہ چلا تو انہوں نے جا کر انہیں اہلاً و سہلاً و مرحبا کہا اور اپنی طرف سے ایک تحفہ پیش کیا پھر وہ سارے ارکینِ وفد کو اپنے ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

(طبقات ابن سعد۔ بذل القوۃ)

وفدِ بنی فزارہ

۹ھ ہجری میں جب رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم تبوک سے واپس تشریف لائے تو چودہ یا پندرہ آدمیوں پر مشتمل بنو فزارہ کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں خارجہؓ بن حصن اور حرؓ بن قیس بھی شامل تھے۔ مؤخر الذکر وفد کے سب سے کم عمر رکن تھے۔ یہ لوگ بڑی دُبلی پتلی لاغر سواریوں پر سوار تھے۔ ان لوگوں نے اپنے اسلام کا اقرار کیا تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان سے ان کے علاقے کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیا :۔

"یا رسول اللہؐ! ہمارے علاقے میں قحط پڑ گیا ہے۔ ہمارے کھیت خشک ہو گئے ہیں، مویشی ہلاک ہو گئے ہیں اور ہمارے عیال تباہی کی زد میں ہیں۔ آپؐ اپنے ربّ سے ہمارے لیے دعا کریں۔"

رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور یوں دُعا کی :۔

"اے اللہ! اپنے بندوں اور چوپایوں کو سیراب کر دے۔ اپنی رحمت کو عام کر دے اور اپنے مردہ ملک کو زندگی عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں سیراب کرنے والی اور وسیع، ہمہ گیر، خوشگوار اور تازگی بخشنے والی بارش جلد عطا فرما۔ وہ بارش جو نفع دینے والی ہو اور نقصان نہ پہنچانے والی ہو۔ اے اللہ ہمیں بارانِ رحمت سے سیراب کر جو نہ باعثِ عذاب ہو اور نہ گرانے والی، تباہ کرنے والی اور غرق کرنے والی ہو۔ اے اللہ ہمیں بارش سے سیراب کر اور دشمنوں پر فتح دے۔"

پس بارش ہوئی اور لوگوں نے اگلے چھ دن تک آسمان نہ دیکھا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پھر منبر پر چڑھے اور دعا کی :۔

"اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ ٹیلوں، پتھروں، وادیوں کے نشیب اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں (جنگلوں) میں ہو۔"

راوی کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ کے اوپر سے بادل اس طرح دُور ہو گئے جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔ (بنو فزارہ کے علاقے میں بھی یہی صورتِ حال پیش آئی)

(طبقات ابنِ سعد۔ بذل القوۃ)

وفدِ حِمیَر

بنو حِمیَر نے یمن پہ عرصہ تک حکومت کی تھی مگر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت کے وقت خاندانِ حِمیَر کی مرکزی بادشاہت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور ہر علاقے کے حِمیَری حکمران اور رؤسا و امراء نے خود مختاری کا دعویٰ کر کے اپنا اثر و رسوخ قائم کر لیا تھا۔ اس طرح وہاں طوائف الملوکی کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ لوگ برائے نام بادشاہ (ملوک) کہلاتے تھے۔ عربی میں ان کا لقب "ذو" اور "قیل" تھا۔ صلح حدیبیہ کے بعد رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جب مختلف حکمرانوں اور رئیسوں کو دعوتِ اسلام کے خطوط ارسال فرمائے تو ملوکِ حِمیَر کے نام بھی متعدد خطوط بھیجے۔ ان میں قابلِ ذکر ملوک اور قبائلِ حِمیَر کے نام یہ ہیں:

(۱) حارث، مسرح، نعیم بن عبد کلال (ان تینوں کو ایک خط تحریر کیا گیا)۔
(۲) مالک ذی یزن (۳) عمیر ذومران (۴) زرعہ بن سیف ذی یزن
(۵) نعمان قیل ذی رعین (۶) بنو قہد (حِمیَر کی ایک شاخ)
(۷) بنو عمرو بن حِمیَر (۸) عبد العزیز بن سیف ذی یزن
(۹) عریب بن عبد کلال الحمیری (۱۰) حجر ذی اعین
(۱۱) ذو الکلاع بن ناکور
(۱۲) حوشب بن طخیہ او طحہ الحمیری المعروف بذی ظلیم
(۱۳) شرحبیل بن عبد کلال

ان میں سے جن ملوکِ حِمیَر پر آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خصوصی توجہ فرمائی، وہ حارث، مسرح اور نعیم بن عبد کلال تھے (اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور کو ان کی سلامت روی پر پورا اطمینان تھا) آپؐ نے ان کو جو مکتوبِ مبارک بھیجا اس کا مضمون یہ تھا:

"حمیرؔ کے حارث، مسروح اور نعیم بن عبدالکلال کے نام۔ تم سلامت رہو جب تک تمہارا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہو۔ اللہ وحدہٗ لاشریک نے موسیٰؑ کو اپنی آیات کے ساتھ مبعوث کیا اور عیسیٰؑ کو اپنے کلمہ سے پیدا کیا۔ یہود نے عزیر کو اللہ کا بیٹا بنا لیا اور نصاریٰ کہنے لگے کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے اور عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔"

یہ خط پہنچانے کی ذمہ داری آپؐ نے حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ کے سپرد کی۔ ان حضرات کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نامہ مبارک ملا تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور اس سلسلے میں ایک عہد نامہ لکھوا کر مالکؓ بن مرارہ الرھادی کے ہاتھ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت مالکؓ رمضان ۹ھ ہجری میں ان حضرات کا خط (عہد نامہ) اور ان کے اسلام لانے کی اطلاع لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان کا غایت درجہ اکرام کیا اور حضرت بلالؓ کو خصوصی طور پر ان کی ضیافت پر مامور فرمایا۔[1]

آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جن دوسرے ملوکِ حمیر کو خطوط بھیجے تھے ان میں سے نعمان قیل ذی رعین، معافر، ہمدان اور زرعہ ذی یزن نے بھی اسلام قبول کر لیا

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ وفدِ حمیر کے آنے کی اطلاع حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ملی تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا، تمہارے پاس اہلِ یمن آتے ہیں جو بڑے نرم دل اور رقیق القلب ہیں۔ ایمان یمنی ہے اور حکمت یمنی ہے۔ سکون و وقار بکریوں والوں میں ہوتا ہے اور فخر و تکبر اونٹوں کے ان ساربانوں میں جو مشرق کی جانب رہتے ہیں (بذل القوۃ)

اس روایت میں یہ صراحت نہیں کی گئی کہ یہ حضرت مالکؓ بن مرارہ الرھادی کا وفد تھا یا کوئی اور وفد تھا جو بنو حمیر کی طرف سے آیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ مالکؓ بن مرارہ کے ساتھ بنو حمیر کے کچھ اور نمائندے بھی ہوں۔ اربابِ سیر نے عام طور پر بنو حمیر کی طرف سے حضرت مالکؓ بن مرارہ ہی کی آمد کا ذکر کیا ہے۔

اور اپنے اسلام لانے کی اطلاع حضرت مالکؓ بن مرارہ الرھاوی کے ذریعے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھجوائی۔ آپؐ نے یہ اطلاع ملنے پر حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ایک وفد یمن روانہ کیا جس کے ہاتھ ایک مکتوب گرامی بھی بھیجا جس میں جزیہ زکوٰۃ اور دیگر امور کے بارے میں تفصیلی احکام تھے۔ اس وفد کے فرائض میں بنو حمیرؓ کو اسلام کی تعلیم دینا اور ان سے جزیہ و زکوٰۃ وصول کرنا شامل تھے۔ اپنے نامۂ گرامی میں آپؐ نے زرعہ بن سیف ذی یزن کو خاص طور پر تاکید کی تھی کہ وہ جزیہ اور زکوٰۃ کی وصولی کے سلسلے میں آپؐ کے سفیروں سے پورا پورا تعاون کریں۔ علامہ ابن سعدؒ نے اس مکتوبِ مبارک کا جو حصہ نقل کیا ہے وہ یہ ہے:

”محمد رسول اللّٰہ (صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی جانب سے حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال، نعمان قیل ذی رعین و معافر و ہمدان کے نام اور زرعہ بن سیف ذی یزن کے نام۔ اما بعد میں اس اللّٰہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ رومیوں کے علاقے (یعنی تبوک) سے واپسی کے بعد تمہارا قاصد ہمیں ملا اور اس نے تمہارا پیغام پہنچایا۔ اس نے تمہارے اسلام لانے اور تمہارے مشرکین کو قتل کرنے کی اطلاع دی۔ بلاشبہ اللّٰہ تبارک و تعالیٰ نے تمہیں اپنی خاص ہدایت سے نوازا ہے، اگر تم راہِ راست پر رہے اور اللّٰہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہے، نماز قائم کرتے رہے، زکوٰۃ دیتے رہے اور اپنے مالِ غنیمت میں سے اللّٰہ کا خمس اور اس کے نبی کا خمس اور اس کا مخصوص حصہ نکالتے رہے اور اللّٰہ نے مسلمانوں پر جو صدقہ فرض کیا ہے اسے ادا کرتے رہے۔“

یہ ایک طویل خط ہے جس میں فرائض اور بہت سی وصایا ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ”البدایہ والنہایہ“ میں اس کا مکمل متن دیا ہے۔ اس کے بعد شوال یا ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ میں آنحضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عمروؓ بن حزم انصاری کے ہاتھ ایک اور تفصیلی مکتوب بھی شرحبیل بن عبد کلال، حارث بن عبد کلال اور نعیم بن عبد کلال کے نام بھیجا۔ اس مکتوبِ مبارک میں فرائض، سنن اور دیات و صدقات کے بارے میں تفصیلی احکام تھے۔ (سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد، البدایہ والنہایہ، فرامین نبوی، بذل القوۃ)

وفدِ بنی طے

یمن میں طے نہایت نامور قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کے سربرآوردہ رؤسا زید الخیل اور عدی بن حاتم طائی تھے۔ ان کے حدودِ حکومت الگ الگ تھے۔ یہ دونوں الگ الگ ہی مختلف موقعوں پر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

زید الخیل زمانۂ جاہلیت کے مشہور شاعر اور خطیب تھے۔ وجاہت، فیاضی اور بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔ اصل نام زید بن مہلہل تھا۔ مگر اپنی شہسواری کی وجہ سے زید الخیل کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ ۹ھ ہجری میں پندرہ آدمیوں کا ایک وفد لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ساتھیوں سمیت صدقِ دل سے اسلام قبول کیا۔

ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ حضرت زیدؓ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نو دن کی دشوار گزار مسافت طے کر کے آیا ہوں، سفر میں میری سواری تھک گئی، میری راتیں جاگتے گزریں اور دن پیاس کی حالت میں۔ میں نے یہ ساری مشقت صرف دو باتیں دریافت کرنے کے لیے برداشت کیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا، "زید الخیل"

آپؐ نے فرمایا، نہیں تم زید الخیر ہو ——— جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

انہوں نے عرض کیا، جو شخص اللہ کو چاہتا ہے اس کی کیا علامت ہے اور جو اللہ کو نہیں چاہتا اس کی کیا علامت ہے؟ (بروایتِ دیگر جسے اللہ چاہتا ہے اور جسے نہیں چاہتا اس کی کیا علامت ہے؟)

حضورؐ نے فرمایا، تم زندگی کے شب و روز کیسے گزارتے تھے؟

انہوں نے عرض کیا، میں نیکی اور نیکی کرنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کو

پسند کرتا تھا۔ اگر میں اس پر عمل کرتا تھا تو اس سے طمانیت ہوتی تھی (کہ اس کا اجر ملے گا) اور جب یہ عمل چھوٹ جاتا تھا تو غمگین ہو جاتا تھا۔

حضورؐ نے فرمایا "جو اللہ کو چاہتا ہے اور جو نہیں چاہتا اس کی یہی علامت ہے۔ (یا جسے اللہ چاہتا ہے اور جسے نہیں چاہتا اس کی یہی علامت ہے) اگر اللہ اس کے خلاف تمہارے لیے کچھ چاہتا تو تم کو اس کے لیے تیار کرتا پھر اس کو اس کی پروا نہ ہوتی کہ تم کس وادی میں ہلاک ہو گئے"

جب یہ وفد رخصت ہونے لگا تو حضورؐ نے وفد کے عام اراکین کو پانچ پانچ اوقیے چاندی عطا فرمائی اور حضرت زید الخیرؓ کو بارہ اوقیے چاندی اور عمدہ خوشبو عنایت فرمائی۔

ابن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے حضرت زید الخیرؓ کو ایک تحریری فرمان کے ذریعے فید (گاؤں) اور اس کے آس پاس کی زمینیں بھی بطور جاگیر عطا فرمائیں نیز ان کے بارے میں فرمایا، عرب کے جس شخص کی بھی فضیلت بیان کی گئی پھر وہ میرے پاس آیا تو جو کچھ اس کے بارے میں کہا گیا تھا میں نے اسے اس سے کم تر پایا سوائے زید الخیل کے۔

حضرت زیدؓ مدینہ سے چلے تو راستے میں بخار آنے لگا۔ گھر پہنچے تو اسی بخار کی وجہ سے فوت ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (سیرۃ ابنِ ہشام۔ اُسُدالغابہ)

وفدِ عدیؓ بن حاتم طائیؓ

قبیلہ طے کے دوسرے بڑے سردار مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے عدی تھے۔ ان کے قبیلے نے مدت سے عیسائیت قبول کر لی تھی اور وہ عیسائیوں کے رکوی فرقہ میں شامل ہو گیا تھا۔ ۹ سنہ ہجری میں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پچاس مجاہدین کی ایک جماعت حضرت علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ کی قیادت میں تبلیغ اسلام کے لیے بنو طے کی طرف بھیجی۔ حضرت عدیؓ نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سنی تو اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر شام کی طرف فرار ہو گئے البتہ ان کی بہن سفانہ بنتِ حاتم طائی پیچھے رہ گئیں۔ یہ واقعہ حضرت عدیؓ نے خود اس طرح بیان کیا ہے:

"رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہجرتِ مدینہ کے بعد ہر طرف سے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے مگر مجھے اپنے دین کی صداقت پر پورا یقین تھا۔ اُدھر رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فتوحات کا دائرہ روز بروز وسیع ہونے لگا۔ اب میں اپنی حکومت اور دین کے بارے میں خطرہ محسوس کرنے لگا۔ اسی زمانے میں ایک شخص مدینہ سے آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ محمد (صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے میرے بارے میں فرمایا ہے کہ کسی دن بنو طے کے سردار عدی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہو گا۔ یہ سُن کر میں پریشان ہو گیا اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ ہر وقت سامانِ سفر تیار رکھے اور جونہی اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سُنے مجھے آگاہ کر دے۔ ایک دن وہ غلام دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور مجھے بتایا کہ مسلمانوں کا لشکر ہمارے علاقے کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ گھوڑوں پر زینیں کسی ہوئی تھیں (بروایتِ دیگر اونٹوں پر کجاوے بندھے ہوئے تھے) اور سامانِ سفر بھی بندھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیا اور سیدھا شام کا رُخ کیا جہاں

میری عیسائی برادری آباد تھی۔ وہاں میں نے جوشیہ (ایک بستی) میں اقامت اختیار کر لی۔ گھر سے روانہ ہوتے وقت جو افراتفری مچی، اس میں میری بہن مجھ سے بچھڑ گئی اور مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہو گئی۔"

اُدھر اسلامی لشکر واپس مدینہ آیا اور سفانہ کو رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے حضورؐ سے درخواست کی کہ میرا باپ فوت ہو چکا ہے اور نگران بھاگ گیا ہے ازراہِ احسان مجھے رہا کر دیجئے۔ اللہ آپ کو اجر دے گا۔

آپؐ نے اُن سے پوچھا، "تمہارا نگران کون تھا؟" انہوں نے جواب دیا:

"عدی بن حاتم، میں اس کی بہن ہوں۔"

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، "وہی عدی جس نے خدا اور رسول سے فرار اختیار کیا؟"

سفانہ نے اثبات میں جواب دیا مگر حضورؐ کوئی فیصلہ کیے بغیر تشریف لے گئے۔ دوسرے دن بھی سفانہ نے حضورؐ سے اپنی رہائی کی استدعا کی مگر آپؐ نے کوئی فیصلہ صادر نہ فرمایا۔ تیسرے دن سفانہ نے پھر وہی درخواست کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی سفارش کی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اب ان کی درخواست منظور فرمائی اور انہیں رہا کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی سفانہ سے ارشاد فرمایا، ابھی یہاں سے چلنے میں جلدی نہ کرو، جب یمن جانے والا کوئی قابلِ اعتماد آدمی مل جائے تو مجھے اطلاع دو۔

تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ قبیلہ بلی یا قضاعہ کا ایک وفد مدینہ منوّرہ آیا۔ سفانہؓ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے درخواست کی کہ اس وفد کی واپسی کے وقت مجھے اس کے ساتھ بھیج دیجئے۔ چنانچہ آپؐ نے سفانہ کے مرتبے کے مطابق سواری، لباس اور زادِ راہ کا انتظام کر کے انہیں قافلے کے ساتھ روانہ کر دیا۔

سفانہؓ کو علم تھا کہ عدیؓ کا قیام کس جگہ ہے۔ مدینہ منوّرہ سے وہ سیدھی جوشیہ پہنچیں۔ حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ ایک دن جوشیہ میں ہمارے گھر کے

سامنے ایک سانڈنی آکر رکی۔ محمل میں ایک نقاب پوش عورت بیٹھی تھی۔ مجھے شک گزرا کہ میری بہن ہے لیکن پھر خیال آیا کہ اسے تو مسلمان اسیر کر کے لے گئے ہیں وہ اس اہتمام سے کیسے یہاں آسکتی ہے۔ معاً محمل کا پردہ اٹھا اور یہ الفاظ میرے کانوں میں پڑے۔

"ظالم، قاطع رحم، لعنت ہے تجھ پر، اپنے اہل وعیال کو لے آئے اور حاتم کی بیٹی کو تنہا چھوڑ دیا۔"

بہن کی باتیں سن کر میں سخت شرمندہ ہوا، اپنی غلطی کو تسلیم کیا اور بڑی لجاجت کے ساتھ اس سے معافی مانگی۔ وہ خاموش ہوگئی پھر سواری سے اتر کر کچھ دیر آرام کر چکی تو میں نے پوچھا، تم نے صاحب قریش (رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو کیسا پایا؟

بہن نے جواب دیا، جس قدر جلد ہو سکے تم جا کر اُن سے ملو، اگر وہ نبی ہیں تو ان سے ملنے میں سبقت کرنا تمہارے لیے (دنیا و آخرت میں) سرخروئی کا موجب ہوگا اور اگر بادشاہ ہیں تو بھی ان سے ملنا تمہاری قدر ومنزلت کا باعث ہوگا۔

میں نے بہن کی یہ باتیں سُنیں تو فوراً گھوڑے پر زین کسی اور سیدھا مدینے کا رخ کیا۔"

مدینہ منورہ پہنچ کر عدی مسجدِ نبوی میں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان کا نام پوچھا اور پھر ان کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں پکڑ کر کاشانۂ اقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک بوڑھی عورت اور پھر ایک نوعمر لڑکے نے آپؐ کو روک لیا اور دیر تک آپؐ سے باتیں کرتے رہے۔ جب انہوں نے از خود گفتگو ختم کی تو حضورؐ آگے روانہ ہوئے۔ حضرت عدیؓ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور دل میں خیال کیا کہ یہ طرزِ عمل کسی دنیا دار بادشاہ کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ گھر پہنچ کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عدیؓ کو باصرار چمڑے کے گدے پر بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔

اب حضرت عدیؓ کو پختہ یقین ہوگیا کہ یہ کوئی دنیا دار بادشاہ نہیں ہیں اس کے

بعد رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت عدیؓ کے درمیان اس طرح گفتگو ہوئی:

رسولِ اکرمؐ: اے عدی! تم آج تک دینِ اسلام سے بھاگتے رہے حالانکہ یہ دین ہر قدم پر سلامتی کا ضامن ہے۔

حضرت عدیؓ: میں دینِ عیسوی کا پیرو ہوں اور میرا دین بھی سلامتی کی ضمانت دیتا ہے۔"

رسولِ اکرمؐ: "میں تمہارے دین کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔

حضرت عدیؓ: (حیرت سے) کیا آپ میرے دین کا مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں؟

رسولِ اکرمؐ: بے شک، کیا تم رکوسی نہیں ہو اور اپنی قوم کے سردار کی حیثیت سے اپنے اہلِ قبیلہ سے پیداوار کا چوتھا حصہ نہیں لیتے؟

حضرت عدیؓ: جی ہاں، میں رکوسی ہوں اور اپنے علاقے کی پیداوار کا چوتھا حصہ وصول کرتا ہوں۔

رسولِ اکرمؐ: کیا "چوتھ" دینِ عیسوی میں جائز ہے؟

حضرت عدیؓ سے اس سوال کا کوئی جواب بن نہ پڑا کیونکہ لوگوں سے چوتھ وصول کرنا دینِ عیسوی میں واقعی ناجائز تھا۔

اب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا:

"اے عدی! تمہارا یہ خیال تمہیں دینِ حق (اسلام) قبول کرنے سے روک رہا ہے کہ مسلمان ایک فلاکت زدہ قوم ہیں اور کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں لیکن وہ زمانہ جلد آنے والا ہے کہ یہی مسلمان کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر قابض ہو جائیں گے۔"

حضرت عدیؓ: (حیرت زدہ ہو کر) کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر؟

رسولِ اکرمؐ: ہاں، کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر — اور (مسلمانوں کے پاس) مال و دولت کی اس قدر فراوانی ہو گی کہ لوگوں کو دیا جائے گا اور وہ لینے سے انکار کریں گے اور کسریٰ کے قصرِ ابیض پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گا۔

(حضرت عدیؓ سے روایت ہے کہ چند سال بعد یہ سب کچھ میری آنکھوں

کے سامنے وقوع پذیر ہوا اور جس لشکر نے کسریٰ کے دارالحکومت مدائن اور اس کے قصرِ ابیض پر قبضہ کیا، میں خود اس میں شامل تھا)

پھر رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن سے پوچھا، اے عدی! تم نے حیرہ بھی دیکھا ہے؟

حضرت عدیؓ: میں کبھی حیرہ گیا تو نہیں البتہ اس کا نام ضرور سنا ہے۔

رسولِ اکرمؐ: "اے عدی! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ وقت آنے والا ہے جب (اسلام کی برکت سے) ایک محمل نشین عورت تنہا (کسی محافظ کے بغیر) حیرہ سے آکر کعبہ کا طواف کرے گی اور کوئی اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔"

(حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ چند سال کے بعد میں نے بعینہٖ یہی منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک محمل نشین عورت نے تنہا حیرہ سے آکر کعبہ کا طواف کیا اور پھر تنہا ہی وطن کو مراجعت کی)۔

اس گفتگو کے بعد حضرت عدیؓ فوراً مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ان کے قبولِ اسلام پر بہت خوشی ہوئی اور آپؐ نے انہیں اپنی طرف سے قبیلہ طے کی امارت پر ممتاز فرمایا۔

بعض روایات کے مطابق حضرت عدیؓ بن حاتم طائی کے قبولِ اسلام کا واقعہ سنہ ۱۰ ہجری کا ہے۔

(سیرۃ ابنِ ہشام، مسندِ احمد بن حنبل، اُسُدُ الغابہ۔ بذل القوۃ)

وفدِ واثلہؓ بن اسقعؓ

۹ سنہ ہجری میں غزوۂ تبوک سے چند دن پہلے حضرت واثلہؓ بن اسقع لیثی کنانی قبولِ اسلام کے ارادے سے مدینہ منورہ آئے اور فجر کی نماز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں ادا کی حضورؐ کا معمول تھا کہ نمازِ فجر کے بعد اپنا روئے انور صحابہ کی طرف کر لیتے اور غور سے ہر آدمی کا چہرہ ملاحظہ فرماتے۔ واثلہؓ چونکہ اجنبی تھے، آپؐ نے ان سے پوچھا، تم کون ہو اور کیوں آئے ہو؟ انہوں نے اپنا نام و نسب بیان کیا اور عرض کیا، اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

آپؐ نے پوچھا، کیا تو ہر مہم میں شریک ہو گا خواہ تجھے پسند ہو یا ناپسند؟

انہوں نے عرض کیا، جی ہاں یا رسول اللہؐ!

پھر دریافت فرمایا، بشرطِ استطاعت۔

انہوں نے عرض کیا، جی ہاں یا رسول اللہؐ!

چنانچہ آپؐ نے ان سے بیعت لے لی۔ (ابن الاثیرؒ)

"مستدرکِ حاکم" میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت واثلہؓ سے فرمایا، جاؤ پانی اور بیر کی پتیوں سے نہاؤ اور زمانہ کفر کے بالوں کو صاف کراؤ۔ پھر ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ علامہ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد حضرت واثلہؓ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور اس کو اپنے قبولِ اسلام سے آگاہ کیا۔ اُن کے والد کو ان کا ایمان لانا پسند نہ آیا اور اس نے کہا، واللہ میں کبھی تم سے نہ بولوں گا۔ مگر ان کی بہن سعید الفطرت تھی اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک پر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ حضرت واثلہؓ بھی شریکِ جہاد ہونا چاہتے تھے اسی غرض سے پھر مدینہ منورہ آئے۔ اس اثناء میں لشکرِ اسلام مدینہ منورہ سے روانہ

ہوچکا تھا۔ حضرت واثلہؓ کے پاس سواری نہیں تھی لیکن انہوں نے مدینہ کی گلیوں میں پھر پھر کر صدا لگانی شروع کی کہ کون مجھے مالِ غنیمت کے بدلے میں تبوک لے چلتا ہے۔ اتفاق سے حضرت کعبؓ بن عجرہ انصاری بھی پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے کہا، میرے ساتھ چلو، میں اپنی سواری پر بٹھاؤں گا اور کھانا بھی دوں گا۔ وہ ان کے ساتھ ہولیے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ پھر غزوہ تبوک میں مجاہدانہ شریک ہوئے۔ جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو اکیدر کے خلاف دومۃ الجندل پر حملے کے لیے بھیجا تو حضرت واثلہؓ بھی ان کے فوجی دستے میں شامل تھے۔ اس مہم کے مالِ غنیمت میں چھ اونٹنیاں حضرت واثلہؓ کے حصے میں آئیں۔ یہ سب اونٹنیاں وہ اپنے عہد کے مطابق حضرت کعبؓ بن عجرہ کے پاس لے آئے اور ان سے کہا، یہ آپ قبول فرمائیں۔ انہوں نے ہنستے ہوئے فرمایا، بھتیجے تمہاری اونٹنیاں تمہیں مبارک ہوں، میں کسی لالچ کی وجہ سے تمہیں ساتھ نہیں لایا تھا بلکہ میرا مقصد صرف ثوابِ آخرت حاصل کرنا تھا۔

بعض اہلِ علم نے حضرت واثلہؓ کی بارگاہِ نبوی میں حاضری کو "وفدِ کنانہ" کا نام دیا ہے۔ (طبقات ابنِ سعد، سنن ابی داؤد، اُسدُ الغابہ)
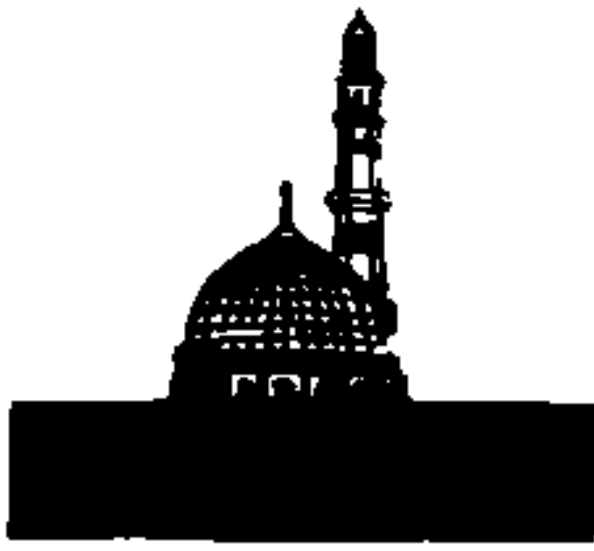
وفدِ داریینؓ

علامہ ابن سعدؒ، حافظ ابن عبدالبرؒ اور حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ ۹ھ ہجری میں جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو الداریون کا ایک وفد شام سے مدینہ منورہ آیا۔ یہ وفد بہ اختلاف روایت دس یا پندرہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ مذہباً نصرانی تھے۔ ان میں مشہور صحابی حضرت تمیمؓ بن اوس داری اور ان کے بھائی نعیمؓ بن اوس داری بھی شامل تھے۔ اہل وفد نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پارچہ جات، شراب اور گھوڑے بطور ہدیہ پیش کیے۔ آپؐ نے شراب کے سوا باقی چیزیں قبول فرمالیں۔ یہ سب اسی موقع پر مشرف بہ اسلام ہوگئے اور پھر (بقول علامہ ابن سعدؒ) انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ ملک شام کو آپ کے زیرِ نگین کردے تو "بیت عینون" اور اس کا نواحی علاقہ ہمیں عطا فرمائیں۔ آپؐ نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور حسبِ ذیل کا وثیقہ لکھوا کر ان کے سپرد کردیا۔ (ترجمہ)

"یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے تمیم بن اوس داری کے حق میں کہ عینون کا گاؤں سارے کا سارا، اس کے میدان، پہاڑ، کھیت انگور کی بیلیں، کنوؤں کا پانی اور گائے بیل ان کی ملک ہیں اور ان کے بعد ان کی اولاد کے۔

اس پر کوئی اور شخص اپنا حق نہ جتلائے اور نہ ناجائز طریقہ پر ان کے خلاف مداخلت کرے۔ پھر جس نے ان کو یا ان (کی اولاد) میں سے کسی کو ستانا چاہا تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔"

(اس کو علیؓ نے لکھا)

"تاریخ ابن عساکر"، "سیرت حلبیہ" (انسان العیون) اور "سیرت زینی دحلان" میں

بیان کیا گیا ہے کہ داریتین کا وفد دو مرتبہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ پہلی مرتبہ ہجرتِ نبوی سے پہلے مکہ معظمہ میں اور دوسری مرتبہ ہجرتِ نبوی کے بعد مدینہ منورہ میں۔ ہجرتِ نبوی سے پہلے جو وفد آیا وہ سات افراد پر مشتمل تھا جن میں تمیم داریؓ، نعیم داریؓ اور ابو ہند داریؓ شامل تھے۔ یہ لوگ عیسائی تھے اور توریت و انجیل میں نبی آخر الزماںؐ کے بارے میں جو پیش گوئیاں کی گئی ہیں، ان سے آگاہ تھے۔ بارگاہِ نبوی میں حاضری کے وقت ان کو یقین تھا کہ ایک دن حضورؐ کو شام فلسطین وغیرہ پر غلبہ حاصل ہوگا چنانچہ انہوں نے حضورؐ سے درخواست کی کہ جب آپ کو ملکِ شام اور سرزمینِ بیت المقدس پر غلبہ حاصل ہو جائے تو آپؐ حبردن، بیت ابراہیم، بیت عینون اور مرطوم ہمیں عطا فرما دیں۔ آپؐ نے ان کی درخواست کو شرفِ قبول بخشا اور ان مقامات کی ملکیت کا پروانہ ان کو لکھ دیا اور پھر ان کو ہدایت فرمائی کہ اس وقت تم اپنے وطن کو لوٹ جاؤ اور جب تم یہ سنو کہ میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلا گیا ہوں تو اس وقت میرے پاس آجانا۔ چنانچہ ہجرتِ نبوی کے بعد یہ لوگ دوبارہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ جاگیر کے فرمان کی تجدید کر دی جائے۔ اس پر آپؐ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر پھر ان کے حق میں ایک دستاویز لکھوا دی جس میں پہلے فرمان کی توثیق کی گئی تھی۔ اس پر حضرت معاویہؓ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانِ غنیؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت ثبت تھی۔

جمہور اربابِ سیر نے داریتین کے صرف ایک ہی وفد کا ذکر کیا ہے جو ۹ ہجری میں مدینہ منورہ آیا تھا۔

(طبقات ابنِ سعد، الاستیعاب، الاصابہ، تاریخ ابنِ عساکر وغیرہ)

وفدِ بنی سعد ہذیم

بنو سعد ہذیم قبیلہ قضاعہ کی ایک شاخ تھے۔ اس قبیلہ کے چند حضرات مسجدِ نبوی میں پہنچے تو دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنازہ کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے لیکن انہوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کی اور الگ ہو کر بیٹھے رہے۔ حضورؐ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو ان سے پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" انھوں نے عرض کیا کہ ہم سعد ہذیم کے آدمی ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا "کیا تم مسلمان ہو؟" انھوں نے عرض کیا، "ہاں یا رسول اللہؐ ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور بیعت کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔" حضورؐ نے فرمایا، "پھر تم اپنے بھائی کی نمازِ جنازہ میں شریک کیوں نہ ہوئے؟" انھوں نے عرض کیا، "یا رسول اللہؐ ہم سمجھتے تھے کہ بیعت کیے بغیر ہمیں نماز میں شریک ہونے کا حق نہیں ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا، "ایمان لانے اور بیعت کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔"

یہ لوگ اپنے ایک ساتھی کو سواریوں کے پاس بٹھا آئے تھے۔ اتنے میں وہ بھی آ گئے۔ اہلِ وفد نے حضورؐ کو بتایا کہ یہ ہم میں سے کم عمر ہیں اس لیے ہماری خدمت کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا، "اَصْغَرُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ" (چھوٹا اپنے بڑوں کا خادم ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ اسے برکت دے۔ اس کے بعد یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو حضورؐ نے انھیں آواز دے کر ٹھہرایا اور فرمایا، "آپ لوگ ٹھہریں اتنی جلدی واپسی کی کیا ضرورت ہے۔" چنانچہ یہ وفد تین دن مدینہ منورہ میں ٹھہرا اور حضورؐ نے اس کی بے حد خاطر مدارات کی۔ یہ لوگ وطن واپس آئے تو ان کی تبلیغ سے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ جس نوجوان کو حضورؐ نے دعائے برکت دی تھی وہ کلام اللہ کے عالم اور اپنی قوم کے امام بنے۔ یہ واقعہ ۹ھ ہجری کا ہے۔

(زاد المعاد)

وفدِ بنی عُریض

"بنو عریض" یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ یہ لوگ وادی قُریٰ میں آباد تھے اور قبیلہ سعد ہذیم کے حلیف تھے۔ انہوں نے سعد ہذیم کے ساتھ ایک "معاہدۂ امن" کر رکھا تھا جس کی ایک شرط یہ تھی کہ "یہودِ بنی عریض" سعد ہذیم کو ہر سال غلّہ کی ایک مخصوص مقدار ادا کرتے رہیں گے اور اس کے عوض "سعد ہذیم" دوسرے قبیلوں کے مقابلے میں ان کی حفاظت کریں گے۔

۹ھ ہجری میں سعد ہذیم کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو یہودِ بنی عریض بھی (الگ وفد کی صورت میں) ان کے ساتھ تھے۔ وہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے کچھ تحائف بھی ساتھ لائے تھے۔

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سعد ہذیم کے سردار حضرت جمرہؓ بن نعمان کو زمین کا ایک ٹکڑا بطور جاگیر عطا فرمایا تو بنی عریض پر بھی ازراہِ شفقت یہ احسان فرمایا کہ جتنا غلّہ یہ سعد ہذیم کو دیا کرتے تھے اتنا ہی غلّہ بیت المال سے ہر سال ان کے لیے مخصوص فرما دیا۔ (حالانکہ بنو عریض نے اسلام قبول نہ کیا) اس سلسلے میں آپؐ نے حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص سے یہ فرمان لکھوا کر بنو عریض کو عنایت فرمایا:

> "یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی طرف بنو عریض کے حق میں کہ رسول اللہ کی طرف سے ان کی مدد معاش کے لیے دس وسق گیہوں ہر فصل کی کٹائی کے موقع پر اور پچاس وسق کھجوریں جب بھی کھجوریں توڑی جائیں، ہر سال اپنے موسم پر ان کو پوری پوری دی جائیں اور اس دینے دلانے پر ان پر ذرا سا بھی ظلم نہ ہونے پائے۔"
>
> (فرامینِ نبویؐ)

ایک روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تبوک تشریف لے جا رہے تھے تو وادی القریٰ میں بنو عریض نے آپ کی خدمت میں ہریسہ پیش کیا جو آپؐ نے تناول فرمایا اور پھر وادی القریٰ کی کھجوروں کے چالیس وسق انہیں ہر سال عطا فرمائے۔ (بذل القوة)

وفدِ بنی صدف

فتح مکہ کے بعد دس پندرہ آدمیوں پر مشتمل بنو صدف کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا۔ یہ لوگ تہبند باندھے اور چادریں اوڑھے اپنی اونٹنیوں پر سوار تھے جس وقت یہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے حضور کا شانۂ اقدس اور منبر کے درمیان تشریف فرما تھے معلوم نہیں کیا سبب تھا کہ ان لوگوں نے سلام عرض نہ کیا اور خاموشی سے بارگاہِ نبوی میں بیٹھ گئے۔ حضور نے ان سے پوچھا، کیا تم مسلمان ہو؟" —— انہوں نے عرض کیا۔ "جی ہاں"
آپ نے فرمایا، پھر تم نے سلام کیوں نہیں کیا؟
حضور کا ارشاد سن کر وہ سب فوراً کھڑے ہو گئے اور اس طرح سلام عرض کیا:
" اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ " آپ نے جواب دیا، "وعلیکم السلام" اور پھر ان سے بیٹھنے کے لیے ارشاد فرمایا۔ یہ حضرات بیٹھ گئے اور انہوں نے آنحضور سے اوقاتِ نماز دریافت کیے جو آپ نے انہیں بتلائے۔ (طبقات ابنِ سعد)

وفدِ بنی جعدہ

سالِ وفود میں بنی جعدہ کے ایک نمائندے رقاد بن عمرو بن ربیعہ بن جعدہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فلج[1] میں جاگیر عطا فرمائی اور اس کے لیے انہیں ایک تحریری فرمان عنایت فرمایا۔
(طبقات ابنِ سعد)

---

[1] فلج یا فلیج افلاج ایک علاقے کا نام تھا جس میں کھیت، درخت اور چشمے تھے۔

وفدِ بنی مُرّہ

۹ سنہ ہجری میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو بنو مُرّہ کا ایک تیرہ رکنی وفد آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے سربراہ حارثؓ بن عوف تھے۔ ان لوگوں نے قبولِ اسلام اور حضورؐ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس موقع پر حضرت حارثؓ بن عوف نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! ہم لُوَیّ بن غالب کی اولاد ہیں یوں ہمارا قریش سے قریبی تعلق ہے۔"

ان کی بات سن کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسم ہو کر ان سے پوچھا:

"تمہارے اہل وعیال اب کہاں مقیم ہیں؟"

انہوں نے عرض کیا: "سلاح اور اس کے نواح میں۔"

حضورِ اکرمؐ نے پوچھا: "تمہارے علاقے کا کیا حال ہے؟"

انہوں نے عرض کیا: "خشک سالی کا شکار ہے۔ آپ ہمارے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ خشک سالی دور کر دے۔" رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

اللّٰھُمَّ اسْقِھِمُ الْغَیْثَ (اے اللہ انہیں بارش سے سیراب کر)

جب یہ وفد مدینہ منورہ سے رخصت ہونے لگا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے قائدِ وفد حضرت حارثؓ بن عوف کو بارہ اوقیہ اور وفد کے دوسرے ہر رکن کو دس دس اوقیہ چاندی عطا کی۔

جب یہ اصحاب اپنے وطن پہنچے تو معلوم ہوا کہ اسی دن ان کے علاقے میں بارش ہوئی تھی جس دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی۔

(طبقات ابنِ سعد)

وفدِ بنی شیبان

سنہ ۹ ہجری میں بنو شیبان کی ایک خاتون قیلہؓ بنت مخرمہ اپنے قبیلے کے ایک آدمی حریث (بروایتِ دیگر الحارث) بن حسان کے ساتھ بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئیں۔ یہ واقعہ وہ خود اس طرح بیان کرتی ہیں:

" میں حریث (جو راست باز آدمی تھا) کے ساتھ روانہ ہوئی۔ جب ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس پہنچے تو آپ لوگوں کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے اور نماز اس وقت کھڑی کی گئی جب ستارے آسمان میں ملے جلے تھے اور ابھی اتنا اندھیرا تھا کہ لوگ ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتے تھے۔ میں بھی مردوں کی صف میں کھڑی ہو گئی کیونکہ میں جاہلیت سے نئی نئی آنے والی عورت تھی۔ صف میں میرے قریب کھڑے ایک شخص نے مجھ سے کہا، تو عورت ہے یا مرد؟ میں نے کہا، میں عورت ہوں۔ اس نے کہا، ہو سکتا ہے تو مجھے فتنہ میں ڈال دے، اپنے پیچھے عورتوں کے ساتھ نماز پڑھ۔ میں نے دیکھا کہ عورتوں کی ایک صف حجروں کے پاس بن گئی ہے۔ میں نے داخل ہوتے وقت اسے نہ دیکھا تھا بس میں ان میں شامل ہو گئی۔ جب سورج طلوع ہوا تو میں قریب ہوئی اور ــــــ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا آپؐ دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے جن پر زعفران چھڑکا ہوا تھا۔ آپؐ کے پاس کھجور کے درخت کی بے چھال شاخ تھی جس کے سرے پر صرف دو پتے تھے اور آپؐ اکڑوں بیٹھے تھے۔ جب میں نے آپ کو عجز و انکسار کی حالت میں بیٹھے دیکھا تو میں خوف سے کانپ گئی۔ ایک صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! مسکین عورت (جلالِ نبوّت سے) کانپ رہی ہے۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میری طرف دیکھے بغیر فرمایا، اے مسکینہ (مسکین عورت) مت ڈر (پر سکون رہ جا) آپ کا (شفقت بھرا) ارشاد سن کر میرا خوف جاتا رہا اور حریث بن حسان آگے بڑھا اور اس نے اسلام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔"

حضرت قیلہؓ بھی اسی موقع پر مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں ان کے اپنے اور ان کی بیٹیوں کے لیے سرخ چمڑے پر ایک تحریر لکھوا کر عنایت فرمائی۔ اس دستاویز کا مضمون یہ تھا:۔

"ان کی حق تلفی نہ کی جائے، ان سے زبردستی نکاح نہ کیا جائے اور ہر مومن مسلمان ان کا مددگار ہے۔ تم نیک کام کرو اور بُرے کاموں سے اجتناب کرو۔"

قیلہؓ بنت مخرمہ کے علاوہ بنو شیبان کے ایک صاحب حرملہؓ بن عبداللہ بن ایاس بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور نعمت اسلام سے بہرہ یاب ہو کر واپس چل دیئے لیکن پھر کچھ سوچ کر واپس آئے اور رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ مجھے کیا کام کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اے حرملہ نیکی کر اور بُرے کام سے بچ۔ حضرت حرملہؓ لوٹ کر اپنی اونٹنی کے پاس آئے لیکن پھر واپس آکر پہلے سے بھی زیادہ قریب کھڑے ہو گئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ مجھے کون سے عمل کا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اے حرملہ نیک کام کر اور بُری بات سے اجتناب کر اور اس بات کی طرف دیکھ کہ جب تو لوگوں کے پاس سے اٹھے تو جس کام کے بارے میں تو پسند کرتا ہے کہ وہ تیری طرف منسوب کر کے بیان کریں، وہ کام کر اور جس کام کی نسبت تو اپنی طرف پسند نہیں کرتا (کہ لوگ تیری طرف منسوب کر کے بیان کریں) تو اس سے اجتناب کر۔

(طبقات ابن سعد)

حافظ ابن عبدالبرؒ کا بیان ہے کہ سنہ ۹ ہجری میں بنو شیبان کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہو کر اپنے وطن واپس گیا۔ مشہور مجاہد حضرت مثنیٰؓ بن حارثہ شیبانی اسی وفد میں شامل تھے۔

(الاستیعاب جلد اوّل ص ۳۰۰)

وفدِ بنی البکّاء

۹ سنہ ہجری میں بنو البکّاء کا ایک وفد بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ ارباب سیر نے اس وفد میں شامل ان چار اصحاب کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے:

۱۔ معاویہؓ بن ثور بن عبادہ بن البکاء

۲۔ بشرؓ بن معاویہؓ

۳۔ عبد عمرو البکائیؓ

۴۔ فجیعؓ بن عبداللہ

یہ سب حضرات قبولِ اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت معاویہؓ بن ثور ایک سو سال کی عمر کے شیخ کبیر تھے —— انہوں نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرا یہ بیٹا (بشر) میری بہت خدمت کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیریں اور اسے دعائے برکت سے نوازیں۔"

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشرؓ کے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور ان کے لیے برکت کی دعا کی پھر آپؐ نے انہیں چند بکریاں عنایت فرمائیں۔

یہ ابن سعدؒ کی روایت ہے۔ علامہ ابن الاثیرؒ نے "اُسُدُ الغابہ" میں لکھا ہے کہ یہ وفد مدینہ پہنچا تو حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے بشر سے کہا، اے بیٹے جب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو تو تین باتیں عرض کرنا۔ نہ ان سے کم اور نہ ان سے زیادہ۔ پہلے کہنا، السّلام علیک یا رسول اللہؐ —— پھر کہنا، یا رسول اللہؐ! میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو سلام کروں اور اسلام قبول کروں۔ اس کے بعد عرض کرنا، آپ میرے لیے برکت کی دعا کیجئے۔

حضرت بشرؓ نے اسی طرح کیا پس حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور انہیں معلم کیتب سے نوازا پھر انہیں چند بکریاں عنایت فرمائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ بعض اوقات خشک سالی بنو البکاء کو بہت تکلیف دیتی تھی مگر بشرؓ اور ان کے ساتھی اس سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔

عبد عمرو البکائیؓ غالباً بہرے تھے اس لیے اصم کے لقب سے مشہور تھے۔ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کا نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھا اور "ذو القصہ" نامی پانی کے ایک چشمے کی ملکیت کے حقوق عطا کیے۔

حضرت فجیعؓ بن عبداللہ کے لیے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ تحریر لکھوائی:

> "محمد رسول اللہ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی جانب سے الفجیع کے لیے اور اس کے لیے جو اس کا تبتع کرے اور اسلام قبول کرے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ دے، مغنام سے اللہ کا خمس دے اور نبی اور اس کے اصحاب کی مدد کرے۔ میں اس کے اسلام کی گواہی دیتا ہوں وہ مشرکین سے الگ ہو جائے اور وہ اللہ اور محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی امان پر یقین رکھنے والا ہے۔"

ان اصحاب نے چند دن مدینہ منورہ میں قیام کیا اور آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مہمان داری سے متمتع ہوئے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو آپؐ نے انہیں مزید عطیات سے نوازا۔

(سیرۃ ابن ہشام، طبقات ابن سعد، اُسد الغابہ)

وفدِ حضرموت

فتح مکہ کے بعد جب عرب کے گوشے گوشے سے مختلف قبائل کے وفود جوق در جوق مدینہ منورہ آنے لگے تو حضرموت سے بھی ایک وفد حضرت وائل بن حجرؓ کی قیادت میں مدینہ منورہ پہنچا۔ حضرت وائل بن حجرؓ کا تعلق حضرموت کے شاہی خاندان سے تھا۔ اگرچہ وہاں بادشاہت ختم ہو چکی تھی لیکن حضرت وائل بن حجرؓ اب بھی وہاں کے سربرآوردہ رئیسوں میں شمار ہوتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ یمن کو اسلام کی دعوت دی تو حضرموت کے رؤسا کو بھی خط یا مبلغ بھیج کر اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت وائل بن حجرؓ کو اسلام کی دعوت ملی تو وہ بلا تامل اسلام قبول کرنے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ معلوم نہیں انہوں نے خط یا قاصد بھیج کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ارادے کی اطلاع دی یا آپؐ کو وحی کے ذریعے ان کے ارادے کا علم ہو گیا کہ ان کے ورودِ مدینہ سے پہلے ہی ایک دن آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

"وائل بن حجرؓ نے جو ملوکِ حضرموت کی یادگار ہیں، اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کر لی ہے اور وہ دور دراز کی مسافت طے کر کے مدینہ آ رہے ہیں۔"

چنانچہ چند دن بعد جب وائل بن حجرؓ اپنے وفد کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا پُرتپاک خیر مقدم کیا اور اپنی ردائے مبارک ان کے لیے بچھا دی[1]۔ حضرت وائل بن حجرؓ نے بڑے ذوق و شوق سے اسلام قبول کیا اور حضورؐ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ دوسرے اراکینِ وفد نے

---

[1] علامہ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ وائل بن حجرؓ بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ کو مسجد میں جمع کیا اور ان کے سامنے خطبہ دیا جس میں فرمایا: "اے لوگو! یہ وائل بن حجرؓ ہے جو

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بھی ان کی پیروی کی۔ اس موقع پر آپؐ نے اپنا دستِ اقدس حضرت وائلؓ بن حجرؓ کے چہرے (بروایتِ دیگر سر) پر پھیرا اور ان کے لیے دعا فرمائی کہ الٰہی وائل، ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر برکت نازل فرما اور ان کو حضر موت کے سرداروں کا حاکم بنا۔

حضرت وائلؓ بن حجرؓ نے قبولِ اسلام کے بعد چند دن مدینہ منورہ میں قیام کیا[1]۔ اس دوران میں وہ فیضانِ نبوی سے خوب بہرہ یاب ہوئے۔ جب وطن جانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہونے لگے تو آپؐ نے ان کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر مرحمت فرمایا اور ایک تحریر بھی عنایت فرمائی جس میں نماز، روزہ، سود اور شراب وغیرہ کے بارے میں احکام درج تھے (ایک روایت کے مطابق آپؐ نے انہیں حضر موت کے اس علاقے پر جو ان کے ماتحت تھا والی مقرر فرمایا اور اس کے لیے انہیں تحریری فرمان عطا کیا۔) اس کے علاوہ حضورؐ نے ان کے بارہ میں ایک خط حضرت مہاجرؓ بن ابی امیہ کے نام اور دوسرا حضر موت کے رئیسوں اور سرداروں کے نام لکھ کر ان کو دیا۔ اس وقت حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ بھی آپؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ وائل بن حجرؓ کی مشایعت کے لیے کچھ دُور ان کے ساتھ جاؤ۔ وہ ارشادِ نبوی کی تعمیل میں اُن کے ساتھ چل پڑے۔ حضرت وائلؓ سوار تھے اور حضرت معاویہؓ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ گرمی کا موسم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حضر موت (اس پر آپ نے اپنی آواز کو لمبا کیا) سے اسلام کی رغبت سے تمہارے پاس آیا ہے۔

[1] ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں حضرت وائلؓ بن حجرؓ کے قیام کے لیے ایک عمدہ مکان تجویز فرمایا اور ان کی خاطر تواضع کا خاص اہتمام فرمایا۔ جب وہ بیعت کا شرف حاصل کر چکے تو آپؐ نے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سے فرمایا کہ انہیں ناقہ پر بٹھا کر فلاں مکان میں لے جاؤ جہاں ان کی مہمان نوازی کا انتظام کیا گیا ہے۔

(معجم صغیر طبرانی)

تھا اور تمازتِ آفتاب سے زمین تلنبے کی طرح تپ رہی تھی۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت وائلؓ بن حجرؓ سے کہا، میرے پاؤں جل رہے ہیں۔ حضرت وائلؓ نے کہا، میری سواری کے سایہ میں آجاؤ۔ حضرت معاویہؓ نے کہا، اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ سائے میں آنے سے زمین کی گرمی کا اثر زائل نہیں ہوتا، آپ مجھے اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیجئے حضرت وائلؓ نے تازہ تازہ اسلام قبول کیا تھا اور ابھی انکسار و تواضع کا رنگ طبیعت پر نہیں چڑھا تھا۔ بڑی تمکنت سے بولے۔ "خاموش! تم بادشاہوں کے ساتھ بیٹھنے کے قابل نہیں ہو"[1]

خدا کی شان دیکھئے کہ سالہا سال بعد جب امیر معاویہؓ تمام عالم اسلام کے فرمانروا بنے تو یہی وائلؓ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ پر ندامت کا اظہار کیا۔ امیر معاویہؓ نے ان کا بہت اکرام کیا اور انہیں مسند پر اپنے ساتھ بٹھایا۔

---

[1] یہ روایت حافظ ابن عبدالبرؒ کی کتاب "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" (جلد ۲ ص ۶۲۵) سے اخذ کی گئی ہے۔

علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کو حکم دیا کہ وائلؓ کو فلاں مکان میں لے جاؤ جہاں ان کے قیام اور مہانداری کا انتظام کیا گیا ہے۔ راستے میں حضرت معاویہؓ نے پاؤں جلنے کی شکایت کی اور حضرت وائلؓ سے ان کے جوتے عاریتاً مانگے لیکن انہوں نے جوتے دینے سے انکار کر دیا کہ ایک عام آدمی بادشاہ کے جوتے نہیں پہن سکتا (یا یہ کہ بادشاہ اس چیز کو نہیں پہن سکتا جسے کوئی دوسرا پہن لے) پھر حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا کہ مجھے اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیجئے۔ انہوں نے جواب دیا، تو بادشاہوں کے ساتھ بیٹھنے کے لائق نہیں، ہاں میں اپنی سواری آہستہ چلاتا ہوں تم اس کے سائے میں آجاؤ۔ تمہارے لیے یہی شرف کافی ہے۔ حضرت معاویہؓ نے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر حضورؐ کو حضرت وائلؓ کی باتوں سے آگاہ کیا تو آپؐ نے فرمایا، ابھی اس میں جاہلیت کا غرور باقی ہے جب اسلام کی تعلیمات اس کے ذہن میں راسخ ہوں گی تو یہ غرور جاتا رہے گا۔ (طبقات ابن سعد)

علامہ ابن سعدؒ نے سلاطین حضرموت کی اولاد سے چار اور اصحاب کا ذکر کیا ہے جو بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ ان کے نام حمدہؓ، مخوسؓ، مشرح اور البضعہ تھے۔ یہ چاروں بھی شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت مخوسؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ میری زبان سے ہکلاہٹ کو دور کردے۔ آپؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور حضرموت کے صدقات سے انھیں کھانا کھلایا (طبقات ابن سعدؒ)

علامہ محمد احمد باشمیل نے اپنی کتاب "غزوۂ تبوک" میں "معجم قبائل العرب جلد ا صفحہ ۱۳۱" اور "معجم ما استعجم جلد ا صفحہ ۶۳" کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرموت میں تمناۃ بنت کلیب نام کی ایک خاتون تھیں۔ انھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ملی تو انہوں نے حضورؐ کے لیے لباس تیار کیا اور اسے اپنے بیٹے کلیب بن اسد بن کلیب کے سپرد کرکے کہا کہ مدینہ جاؤ اور یہ لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرو۔ وہ دو ماہ کی مسافت طے کرکے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور یہ لباس آپ کی خدمت میں پیش کیا ساتھ ہی شرف اسلام سے بھی بہرہ ور ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد، الاستیعاب، غزوۂ تبوک)

وفدِ نجران

نجران مکہ معظمہ سے یمن کی طرف سات منزل پر (حجاز اور یمن کے درمیان) ایک چھوٹی سی ریاست تھی جو سارے عرب میں عیسائیت کا سب سے بڑا مرکز تھی۔ (بعض مؤرخین کے بیان کے مطابق یہ ریاست حدودِ یمن کے اندر واقع تھی) اس ریاست میں ۷۳ بستیاں شامل تھیں جن سے ایک لاکھ بیس ہزار قابلِ جنگ مرد نکل سکتے تھے۔ نجران کا علاقہ نہایت سرسبز اور شاداب تھا اور اس کے باشندے عیسائی عرب تھے جو صنعت و حرفت اور تجارت کی بدولت بڑے خوشحال تھے۔ یہاں عیسائیوں کا ایک عظیم الشان گرجا تھا جو کعبۂ نجران کے نام سے مشہور تھا۔ اس گرجا میں ایک قُبّہ تین سو کھالوں سے گنبد کی شکل کا بنایا گیا تھا۔ جو شخص اس کی حدود میں آجاتا اسے مامون سمجھا جاتا۔ ریاست کی تمام آبادی عیسائی تھی اور تین سرداروں کے زیرِ حکم تھی۔ ایک "عاقب" کہلاتا تھا جس کی حیثیت امیرِ قوم کی تھی۔ دوسرا "سیّد" کہلاتا تھا جو ان کے تمدنی اور سیاسی امور کا نگران تھا۔ تیسرا "اُسقف" تھا، جو ریاست کا دینی پیشوا تھا۔

فتح مکہ کے بعد آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ثقفی کو تبلیغ اسلام کے لیے نجران بھیجا مگر ان کی تبلیغی مساعی کا نجران کے نصاریٰ نے کوئی اثر قبول نہ کیا بلکہ اُلٹا اُن پر طرح طرح کے اعتراضات کیے۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے واپس آکر حضورؐ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپؐ نے اُسقفِ نجران کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا:

"بنامِ الٰہِ ابراہیمؑ، اسحٰقؑ و یعقوبؑ، محمدؐ نبی رسول اللہ کی طرف سے نجران کے اُسقف کے نام۔ تم اسلام لے آؤ میں تمہارے سامنے الٰہِ ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کی حمد کرتا ہوں اور حمد کے بعد تمہیں

بندوں کی عبادت چھوڑ اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور بندوں کی حکمرانی سے ہٹا کر اللہ کی حکمرانی کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم کو یہ منظور نہیں تو جزیہ ادا کرو اور اگر جزیہ دینا بھی منظور نہیں تو لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ ——— والسلام "

اس نامۂ مبارک کے موصول ہونے پر اہلِ نجران نے ۹ھ ہجری میں ساٹھ آدمیوں پر مشتمل اپنا ایک وفد مدینہ منورہ بھیجا۔ اس وفد میں اُسقف، سید اور عاقب سمیت نجران کے بڑے بڑے معززین اور شرفاء شامل تھے۔ ان لوگوں کے لیے مسجدِ نبوی کے صحن میں خیمے لگا دیے گئے اور انھوں نے وہیں قیام کیا۔ یہ لوگ غالباً اتوار کے دن مدینہ منورہ پہنچے تھے جو ان کا یومِ عبادت تھا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے طریقے پر مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنی چاہی تو صحابہؓ نے اعتراض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا "پڑھنے دو"۔ اجازت ملنے پر انھوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی نماز پڑھی۔ ان لوگوں نے خاصی مدت مدینہ منورہ میں قیام کیا، اس دوران میں حضورؐ ان کو برابر حق کی طرف بلاتے رہے اور ان کے طرح طرح کے سوالوں کا جواب وحی کی رو سے دیتے رہے لیکن ان لوگوں کی زبان پر ایک ہی رٹ تھی "میں نہ مانوں"۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ سورۂ آلِ عمران کی ابتدائی اَسّی آیتیں وفدِ نجران کے قیامِ مدینہ کے دوران ہی میں نازل ہوئیں۔ ایک دن حضورؐ نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ ہم تو پہلے سے مسلمان ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم لوگ صلیب کے پجاری ہو اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہو حالانکہ ان کی حالت اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام جیسی تھی اور وہ بھی ان کی طرح مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ پھر وہ خدا کس طرح ہو گئے۔ اہلِ وفد نے حضورؐ کی کوئی بات نہ مانی اور برابر کٹ حجتیاں کرتے رہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ

ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

(آل عمران ع ٦)

(اور جو کوئی تم سے علم آئے پیچھے بھی جھگڑا کرتا ہے اس سے کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بچوں، مردوں اور عورتوں کو بلا لیتے ہیں۔ تم اپنے بچوں، مردوں اور عورتوں کو بلا لو۔ پھر ان کے ساتھ ہم اور تم خدا سے دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت پڑے۔)

چنانچہ اتمام حجت کے طور پر حضورؐ حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو ساتھ لے کر عیسائیوں سے مباہلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ (بعض روایات میں اس موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو بھی حضورؐ نے اپنے ساتھ لیا تھا) عیسائیوں کو مباہلہ کرنے کی ہمت نہ پڑی کیوں کہ ان میں سے بعض دوراندیش لوگوں نے رائے دی کہ اگر یہ واقعی نبی ہیں تو ہم لوگ ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے کہا ہم نہ مباہلہ کرتے ہیں اور نہ اسلام قبول کرتے ہیں۔ البتہ ہمیں جزیہ دینا منظور ہے۔ آپ ہمارے ساتھ ایک دیانت دار آدمی کو بھیج دیں جس کو ہم خراج کی رقم جو آپ مقرر کریں گے، ادا کر دیا کریں گے۔ حضورؐ نے ان کی بات مان لی اور فریقین کے مابین اسی کے مطابق معاہدۂ صلح طے پا گیا۔

اس سلسلے میں حضورؐ نے ان کو جو وثیقہ لکھوا کر دیا اس کا مضمون یہ تھا:

"یہ وہ تحریر ہے جو مُحَمَّدٌ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ رسول اللہ نے اہل نجران کے لیے تحریر کی کہ یہ لوگ (اہلِ نجران) اُن کے زیرِ فرمان رہیں گے۔ زمین کی پیداوار، دینار و درہم اور غلاموں کے بارے میں وہ اُن (رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کے حکم کی تعمیل کریں گے اور سب (چیزوں) کو چھوڑ کر دو ہزار حُلّوں پر ان سے معاملہ کر لیا گیا ہے۔ رجب میں ہزار حُلّے اور صفر میں ہزار حُلّے اور اس سلسلے کی تمام شرائط ذکر کر دیں۔ ———— ابوسفیانؓ گواہ ہیں۔"

اس مکتوب کے علاوہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے لیے ایک اور مکتوب بھی تحریر کروا دیا تھا جس کا مضمون یہ تھا:

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسقف بنی الحارث بن کعب اور نجران کے دوسرے اسقفوں، کاہنوں، راہبوں اور ان کے متبعین کے لیے تحریر کیا جو کچھ ان کے قبضہ میں ہے کم یا زیادہ اور ان کی عبادت گاہیں اور گرجے سب ان کے قبضے میں رہیں گے۔ ان کو اپنی رہبانیت پر قائم رہنے کی اجازت ہوگی اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی پناہ میں رہیں گے۔ کسی اسقف کو اس کے منصب سے اور کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے اور کسی کاہن کو اس کی کہانت سے معزول نہیں کیا جائے گا۔ ان کے حقوق اور اقتدار میں اور جو کچھ وہ کرتے چلے آئے ہیں اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوگا بشرطیکہ رعایا کے خیر خواہ اور خیر اندیش رہیں۔ نہ ظالم کا ساتھ دیں اور نہ خود ظلم کریں ——— مغیرہ نے تحریر کیا"

جب یہ وفد رخصت ہونے لگا تو حضور نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو جزیہ کی وصولی کے لیے اس کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا، یہ ہماری امت کے امین ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ نجران سے یکے بعد دیگرے دو وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور پہلے وفد کے ساتھ بحث کے دوران میں آیت مباہلہ نازل ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے مباہلہ نہ کیا اور جزیہ دینا قبول کر کے واپس چلے گئے۔ اس وفد کے بعد دوسرا وفد جو ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا مدینہ منورہ آیا اور وہ بھی حضور سے فرمانِ امن لے کر واپس گیا۔

(صحیح بخاری۔ طبقات ابن سعد، البدایہ والنہایہ
زرقانی علی المواہب۔ فرامینِ نبوی)

وفدِ بنی بارق

اربابِ سیر نے اس وفد کے ارکان کی تعداد اور بارگاہِ رسالت میں اس کی حاضری کے سال کی صراحت نہیں کی صرف اتنا لکھا ہے کہ بنو بارق کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گئے اور آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ حضورؐ نے انہیں ایک دستاویز عطا فرمائی جس کا مضمون یہ تھا:-

"یہ تحریر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے بارق کے لیے ہے۔ اُن کے پھل کاٹے نہیں جائیں گے اور گرمی کا موسم ہو یا سردی کا ان کے علاقوں میں ان سے پوچھے بغیر جانور نہیں چرائے جائیں گے۔
اور جو مسلمان مشقت (بروایتِ دیگر جنگ) یا قحط سالی کی حالت میں اُن کے پاس سے گزرے، بنو بارق اس کی تین دن مہمانی کریں گے اور جب ان کے پھل پک جائیں تو مسافر اپنا پیٹ بھرنے کے لیے گرے ہوئے پھل چُن سکے گا بشرطیکہ وہ چوری نہ کرے۔ (اِدھر اُدھر سے پھل توڑ کر نہ کھائے)"
یہ تحریر اُبیؓ بن کعب نے لکھی اور (حضرت) ابو عبیدہؓ اور (حضرت) حذیفہؓ بن الیمانؓ گواہ ہوئے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۲)

ان کا اتباع نہیں کریں گے۔ (گویا دونوں مرتد ہو گئے) راستے میں ان کو ایک صحابی ملے جن کے پاس صدقہ کے اونٹ تھے۔ ان دونوں نے ان کو پکڑ کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ حضورؐ کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے ان دونوں پر لعنت بھیجی۔

اسی قبیلہ کے ایک اور صاحب ابو سبرہؓ یزید بن مالک (بروایت دیگر عمرو بن ذہل) اپنے دو بیٹوں سبرہ اور عزیز کو ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اس موقع پر حضورؐ نے عزیزؓ سے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ "عزیز"

آپؐ نے فرمایا —— "اللہ کے سوا کوئی عزیز نہیں (آج سے) تمہارا نام عبدالرحمٰن ہے۔"

حضرت ابو سبرہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میرے ہاتھ کی پشت پر ایک پھوڑا ہے جس کی وجہ سے میں اونٹنی کی مہار نہیں پکڑ سکتا۔"

حضورؐ نے ایک پیالہ منگوا کر ان کے پھوڑے پر پھیرا یہاں تک کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ پھر آپؐ نے حضرت ابو سبرہؓ اور ان کے بیٹوں کے لیے دعا فرمائی اور حضرت ابو سبرہؓ کی درخواست پر ان کو ایک وادی بطور جاگیر عطا فرمائی جو حُردان کے نام سے مشہور تھی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۲۵)

وفد بنی غافق

بنو غافق کا ایک وفد جُلیحہ بن شجار بن صحار غافقی کی سربراہی میں (سال وفود میں) بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوا۔ اہل وفد نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! ہم اپنے قبیلے کے معتمد (نمائندے) ہیں۔ ہم اسلام قبول کر چکے ہیں اور ہمارے صدقات ہمارے صحنوں میں رکھے ہوئے ہیں۔"

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تمہارے وہی حقوق ہیں جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں اور تمہاری وہی ذمہ داریاں ہیں جو دوسرے مسلمانوں کی ہیں۔"

وفد کے ایک رکن عوذ بن سریر غافقی نے عرض کیا:

"آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْل"

(ہم اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا۔)

(طبقات ابن سعد)

وفدِ بنی اسد

۹ ہجری کے اوائل میں بنو اسد بن خزیمہ کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ دس آدمیوں پر مشتمل تھا اور ضرارؓ بن الازور، وابصہؓ بن معبد اور طلیحہ بن خویلد جیسے مشہور لوگ اس میں شامل تھے۔ یہ قبیلہ بڑا جنگجو تھا اور کفر و اسلام کے معرکوں میں قریش کا حلیف رہا تھا۔ حضورؐ نے ان کی طرف کوئی مبلغ نہیں بھیجا تھا اور وہ حالات سے مجبور ہو کر خود ہی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے تھے۔ وفد کے کچھ اراکین نے فخریہ لہجے میں کہا کہ "آپ نے کوئی مہم یا تبلیغی جماعت ہماری طرف نہیں بھیجی، بلکہ ہم نے خود ہی اسلام قبول کیا اور پھر دور دراز کی مسافت طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے"۔

اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ تعلی پسند نہ آئی اور یہ آیت نازل ہوئی:-

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

(سورۃ حجرات)

ترجمہ (اے نبی) یہ لوگ تم پر یہ احسان رکھتے ہیں کہ ہم اسلام لائے۔ کہہ دو کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو۔ بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت کی اگر تم اپنے قول میں سچے ہو۔

رکنِ وفد حضرت ضرارؓ بن الازور اپنے قبیلے کے اربابِ ثروت میں سے تھے۔ ان کے پاس ایک ہزار اونٹوں کا گلہ تھا۔ دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوئے تو جہاں ہر قسم کے لہو و لعب سے توبہ کر لی، وہاں سب مال مویشی بھی راہِ خدا میں دے دیئے اور خالی ہاتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے حضورؐ کی خدمت میں یہ شعر پڑھے:

تَرَكْتُ الْخُمُوْرَ وَضَرْبَ الْقِدَاحِ ۔۔۔ وَاللَّهْوَ تَعِلَّةً وَّابْتِهَالًا
وَكَرِّي الْمُحَبَّرَ فِيْ غَمْرَةٍ ۔۔۔ وَجُهْدِيْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ قِتَالًا
فَيَا رَبِّ لَا تَغْبِنَنْ صَفْقَتِيْ ۔۔۔ فَقَدْ بِعْتُ اَهْلِيْ وَمَالِيْ بِدَالًا

(ترجمہ) میں نے بادہ نوشی ترک کر دی اور ظروف بادہ توڑ ڈالے اور اس ذات کی طرف آیا جو بہت بلند ہے اور جس کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں اور میری تمام قوت اور کوشش مسلمانوں سے جنگ کرنے میں صرف ہوتی تھی۔

اے میرے رب میری تجارت کو خسارہ میں نہ کر میں نے اپنا مال اور اقربا ہمیشہ کے لیے تیری راہ میں بیع کر دیے ہیں۔

رحمتِ عالمؐ نے فرمایا: "تمہاری تجارت خسارے میں نہیں رہی۔"

اراکینِ وفد نے حضورؐ سے پوچھا، "یا رسول اللہ! جانوروں کی بولیوں سے شگون لینا کیسا ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا، "ناجائز ہے۔"

پھر انھوں نے پوچھا "خط کشی (رمل) کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا، "یہ بلا شبہ ایک علم ہے بشرطیکہ کوئی جانتا ہو۔"

ان لوگوں نے اپنے قبیلہ میں جاکر بڑے جوش اور اخلاص کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کی۔ بدقسمتی سے اس وفد کا ایک رکن طلیحہ بن خویلد اسدی اواخر عہدِ رسالت میں فتنۂ ارتداد میں مبتلا ہو گیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ صدیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت خالدؓ بن ولید نے اسے کرتوڑ شکست دی اور وہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ قبولِ اسلام اور توبہ کی توفیق دی اور اس نے دربارِ خلافت میں حاضر ہو کر فاروقِ اعظمؓ کی بیعت کی۔ اس کے بعد اس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ میدانِ جہاد میں گزارا اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ ایک روایت کے مطابق اس نے جنگِ نہاوند میں شہادت پائی۔ (طبقات ابنِ سعد۔ اُسدُ الغابہ۔ زرقانی المواہب)

وفدِ بنی تجیب

بنی تجیب کے تیرہ آدمیوں کا ایک وفد ۹ھ ہجری میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ اسلام قبول کر چکے تھے اور اپنے قبیلے کی زکوٰۃ لے کر آئے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا، "اسے واپس لے جاؤ اور اپنے قبیلے کے فقراء میں بانٹ دو"۔ انھوں نے عرض کیا، "یارسول اللہؐ! حاجت مندوں کو دے کر جو کچھ بچ رہا ہے ہم وہی لائے ہیں۔" حضورؐ ان کے جذبۂ اخلاص پر بہت خوش ہوئے۔ ان لوگوں نے دین کے بارے میں حضورؐ سے چند سوالات پوچھے۔ آپؐ نے ان کے جوابات لکھوا دیے۔ یہ لوگ کچھ دن حضورؐ کے مہمان رہے لیکن ان کو واپسی کی بڑی جلدی تھی۔ صحابہؓ نے پوچھا، تم یہاں سے جلد جانے کے لیے کیوں بے تاب ہو؟" انھوں نے کہا، "ہم چاہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں جو برکات و فیوض حاصل ہوئے ہیں ان کی خبر اپنے اہلِ قبیلہ کو جلد از جلد پہنچائیں۔"

جب وہ رخصت ہونے لگے تو حضورؐ نے ہر ایک کو فرداً فرداً انعام عطا فرمایا اور پھر پوچھا کہ تم میں سے کوئی رہ تو نہیں گیا۔ انھوں نے عرض کیا۔ "ایک نوجوان کو ہم اسباب کی نگرانی پر مقرر کر آئے تھے وہ باقی ہے۔" حضورؐ نے اس کو بھی بلا بھیجا تا کہ تحفہ دیں۔ اس نے عرض کیا؟ "یارسول اللہؐ میرے لیے تو فقط دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو غنی بنا دے اور مجھے بخش دے۔" حضورؐ نے اس کے لیے یہی دعا فرمائی حجۃ الوداع میں اس قبیلے کے سولہ آدمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا کہ اس نوجوان کا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہؐ! اس کے استغنا کا یہ حال ہے کہ سارے جہان کی دولت اس کے قدموں پر ڈھیر کر دی جائے تو وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ حضورؐ نے فرمایا، "میں اللہ سے آرزو کرتا ہوں کہ ہم سب کا خاتمہ اسی حالت پر ہو۔"

(زاد المعاد۔ بذل القوۃ)

وفد بنی تمیم

سنہ ۹ ہجری میں بنو تمیم کا وفد بڑی شان وشوکت اور جاہلی ٹھاٹھ کے ساتھ مدینہ منورہ آیا۔ یہ ستر یا اسّی آدمیوں پر مشتمل تھا اور اس میں قبیلہ کے بڑے بڑے رؤسا، شعلہ بیان خطیب اور سحر البیان شاعر شامل تھے۔ زمانہ جاہلیت میں عربوں میں مفاخرت اور مقابلت کا جذبہ بہت شدید تھا اور وہ لوگ ہر وصف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا کرتے تھے۔ (اسلام نے مفاخرۃ کو مذموم قرار دیا اور فضیلت کی بنیاد تقویٰ کو ٹھہرایا) بنو تمیم کے دماغوں میں بھی خاندانی فخر وغرور کا نشہ سمایا ہوا تھا۔ وہ آتے ہی مسجد نبوی میں گھس پڑے۔ حضورؐ اس وقت گھر کے اندر تھے۔ ان لوگوں کی بیباکی اور اکھڑپن کی یہ کیفیت تھی کہ انھوں نے نہ تو حضورؐ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کیا اور نہ اس بات کا لحاظ کیا کہ حضورؐ کس درجہ کی شخصیت ہیں بلکہ آستانہ اقدس پر جا کر بے تحاشا آوازیں دینی شروع کر دیں۔ "محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر آؤ اور ہماری بات سنو۔" حضورؐ کو ان کا اکھڑپن ناگوار تو گزرا لیکن آپ باہر تشریف لے آئے۔ آپ چاہتے تو ان لوگوں کو سخت سزا دے سکتے تھے لیکن آپ کی شانِ عفو وکرم دیکھئے کہ ان سے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات فرمائی۔ وفد کے ایک رئیس اقرع بن حابس نے حضورؐ سے کہا، "محمدؐ میں وہ ہوں کہ خدا کی قسم میری مدح انسان کی عزت کو بڑھا دیتی ہے اور میری ہجو انسان کو داغ لگا دیتی ہے۔" حضورؐ نے فرمایا، یہ تو خدا کا کام ہے۔

انھوں نے کہا "ہم سب سے زیادہ معزز ہیں۔"

حضورؐ نے فرمایا: "تم سے زیادہ معزز یوسفؑ بن یعقوبؑ تھے۔"

اقرع نے کہا، "ہم آپ سے مفاخرت کرنا چاہتے ہیں۔"

اگرچہ قبولِ اسلام کے لیے یہ شرط بڑی نامعقول تھی لیکن حضورؐ چاہتے تھے کہ یہ لوگ کسی ہی ڈھب سے دعوتِ حق کو سمجھ جائیں ۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا : " میں فخاری اور شعر بازی کے لیے مبعوث نہیں ہوا لیکن اگر تم اسی کے لیے آئے ہو تو یونہی سہی تم اپنا کمال دکھاؤ ہم جواب دیں گے ۔"

بنوتمیم میں ایک شخص عطارد بن حاجب تھے ۔ وہ ایک شعلہ بیان خطیب تھے اور ایک دفعہ نوشیرواں کے دربار میں اپنی خطابت کے جوہر دکھا کر کمخواب کا خلعت حاصل کر چکے تھے ۔ حضورؐ سے اجازت پا کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور مفاخرہ کا آغاز اپنی اس تقریر سے کیا :

" تعریف اس خدا کی جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں تاج و تخت کا مالک بنایا ۔ اہل مشرق میں ہمیں سب سے زیادہ معزز کیا ۔ ہمارے خزانے سیم و زر سے بھرے ہوئے ہیں جنھیں ہم فیاضی سے خرچ کرتے ہیں ۔ لوگوں میں ہمارا مثل و نظیر نہیں ۔ کیا ہم آدمیوں کے سردار اور ان میں صاحبِ فضل نہیں ہیں ؟ اگر کسی اور کو یہ دعویٰ ہو تو وہ ہمارے قول سے اچھا قول اور ہمارے حالات سے اچھے حالات پیش کرے ۔ اب مجھ کو جو کہنا تھا کہہ چکا ۔"

عطارد یہ تقریر کر کے بیٹھ گئے تو حضورؐ نے ان کا جواب دینے کے لیے حضرت ثابتؓ بن قیس انصاری کو اشارہ کیا ۔ انھوں نے یہ خطبہ دیا :

" تعریف اس خدائے عز و جل کی جس نے زمین و آسمان پیدا کیے ۔ ان پر اپنا حکم جاری کیا ۔ اپنی کرسی اور علم کو وسعت دی ۔ وہ قادرِ مطلق ہے ۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کی قدرت سے ہوتا ہے ۔ اس کی قدرتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی مخلوق میں سے ہمارے لیے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو سب سے زیادہ شریف النفس ہے ۔ سب دنیا سے بڑھ کر راست گو اور سب سے زیادہ شریف الاخلاق ہے ۔ پھر اس پیغمبر پر ایک کتاب

نازل کی اور اپنی خلقت کا اسے امانت دار بنایا اور وہی وہ شخص ہے جسے خدا نے سارے عالم سے برگزیدہ کیا۔ پھر اس نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا تو اس کی قوم اور اقربا میں سے پہلے مہاجرین نے حق قبول کیا جو نسب میں افضل ہیں۔ ان کے چہرے سب سے زیادہ روشن ہیں اور ان کے اعمال سب سے اچھے ہیں پھر ان کے بعد سارے عرب میں سے ہم گروہِ انصار ہیں جو اللہ کے رسولؐ کے وزیر ہیں اور لوگ جب تک ایمان نہ لائیں اور لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ کہیں ہم ان سے لڑتے رہیں گے اور جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کو ماننے سے انکار کرے گا ہم اس کے خلاف راہِ خدا میں جہاد کریں گے اور جہاد کرنا ہمارے لیے کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ مجھے جو کہنا تھا کہہ چکا اور اب میں تمام مؤمنین اور مؤمنات کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعائے مغفرت کرتا ہوں۔"

تقریریں ہو چکیں تو شعر و شاعری کی باری آئی۔ بنو تمیم کی طرف سے ان کے سحر البیان شاعر زبرقان بن بدر کھڑے ہوئے اور اپنی قوم کی شان میں ایک پُر زور قصیدہ پڑھا جس میں خود ستائی، تعلّی اور نخوت کے سوا کچھ نہ تھا۔ تاہم اس کے زورِ بیان اور فصاحت و بلاغت میں کوئی کلام نہ تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے "الاصابہ" میں لکھا ہے کہ زبرقان کے اشعار سن کر خود جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا: اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْراً یعنی بعض بعض تقریروں میں جادو ہوتا ہے۔ زبرقان بیٹھے تو حضورؐ نے حضرت حسانؓ بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ ان کا جواب دیں۔

حضرت حسانؓ اقلیمِ سخن کے بادشاہ تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں شاہانِ غسان کے درباروں میں اپنے حسنِ کلام اور طلاقتِ لسانی کا لوہا منوا چکے تھے قبولِ اسلام کے بعد ان کی شاعری کے جوہر اور بھی چمک گئے تھے کیونکہ انھوں نے محض رضائے الٰہی کو اپنا مقصود بنا لیا تھا اور اپنی شاعری کو مدحتِ رسولؐ کے لیے وقف کر دیا تھا انھوں

نے حضورؐ کا اشارہ پاتے ہی اٹھ کر زبرقان ہی کے بحر اور قافیہ میں فی البدیہہ ایسے فصیح اور بلیغ اشعار سنائے کہ بنی تمیم انگشت بدنداں ہو گئے لیکن وہ آسانی سے کب ہار مانتے تھے۔ زبرقان (اور بروایتِ دیگر عطارد) پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور چند اشعار اپنی فضیلت میں پڑھے۔ حضرت حسانؓ نے ان اشعار کا بھی برجستہ جواب دیا۔ اب بنو تمیم کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ اقرع بن حابس جو خود بڑے فصیح البیان شاعر اور خطیب تھے اور جن کی اصابت رائے کا سارا عرب معترف تھا یہاں تک کہ متحارب قبائل اپنے جھگڑوں میں ان کو حَکَم (جج یا ثالث) بنایا کرتے تھے بے ساختہ پکار اٹھے:

"باپ کی قسم محمدؐ کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے افضل ہے۔ ان کا کلام ہمارے کلام سے زیادہ فصیح اور ان کی زبان ہماری زبان سے زیادہ شیریں ہے۔"

اہلِ وفد نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور سب اسی وقت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ یہ لوگ چند دن مدینہ منورہ میں ٹھہرے اور قرآن اور عقائدِ دین کی تعلیم حاصل کی۔ عطاردؓ بن حاجب اسلام سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے نوشیرواں سے انعام میں پایا ہوا المخوابی خلعت مدینہ کے بازار میں فروخت کر دیا۔ (اس لیے کہ یہ ریشمی تھا)۔

حضرت عمرؓ فاروق کو معلوم ہوا تو انھوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا،

"یا رسول اللہؐ! عطارد اپنا خلعت جو اس نے نوشیرواں کے دربار سے حاصل کیا تھا فروخت کر رہا ہے۔ آپ اسے خرید لیں۔"

حضورؐ نے فرمایا، "یہ ریشم کا بنا ہوا ہے اسے وہ مرد استعمال کرے جس کا عاقبت میں حصہ نہ ہو۔"

جب یہ وفد مدینہ منورہ سے رخصت ہوا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تمام ارکان کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ بنو تمیم کے وفد نے اپنی آمد کے موقع پر جس اکھڑپن کا مظاہرہ کیا اس کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں:-

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (الحجرات آیۃ ۴، ۵)

(اے نبی جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اگر وہ تمہارے برآمد ہونے تک صبر کرتے تو انہی کے لیے بہتر تھا اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔)

مدینہ منورہ میں وفد بنی تمیم کے دوران قیام میں اس سوال پر کہ بنو تمیم کا امیر کسے مقرر کیا جائے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ قعقاع رضی اللہ عنہ بن معبد کو امیر بنایا جائے مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ اقرع رضی اللہ عنہ بن حابس کو امیر بنایا جائے۔ اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے دونوں بزرگوں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (الحجرات آیۃ ۱-۲)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی ﷺ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔)

"فتح الباری" میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں نے قسم کھائی ہے کہ اب میں آپ سے اس طرح بات کروں گا جیسے کوئی (سرگوشی میں) اپنا راز کہتا ہے۔ دوسری طرف حضرت نافعؒ کے قول کے مطابق حضرت عمر فاروقؓ کی یہ کیفیت تھی کہ وہ بارگاہِ رسالت میں اس قدر پست آواز میں گفتگو کرنے لگے کہ جب تک حضورؐ ان سے دوبارہ دریافت نہ فرماتے کچھ سمجھ میں نہ آتا کہ کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ صاحبینؓ کے اس طرزِ عمل کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی :

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (الحجرات، آیت ۳)

(جو لوگ رسول اللہؐ کے حضور اپنی آواز پست رکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجرِ عظیم۔)

(سیرۃ ابنِ ہشام۔ اُسدُ الغابہ۔ ترجمان السنہ وغیرہ)

وفدِ بلی

قبیلہ بلی کا ایک وفد ربیع الاول ۹ھ ہجری میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس کے قائد ابو الضباب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے محاسنِ اسلام بیان کیے اور انھوں نے کچھ باتیں آپ سے دریافت کیں۔ ہر ایک کا تسلی بخش جواب ملا تو سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور حضورؐ کی بیعت کی۔ آپؐ ان کے لیے کھجوروں کا ایک بوجھ خود اٹھا کر لائے اور ان سے فرمایا :- "کھاؤ" ـــــ وہ لوگ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خلقِ عظیم دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ حضورؐ نے ان کو تین دن مہمان رکھا اور پھر ہر ایک کو انعام دے کر رخصت کیا۔

(طبقات ابنِ سعد)۔

وفدِ بنی عُذرہ

صفر ۹ھ ہجری میں قبیلہ عُذرہ کے انیس۱۹ اور ایک دوسری روایت کے مطابق بارہ یا پندرہ آدمی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا:
"تم کون لوگ ہو۔" انہوں نے عرض کیا، "ہم بنی عذرہ ہیں۔ قصیّ کے (ماں کی طرف سے) بھائی ہیں۔ ہم نے قصیّ کے انصار بن کر خزاعہ اور بنی بکر کو مکہ سے نکالا تھا اس لیے ہم حضور کے قرابت دار بھی ہیں۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں اہلاً وسہلاً ومرحبا فرمایا پھر انہیں بشارت دی کہ انشاء اللہ جلد ہی ان کا علاقہ ہرقل کے چنگل سے آزاد ہو جائے گا۔

اہلِ وفد نے حضورؐ سے چند سوالات پوچھے۔ تسلی بخش جواب ملنے پر سب حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ حضورؐ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ:

(۱) کاہنوں سے سوال نہ پوچھا کرو۔
(۲) جو قربانیاں تم اب دیتے ہو وہ سب منسوخ ہیں صرف عیدالاضحیٰ کی قربانی باقی رہ گئی ہے۔ استطاعت ہو تو ضرور دیا کرو۔

یہ لوگ چند روز بطور مہمان حضورؐ کے پاس ٹھہرے۔ جب رخصت ہونے لگے تو آپ نے انہیں عطیات سے نوازا۔ (زاد المعاد)

ایک روایت میں ہے کہ بنو عُذرہ کے وفد نے بارگاہِ نبوی میں حاضری کے وقت جاہلیت کا سلام کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہیں اسلام کے سلام سے کس بات نے روکا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، ہم یہاں چراگاہ کی تلاش میں آئے ہیں۔ پھر انہوں نے دین کے بارے میں کچھ باتیں حضورؐ سے دریافت کیں۔ آپؐ نے ان کا جواب دیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ (غزوۂ تبوک از محمد احمد باشمیل)

وفدِ بنی ثقیف

رمضان المبارک ۹ھ ہجری میں باختلافِ روایت چھ یا انیس آدمیوں پر مشتمل بنی ثقیف کا ایک وفد بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس وفد کی آستانۂ اسلام پر حاضری کو تاریخ اسلام میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ ثقیف طائف کا بڑا نامور اور جنگجو قبیلہ تھا۔ سنہ ۱۰ نبوت میں قبیلہ کے سرداروں عبدیالیل، مسعود اور حبیب نے نہ صرف دعوتِ حق کو رد کر دیا تھا بلکہ حضورؐ سے ایسا نازیبا سلوک بھی کیا تھا کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی تھی۔ تاہم رحمتِ عالمؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی کہ "خدایا بنی ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور ان کو میرے پاس بھیج۔" صلح حدیبیہ کے موقع پر اسی قبیلے کے ایک رئیس عروہ بن مسعود قریش کی طرف سے سفیر ہو کر حضورؐ کے پاس آئے تھے۔ جب واپس گئے تو قریش کو بتایا :—

"میں دنیا کے بہت سے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں لیکن محمدؐ کے ساتھ ان کے ساتھیوں کو جو عقیدت ہے وہ میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ محمدؐ وضو کرتے ہیں تو لوگ پانی پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ اس کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے پاتا۔ محمدؐ تھوکتے ہیں تو لوگ فرطِ عقیدت سے اسے ہاتھوں اور چہرے پر مل لیتے ہیں۔ محمدؐ بولتے ہیں تو لوگ ساکت و صامت ہو جاتے ہیں۔ محمدؐ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص اس کی تعمیل کے لیے دیوانہ وار لپکتا ہے۔"

عروہؓ اسلام سے متاثر تو اسی وقت ہو گئے تھے لیکن قبولِ اسلام کا شرف انھیں اس وقت حاصل ہوا جب حضورؐ غزوہ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ اسلام لا کر واپس گئے اور اپنے قبیلے کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ جواب تیروں کی بوچھاڑ

کی صورت میں ملا اور وہ شہید ہو گئے۔

۸ھ ہجری میں غزوہ حنین پیش آیا تو بنو ثقیف نے ہوازن کا ساتھ دیا۔ ہوازن کی شکست کے بعد حضورؐ نے طائف کا محاصرہ کر لیا۔ ان لوگوں نے اپنے قلعے کی برجیوں سے مسلمانوں پر آگ اور تیروں کا مینہ برسا دیا۔ لیکن جب حضورؐ نے ان کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا تو انھوں نے آپؐ کو پیغام بھیجا۔ "خدا کے لیے ہمیں ہماری روزی سے محروم نہ کریں۔"

حضورؐ نے ان خوفناک دشمنوں کی استدعا قبول فرمالی اور محاصرہ اٹھا کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اہل طائف کو اب اپنی قدر عافیت معلوم ہو گئی تھی۔ قریب قریب سارا عرب حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا اور وہ سمجھ گئے تھے کہ اب مسلمانوں سے مقابلہ ان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اسی بے بسی کے احساس نے انھیں وفد کی صورت میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے پر مجبور کیا۔ عبدیالیل کی قیادت میں جب یہ وفد مدینہ کے قریب مقام ذی حرص میں پہنچا تو ان کی ملاقات حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے ہوئی جو وہاں اونٹ چرا رہے تھے۔ انھیں وفد کے آنے کی غرض و غایت معلوم ہوئی تو اس قدر خوش ہوئے کہ حضورؐ کو اطلاع دینے کے لیے مدینہ کی طرف دوڑ پڑے راستے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ مل گئے۔ انھوں نے پوچھا، "خیر تو ہے اس طرح بے تحاشا کیوں بھاگ رہے ہو؟" حضرت مغیرہؓ نے واقعہ بیان کیا تو صدیق اکبرؓ نے انھیں قسم دے کر کہا کہ یہ خوش خبری مجھ کو پہنچانے دو۔ چنانچہ انھوں نے جب حضورؐ کو بنو ثقیف کے آنے کی اطلاع دی تو آپؐ بھی بے حد مسرور ہوئے اور حکم دیا کہ ان لوگوں کو مسجد نبوی میں خیمے نصب کر کے ٹھہرایا جائے تاکہ قرآن کی آواز ان کے کانوں میں پڑتی رہے اور مسلمانوں کی نماز میں محویت دیکھ کر ان پر اثر پڑے۔ یہ لوگ فی الواقع حضورؐ کی اس تدبیر سے اسلام سے بڑے متاثر ہوئے۔ سرور عالمؐ خود بھی عشاء کی نماز کے بعد ان کے پاس تشریف لے جاتے اور بڑی دیر تک ان سے گفتگو فرماتے رہتے۔ ایک دن انھوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ آپ ہم سے تو اپنی رسالت

کا اقرار کرانا چاہتے ہیں لیکن خود آپ خطبے میں اپنا نام نہیں لیتے۔ حضورؐ نے فرمایا، "میں سب سے پہلے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ نے مجھے نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس کی طرف سے میں خلقت کی ہدایت اور اصلاح کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔"

آہستہ آہستہ یہ لوگ چند شرطوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس سلسلہ میں رسولِ اکرمؐ اور رئیسِ وفد عبدیالیل کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ اس طرح تھی:

عبدیالیل: "ہمارے ہاں مرد عام طور پر مجرد رہتے ہیں اس لیے وہ زناکاری پر مجبور ہیں۔ کیا اس کی اجازت ہوگی؟"

حضورؐ: "زنا تو قطعاً حرام ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا۔

(١٧، ٣٢ - سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴)

(ترجمہ) زنا کے پاس ہو کر بھی نہ پھٹکو کیونکہ وہ بےحیائی ہے اور بہت برا چلن ہے"

عبدیالیل: "اور سود کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔ یہ تو ہمارا اپنا ہی مال ہے۔"

حضورؐ: "تم اپنا اصل روپیہ لے سکتے ہو لیکن سود تو بالکل حرام ہے۔ اللہ کا حکم ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

(سورۂ بقرہ رکوع ٣٩)

(ترجمہ) اے لوگو! اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود لوگوں کے ذمہ باقی ہے اس کو چھوڑ دو۔

عبدیالیل: "اور شراب کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ ہم لوگ تو پشت ہا پشت سے شراب کے عادی ہیں کہ یہ ہمارے ملک کے انگوروں کا عرق ہے اس کی اجازت تو مرحمت فرمائیں۔"

حضورؐ: اللہ تعالیٰ نے شرک اور جوئے وغیرہ کے ساتھ شراب بھی حرام کر دی ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

(سورۃ مائدہ ۵۔ ۹۰۔ رکوع ۱۲)

(ترجمہ) اے ایمان والو! شراب، جوا، انصاب و ازلام ناپاک شیطانی کام ہیں ان سے بچتے رہو تاکہ فلاح پاؤ۔

عبدیالیل : "یا رسول اللہ! ہمیں نماز سے تو معاف فرما دیں۔"

حضورؐ : "جس دین میں خدا کی عبادت نہ کی جائے وہ دینِ فطرت نہیں۔"

یہ درخواستیں نامنظور ہوگئیں تو اہلِ وفد نے زکوٰۃ اور جہاد سے استثنا کی درخواست کی جو آپ نے منظور فرمالی۔ (حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جب یہ لوگ صدقِ دل سے اسلام قبول کرلیں گے تو جہاد بھی کریں گے اور زکوٰۃ بھی دیں گے)۔

اس کے بعد اہلِ وفد نے حضورؐ سے پوچھا کہ ہمارے بت "لات" کے بارے میں آپؐ کا کیا ارادہ ہے۔

حضورؐ نے فرمایا، "اسے توڑ دیا جائے گا۔"

یہ لوگ اپنے بُت سے اتنے خوفزدہ تھے کہ حضورؐ کا ارشاد سُن کر بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے "اس بُت کو توڑنا تو بربادی کو دعوت دینا ہے۔" حضرت عمر فاروقؓ بھی موقع پر موجود تھے ان سے ضبط نہ ہوسکا اور ان لوگوں کو ملامت کرنے لگے کہ تم ایک بے جان پتھر سے اتنا ڈرتے ہو۔

اہلِ وفد نے برہم ہوکر کہا :۔

"عمر تم نہ بولو ہم تمھارے پاس نہیں آئے۔"

حضرت عمرؓ خاموش ہوئے تو انھوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا :

"لات کو گرانے کا کام ہم سے تو نہیں ہوسکے گا۔ آپ خود جو چاہیں کریں۔"

حضورؐ نے متبسم ہو کر فرمایا، اچھا تو یہ بُت شکنی ہمارے ذمّے ہی رہی تم لوگ یہ کام نہ کرنا۔"

اس کے بعد سب اہلِ وفد سعادت اندوزِ اسلام ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شرطیں وفدِ ثقیف نے پیش کیں وہ ان سب کو ایک معاہدے کی صورت میں لکھ کر اپنے ساتھ لائے تھے اور چاہتے تھے کہ حضورؐ اس پر اپنی مُہر ثبت فرما دیں لیکن دانائے کونینؐ نے ان کو ایسی حکمت اور محبت سے سمجھایا کہ وہ اپنے تمام لغو مطالبوں سے دست بردار ہو گئے، اور اس تحریری معاہدے پر دستخط کرنے پر تیار ہو گئے جو حضورؐ نے تجویز فرمایا۔ ابو عبیدؒ نے یہ معاہدہ "کتاب الاموال" میں پورے کا پورا نقل کیا ہے۔ اس کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ ایک تحریر ہے اللہ کے رسول اور نبی محمدؐ کی، ثقیف کے لیے۔ ان کو اس اللہ کا ذمہ دیا جاتا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نبی محمدؐ بن عبداللہ کا ذمہ اس چیز کے متعلق جو اس دستاویز میں لکھا جاتا ہے بے شک ان کی وادی حرام ہے اور سب کی سب خدا کے لیے حرام کی گئی ہے وہاں کے جنگلی خاردار درخت، وہاں کا شکار، وہاں کا ظلم کرنا، چوری کرنا یا کوئی اور برائی کرنا (سب حرام ہیں)۔

اور اس وادیٔ وَجّ پر ثقیف ہی کا سب سے زیادہ حق ہے، ان کے طائف کو مفتوح نہیں کیا جائے گا اور نہ کوئی مسلمان وہاں جا کر ان کو وہاں سے نکال سکے گا۔ وہ اپنے شہر طائف میں یا اپنی وادی میں جو عمارت چاہیں گے بنا سکیں گے۔ ان کو نہ فوجی خدمت کے لیے مجبور کیا جائے گا اور نہ ان سے (بزور) عشر لیا جائے گا نہ زکوٰۃ۔ یہ مسلمانوں ہی کی ایک جماعت ہیں۔ مسلمانوں میں جہاں آنا جانا چاہیں آجا سکیں گے۔ وہ کسی کو قیدی بنائیں گے تو اس بارے میں خود ہی فیصلہ کر سکیں گے۔ ان کو رہن کی ضمانت پر جو

قرض وصول کرنا ہو اس پر سود نہیں لیا جائے گا۔ اگر اس کے ادا کرنے کی مدت آجائے اور ادا نہ کیا جائے تو قرض کی رقم کا بڑھانا سود ہے اور اللہ سے برأت اور جو قرض رہن کی ضمانت پر آنے والے موسم عکاظ کے بعد تک کے لیے ہو تو اس کا اصل راس المال عکاظ میں ادا کر دیا جائے اور ثقیف کو ان کے کھاتوں میں ان کے قبولِ اسلام کے دن لوگوں سے جو وصول طلب دیون ہیں وہ ان کو ملیں گے۔

اور ثقیف کو لوگوں سے جو امانت یا مال یا آدمی (لونڈی غلام) جسے امانت رکھانے والے نے مالِ غنیمت میں پایا تھا یا کھویا تھا، وصول طلب ہو تو ضرور واپس کیا جائے گا۔

اور ثقیف کے جو آدمی یا سامان (اب) موجود نہ ہوں تو ان کو بھی وہی تحفظ حاصل ہو گا جو حاضر الوقت کو ہے اور ان کا جو مال لیۃ (وادیٔ وَج کا ایک مقام) میں ہو تو اس کو بھی وہی تحفظ حاصل ہو گا جو وَج کے مال کو ہے۔

اور ثقیف کا جو حلیف یا تجارتی معاملت دار ہو، اس کو بھی ثقیف ہی کے حقوق حاصل ہوں گے۔

اور اگر ثقیف پر کوئی الزام لگانے والا الزام لگائے یا کوئی ظلم کرنے والا ان پر ظلم کرے تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی خواہ مال کے متعلق ہو یا جان کے اور رسول اللہ اور تمام مسلمان ثقیف کی مدد اس شخص کے خلاف کریں گے جو ان پر ظلم کرے۔

اور ثقیف کو جس شخص کا اپنے ہاں آنا پسند نہ ہو گا وہ ان کے ہاں نہ جا سکے گا اور بازار اور بیوپار گھروں کے صحنوں میں ہو گا۔

ان کا امیر انہیں میں سے ہوا کرے گا۔ کوئی دوسرا نہیں۔ بنو مالک پر ان کا اپنا امیر اور احلاف پر ان کا اپنا امیر ہو گا۔

اور ثقیف والے قریش کے جن تاکستانوں کو پانی فراہم کریں گے تو پانی فراہم کرنے والے کو پیداوار کا آدھا ملے گا۔

اور ان کے پاس جو اسیر ہو جسے اس کے مالک نے بیچ دیا ہو تو اسی کو اس کی بیع کا حق ہوگا اور جو بیچا نہ گیا ہو تو اس میں (فدیہ) چھ اونٹنیاں ہوں گی آدھوں آدھ تین سالہ اونٹنیاں اور دودھ پلائی عمدہ موٹی۔

اور جس نے معاملہ بیع کرکے کچھ خریدا ہو تو اس بیع کا اسی کو حق ہے۔"

حافظ ابن عبدالبرؒ اور بعض دوسرے علماء نے اس معاہدے کی کچھ شقوں کا متن مختلف صورت میں دیا ہے۔ بدکاری اور شراب خوری سے بچنے اور نماز کی پابندی جیسے احکام کو معاہدہ میں اندراج کا محتاج نہیں سمجھا گیا کیونکہ ان میں کسی قسم کی رعایت ممکن ہی نہیں تھی۔ البتہ فوجی خدمت کے بارے میں (وقتی طور پر) ان کو رعایت اس لیے دی گئی کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ ہر شخص پر واجب نہیں اور جب واجب بھی ہو تو اس کے خاص مواقع ہیں روز کا کام نہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ کے بارے میں شق اس لیے شامل کی گئی کہ یہ سال کے بعد واجب ہوتی ہے۔ حضورؐ کو یقین تھا کہ جب ان لوگوں کے دلوں میں ایمان راسخ ہو جائے گا تو خود بخود ہی زکوٰۃ بھی ادا کریں گے اور جہاد کے لیے بھی نکلیں گے اور فی الواقع بعد میں یہی ہوا۔

وفدِ ثقیف نے مدینہ منورہ میں چند روز قیام کے بعد وطن کو مراجعت کا عزم کیا تو انہوں نے حضورؐ سے درخواست کی کہ ہمارے لیے کوئی امام مقرر فرما دیجئے۔ آپؐ نے وفد کے ایک نوجوان رکن عثمانؓ بن ابی العاص کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

"یہ دانا آدمی ہے اور یہی تمہارا امیر اور امام ہوگا۔"

تمام اہل وفد نے حضورؐ کے ارشاد کے سامنے سر جھکا دیا۔ پھر آپؐ نے عثمانؓ بن ابی العاص سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"نماز پڑھاتے وقت لوگوں کی حالت کا خیال رکھنا ان میں بوڑھے، بچے، بیمار، کمزور اور کاروباری ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔"

حضرت عثمانؓ وفدِ ثقیف کے سب سے کم عمر رکن تھے لیکن فہم و فراست، شوقِ تعلیم اور جوشِ ایمان کی بنا پر وہ سب اہلِ وفد پر فائق تھے۔ انہوں نے مدینہ پہنچ کر وفد سے الگ ہو کر سب سے پہلے بارگاہِ رسالت میں حاضری دی تھی اور قبولِ اسلام کا شرف حاصل کیا تھا۔ وفد کے دوسرے اکابر تو مختلف مسائل کے بارے میں حضورؐ سے گفتگو کرتے رہے اور وہ ان سے چھپ کر پہلے سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلم اور پھر اُبیؓ بن کعب سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کا علمی شوق دیکھا تو فرمایا، "یہ لڑکا تفقہ فی الدین اور تعلیمِ قرآن کا بہت مشتاق ہے۔" حضورؐ کو علم ہو گیا تھا کہ یہ جوہرِ قابل ہے اسی لیے آپؐ نے انہیں بنو ثقیف کی امارت و امامت کے لیے منتخب فرمایا۔

وفدِ ثقیف حضورؐ سے رخصت ہو کر طائف پہنچا تو بیشتر بنو ثقیف اور ان کے احلاف حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے "الاصابہ" میں لکھا ہے کہ کچھ عرصہ بعد حجۃ الوداع کا موقع آیا تو کوئی ثقفی ایسا نہ تھا جس نے اسلام نہ قبول کر لیا ہو۔

وفد کی روانگی کے چند دن بعد حضورؐ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور حضرت ابوسفیانؓ (اور ایک روایت کے مطابق حضرت خالدؓ بن ولید کو بھی) طائف بھیجا کہ لات اور اس کے معبد کو برباد کر دیں۔ اہلِ طائف میں سے اکثر مسلمان ہو چکے تھے لیکن پھر بھی ان کے دل سے "لات" کی ہیبت نہ گئی تھی۔ طبری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ثقفی عورتوں کے دلوں سے کفر و شرک کا زنگ دُور ہونے میں کافی وقت لگا۔

حضرت مغیرہؓ نے بتکدہ کو گرانے کا آغاز کیا تو عورتیں روتی ہوئی ننگے سر گھروں سے نکل آئیں اور یہ اشعار پڑھ کر اپنے مردوں کو ملامت کرنے لگیں۔

اَلَا اَبْکِیْنَ دَفَّاعُ	لوگوں پر رو کہ بزدلوں نے
اَسْلَمَهَا الرِّضَاعُ	اپنے بتوں کو دشمنوں کے
وَلَمْ یُحْسِنُوا الْمِصَاعُ	حوالے کر دیا اور ان سے معرکہ آرا نہ ہوئے

حضرت مغیرہؓ نے پہلے لات کے بُت کو توڑا پھر بتکدہ کی دیواروں پر چڑھ گئے اور انہیں گرانا شروع کر دیا۔ ان کے ساتھیوں نے بھی ان کی امداد کی اور سب نے مل کر نہ صرف عمارت کا ایک ایک پتھر گرا دیا بلکہ اس کی بنیادیں تک کھود ڈالیں۔ بتکدہ کی بربادی کے بعد اہلِ طائف کے دلوں میں توحید کی بنیاد مستحکم ہو گئی اور وہ اسلام کے بازوئے شمشیر زن بن گئے۔ (سیرت ابنِ ہشام، طبری، زاد المعاد، رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی)

وفد بنی سعد بن بکرؓ

سنہ ۹ ہجری میں بنو سعد بن بکر کی نمائندگی ایک "یک رکنی" وفد نے کی، یہ صاحب تھے حضرت ضِمامؓ بن ثعلبہ۔ وہ اپنے قبیلہ کے سربراہ اور نہایت دانا آدمیوں میں شمار ہوتے تھے اس لیے دربارِ رسالت میں اہلِ قبیلہ نے اپنی وکالت کے لیے صرف انہیں ہی بھیجنا کافی سمجھا۔ وہ بدوی سادگی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے اور اپنی ناقہ کی مہار تھامے بلا تکلف مسجدِ نبوی میں جا گھسے۔ حضورؐ اس وقت صحابۂ کرامؓ کے حلقے میں تشریف فرما تھے۔ ضِمام نے سانڈنی کو ایک کونے میں بٹھایا اور مجمع کے قریب پہنچ کر سلام و کلام کے بغیر یوں گویا ہوئے:

"آپ لوگوں میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) یا بروایتِ دیگر ابنِ عبدالمطلب کون صاحب ہیں؟"

صحابہؓ نے حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے کہا، "یہ گورے رنگ کے جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔"

ضِمامؓ نے کہا، "اے ابنِ عبدالمطلب آپ کا داعی ہمارے پاس آیا تھا۔ اس نے چند باتیں آپ کی طرف سے ہمارے سامنے پیش کیں۔ میں ان کی آپ سے تصدیق کرانا چاہتا ہوں۔ آپ میرے بدوی لہجے کی درشتی سے دل میں غبار تو نہ لائیے گا؟"

حضورؐ نے فرمایا، "تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو بلا تکلف پوچھو۔"

ضِمامؓ: "آپ کے داعی نے ہم سے کہا کہ آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔"

رسولِ اکرمؐ: "اس نے سچ کہا۔"

ضِمامؓ: "آسمان کس نے بنایا؟"

رسولِ اکرمؐ: "اللہ نے۔"

ضِمامؓ: "اور زمین؟"

رسولِ اکرمؐ: "اللہ نے"

ضِمامؓ: "اچھا تو ان پہاڑوں کو کس نے قائم کیا اور ان میں قسم قسم کی چیزیں کس نے بنائیں۔"

رسولِ اکرمؐ: "اللہ نے۔"

یہ سن کر ضِمامؓ بولے: "اسی کی قسم جس نے زمین و آسمان بنائے اور ان پہاڑوں کو قائم کیا۔ سچ بتایئے کیا واقعی اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے؟"

رسولِ اکرمؐ: "ہاں"

ضِمامؓ: "آپ کے داعی نے یہ بھی کہا تھا کہ دن رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں۔"

رسولِ اکرمؐ: "اس نے سچ کہا۔"

ضِمامؓ: "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا سچ بتایئے کیا واقعی اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟"

رسولِ اکرمؐ: "ہاں"

ضِمامؓ: "آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے مالوں پر زکوٰۃ بھی واجب ہے۔"

رسولِ اکرمؐ: "اس نے سچ کہا۔"

ضِمامؓ: "اس ذات کی قسم سچ بتایئے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟"

رسولِ اکرمؐ: "ہاں۔"

ضِمامؓ: "آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے ذمہ ایک سال میں ماہِ رمضان کے روزے ہیں۔"

رسولِ اکرمؐ: "ہاں اس نے سچ کہا۔"

ضِمامؓ: "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ٹھیک بتایئے واقعی

اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا۔"
رسولِ اکرمؐ : " ہاں "
ضِمامؓ : " آپ کے قاصد کا یہ بھی خیال ہے کہ ہم میں جس کے پاس سواری اور زادِ راہ ہو اس پر بیت اللہ کا حج کرنا بھی فرض ہے۔"
رسولِ اکرمؐ : " اس نے سچ کہا۔"

یہ سوال و جواب ہو چکے تو ضِمامؓ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا :
" میرا نام ضِمام بن ثعلبہ ہے۔ میں اپنی قوم کا قاصد ہوں جو میرے پیچھے ہے اور میں بنو سعد بن بکر کا بھائی ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنایا ہے۔ میں ان باتوں پر جو آپ نے مجھے بتائی ہیں ذرہ برابر کمی بیشی نہ کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اسی وقت واپس چل پڑے۔ حضورؐ نے صحابۂ کرامؓ سے فرمایا، " اگر یہ شخص سچ کہہ رہا ہے تو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔"

" الاصابہ " میں حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ " میں نے ضِمام سے بہتر اور مُوثر گفتگو کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔"

ضِمامؓ اپنے قبیلے میں واپس گئے تو سب سے پہلے جو الفاظ ان کے منہ سے نکلے وہ یہ تھے :

بِئْسَتِ اللَّاتُ وَالْعُزّٰی " لات اور عزیٰ دونوں ذلیل و خوار ہیں۔"
ان کے قبیلے والے یہ سُن کر پہلے تو بہت جھلّائے لیکن جب ضِماؓم نے دلنشین انداز میں اس ساری گفتگو کی روداد سنائی جو اُن کے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ہوئی تھی تو سارا قبیلہ شام ہونے سے پہلے پہلے مشرّف باسلام ہو گیا۔
(طبقات ابنِ سعد۔ اُسدُ الغابہ وغیرہ)

وفدِ بنی کلب

بنو کلب سے دو دو آدمیوں کے دو وفد یکے بعد دیگرے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پہلے وفد کے سامنے حضورؐ نے فرمایا:

" میں سچا نبی ہوں اور پاکیزگی کے ساتھ آیا ہوں۔ خرابی اور پوری خرابی اس شخص کی ہے جس نے مجھ سے منہ موڑا اور مجھ سے جنگ کی اور بھلائی اور پوری بھلائی اس شخص کی ہے جس نے میری مدد کی مجھ پر ایمان لایا، میری تصدیق کی اور میرے ساتھ ہو کر جہاد کیا۔"

عاصمؓ اور عبد عمروؓ (جن پر یہ وفد مشتمل تھا) دونوں نے عرض کیا:

" بے شک ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ پر ایمان لاتے ہیں۔"

بعد میں اس قبیلے کے دو اور آدمی ابنِ سعدانہ اور حارثہؓ بن قطن بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ جب یہ وفد مدینے سے چلنے لگا تو حضورؐ نے حضرت حارثہؓ بن قطن کو ایک فرمان عطا کیا جس کا مضمون یہ تھا:

" یہ دستاویز محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے دومۃ الجندل کے باشندوں اور ان کے نواح میں حارثہؓ بن قطن اور ان کے ساتھ کلب کے جو لوگ رہتے ہیں ان کے لیے ہے۔ تمہارے لیے باطنی زمین اور تمہارے لیے کھجور کے درختوں والا اندرونی حصہ ہے۔ بہاؤ کے پانی والی زمین پر عشر اور کنویں سے پانی والی زمین پر نصف عشر ہے۔ تمہارے مویشی جمع نہ ہوں اور نہ تمہاری بکریوں پر ظلم ہو۔ نماز وقت پر پڑھا کرو اور زکاۃ اپنے حق کے موافق ادا کیا کرو۔ تمہارے لیے گھاس وغیرہ کی ممانعت نہیں اور نہ تم سے گھر لو سامان کا عشر لیا جائے گا۔ تم پر لازم ہے کہ اس عہد و میثاق کی پابندی کرو اور ہم پر لازم ہے کہ تمہاری خیر خواہی کریں اور وفا کا حق ادا کریں گے۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذمہ داری کو پورا کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں میں سے جو لوگ حاضر ہیں وہ گواہ ہیں۔"

(طبقات ابنِ سعد۔ وغیرہ)

وفد بہراء

تیرہ آدمیوں پر مشتمل یہ وفد ۹ ہجری میں مدینہ منورہ آیا اور حضرت مقدادؓ بن عمرو الاسود کے گھر کے سامنے آکر اپنے اونٹ بٹھائے۔ حضرت مقدادؓ نے ان کا خیر مقدم کیا اور اپنا مہمان بنایا۔ انھوں نے مہمانوں کے سامنے حَیس رکھا جو کھجور، ستو اور گھی ملا کر تیار کیا گیا تھا۔ مہمانوں نے اسے بڑی رغبت سے کھایا۔

حضرت مقدادؓ نے اس میں سے کچھ حَیس حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ آپؐ نے کچھ کھا کر برتن واپس کر دیا۔ اب مقدادؓ دونوں وقت وہی پیالہ مہمانوں کے سامنے رکھتے وہ خوب سیر ہو کر کھاتے مگر کھانا کم ہونے میں نہ آتا۔ ایک روز انھوں نے حضرت مقدادؓ سے پوچھا:۔

"مقداد ہم نے سنا ہے کہ مدینہ والوں کی خوراک بہت سادہ ہوتی ہے لیکن تم تو ہمیں ہر روز برابر پُر تکلف اور لذیذ کھانا کھلاتے ہو۔"

حضرت مقدادؓ نے کہا: "بھائیو! یہ سب کچھ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی برکت ہے کیونکہ آپؐ کی مبارک انگلیاں اس کھانے کو لگ چکی ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ سب بیک زبان پکار اٹھے، "بے شک محمدؐ اللہ کے رسول ہیں"۔ اس کے بعد انھوں نے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ قرآن اور احکام سیکھے اور چند دن کے بعد واپس چلے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے معمول کے مطابق اس وفد کے تمام اراکین کو بھی رخصت ہوتے وقت عطیات سے نوازا۔

(طبقات ابنِ سعد۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ غزوہ تبوک)

وفدِ عبد القیس

قبیلہ عبد القیس بحرین کا رہنے والا تھا۔ یہ سعید الفطرت لوگ تھے اور فتح مکہ سے بہت پہلے دعوتِ اسلام پر لبیک کہہ چکے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ مسجدِ نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ عبد القیس ہی کی مسجد میں قائم ہوا جو انہوں نے بحرین کے مقام جواثی[۱] میں تعمیر کی تھی۔ اس قبیلہ کے نمائندے احکامِ دین سیکھنے کے لیے دو مرتبہ بارگاہِ رسالت[ص] میں حاضر ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۵ ھ ہجری میں یا اس سے کچھ پہلے یا بعد اور دوسری مرتبہ ۹ ھ ہجری یا ۱۰ ھ ہجری میں۔ پہلی مرتبہ ان کے وفد میں تیرہ آدمی تھے اور دوسری مرتبہ بیس[۲] (بقول علامہ ابنِ سعدؒ) یا چالیس[۳] (بقول حافظ ابنِ حجرؒ اور قسطلانیؒ) یا تیس[۴] (بقول ابنِ مندہؒ و دولابیؒ)۔ ان کے پہلی مرتبہ وردِ مدینہ کے بارے میں زرقانیؒ نے "شرح مواہب" میں بیہقی سے نقل کیا ہے کہ ایک دن رسولِ اکرم[ص] نے فرمایا کہ ابھی تمہارے پاس کچھ لوگ آ رہے ہیں جو اہلِ مشرق میں سب سے بہتر ہیں۔ حضرت عمرؓ فاروقؓ نے حضورؐ کا ارشاد سنا تو فرطِ اشتیاق سے ان لوگوں کو دیکھنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مجلسِ نبویؐ سے باہر نکلے تو انھیں تیرہ آدمیوں کا ایک قافلہ ملا۔ انہوں نے اہلِ قافلہ کو رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشاد سے آگاہ کیا اور پھر انھیں ساتھ لے کر دربارِ رسالت کی طرف روانہ ہوئے۔ ان لوگوں نے دور سے حضورؐ کو دیکھا تو اپنا سامان وہیں چھوڑ چھاڑ کر دیوانہ وار حضورؐ کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کے دستِ مبارک چومنے لگے تاہم اس وفد کے سردار منذر بن عائذ (معروف بہ اشج) پیچھے رہ گئے۔ وہ اگرچہ نوجوان تھے لیکن بڑے بردبار اور زیرک تھے۔ انہوں نے اپنے گرد آلود لباس میں ہادیٔ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہونا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے

پہلے تو اپنے قافلے کے اونٹ باندھے۔ پھر اپنی گٹھڑی کھول کر سفر کے کپڑے اتارے اور دوسرا صاف ستھرا لباس پہنا۔ پھر نہایت اطمینان کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔ اشج کی شکل و صورت یونہی سی تھی اور اس میں کوئی دلکشی نہیں تھی۔ حضورؐ نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو انھوں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ آدمی کی قدر و قیمت اس کے قد و قامت اور شکل و صورت سے نہیں ہوتی۔ اس کی قیمت اس کے دو چھوٹے سے اعضاء سے ہوتی ہے زبان اور دل۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس موقع پر خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

"انسان کی کھال کی مشک نہیں بنائی جاتی البتہ اس کی دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک اس کی زبان دوسرے اس کے دل کی۔"

پھر آپؐ نے اشجؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، "تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ دانائی اور بُردباری۔" (یا بروایتِ دیگر حلم اور وقار)

انھوں نے عرض کیا، "یا رسول اللہؐ! یہ دونوں خصلتیں پیدائشی اور خلقی ہیں یا مجھ میں اب پیدا ہو گئی ہیں۔"

حضورؐ نے فرمایا، "پیدائشی اور خلقی ہیں۔"

اشجؓ نے کہا، اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے مجھے دو ایسی خصلتوں کے ساتھ پیدا کیا جن کو وہ دوست رکھتا ہے۔

حضورؐ نے ان لوگوں کو رملہؓ بنت حارث کے مکان پر ٹھہرایا اور دس دن مہمان رکھا۔ اس دوران میں اشجؓ حضورؐ سے قرآن اور دینی مسائل سیکھتے رہے۔

صحیح مسلم اور دیگر کتبِ صحاح میں وفدِ عبدالقیس کی آمد کا حال اور طریقے سے مذکور ہے۔ اس میں یہ تصریح نہیں کی گئی کہ اس قبیلے کے لوگ دو مرتبہ بارگاہِ رسالت

میں باریاب ہوئے۔ علامہ شبلیؒ نے سیرۃ النبیؐ میں لکھا ہے کہ ابن مندہؒ اور دولابیؒ نے اس قبیلہ کے دو وفدوں کا ذکر کیا ہے اور اسی بنا پر علامہ قسطلانیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس کے دو وفد قرار دیئے ہیں۔ پہلا ۵ھ ہجری میں اور دوسرا ۱۰ھ ہجری میں مدینہ آیا۔ صحیح مسلم اور دوسری کتب صحاح کی روایتوں کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب عبدالقیس کا وفد مدینہ آیا تو حضورؐ نے پوچھا، "یہ وفد کس قبیلہ کا ہے؟" جواب ملا "قبیلہ ربیعہ کا" (عبدالقیس کا دوسرا نام ربیعہ بھی تھا)
حضورؐ نے فرمایا، "مرحبا۔ (تم لوگ خوشی سے مسلمان ہو کر آئے ہو اس لیے) تم لوگ نہ دنیا میں رسوا ہوگے نہ آخرت میں شرمندہ۔"
انھوں نے عرض کیا، "یارسول اللہ! آپ کے اور ہمارے علاقے کے درمیان کفار مضر کا جنگجو قبیلہ بستا ہے اس لیے ہم صرف ان ہی مہینوں میں آپ تک پہنچ سکتے ہیں جن میں کفار کے نزدیک (بھی) لڑائی حرام ہے۔ دوسرے مہینوں میں سفر ممکن نہیں ہے لہٰذا ہمیں اختصار کے ساتھ دین کے چند ایسے احکام بتا دیں جن پر عمل کر کے ہم جنت کے مستحق قرار پائیں اور جو لوگ ہم سے پیچھے رہ گئے ہیں واپس جا کر ان کو بھی آپ کے ارشادات سے آگاہ کر دیں۔
حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔ امر کی چار باتیں یہ ہیں:

(۱) خدائے واحد پر ایمان لانا۔ یعنی زبان سے کلمۂ شہادت پڑھنا اور دل سے اس پر یقین رکھنا۔
(۲) نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔
(۳) ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔

(۴) مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرنا اور جن چیزوں سے تمہیں بچنا ہے وہ یہ ہیں :

(۱) دُبّا (تونبی) (۲) حَنتَم (روغنی) (۳) نَقِیر (کاٹھ کا بنا ہوا) (۴) مُزَفّت (رال سے لیا ہوا) قسم کے برتنوں کو ترک کرنا ہوگا ۔ (ان برتنوں میں عرب شراب ڈال کر پیا کرتے تھے ۔ چونکہ بنو عبدالقیس شراب پینے کے سخت عادی تھے اور شراب کا ذخیرہ انہی برتنوں میں رکھتے تھے اس لیے حضورؐ نے ان کے استعمال سے منع فرمایا۔)

انہوں نے سوال کیا ، "حضورؐ آپ کو علم ہے کہ نقیر کسے کہتے ہیں؟" حضورؐ نے فرمایا : " ہاں جانتا ہوں ۔ کھجور کی موٹی لکڑی ، لکڑی کو اندر سے کھود کر تم اس میں کھجوریں رکھتے ہو اور ان پر کھجور کے درخت کا رس ڈال دیتے ہو ۔ پھر اس میں پانی ملاتے ہو ۔ رس اور پانی مل کر جوش کھاتا ہے ۔ ٹھنڈا ہو جانے کے بعد تم اسے پیتے ہو اور پھر نشہ میں چُور ہو کر اپنے ہی بھائی پر تلوار چلاتے ہو ۔"

حضورؐ کا ارشاد سن کر اہلِ وفد ہنس پڑے ۔ حضورؐ نے ہنسی کا سبب پوچھا تو انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ ! ہمارے ہاں ایسا حادثہ رونما ہو چکا ہے ۔ ہم میں یہ صاحب موجود ہیں جن کو ان کے بھائی نے نشہ میں چُور ہو کر زخمی کر دیا تھا ۔"

پھر انہوں نے پوچھا "یا رسول اللہؐ ! ہمارے لیے کون سے ظروف کا استعمال جائز ہے ؟" فرمایا ، "چمڑے کے ڈول ، مشکیزے اور کپّے وغیرہ ۔" انھوں نے عرض کیا ، "یا رسول اللہؐ ! ہمارے ہاں چوہے ہیں وہ ایسی چیزوں کو کتر دیتے ہیں ۔"

حضورؐ نے فرمایا " کترا کریں ، ہاں اگر تم نگرانی رکھو گے تو وہ بھاگ

جائیں گے۔"

اس وفد میں ایک عیسائی صاحب ابو منذر بشر المعروف بہ جارود بن عمرو بھی تھے۔ انھوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا، "یا رسول اللہ! میں تو پہلے ہی آسمانی مذہب کا پابند ہوں کیا میرے تبدیلیِ مذہب سے آپ میرے ضامن ہوں گے؟"

حضور نے فرمایا، "ہاں میں تمہارا ضامن ہوں۔ اللہ نے تم کو تمہارے مذہب سے بہتر مذہب کی ہدایت کی ہے۔" یہ سن کر جارود اور ان کے ساتھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو عرض کیا: "یا رسول اللہ! میرے پاس سواری نہیں ہے راستے میں ہمیں دوسروں کی بہت سی سواریاں ملیں گی کیا ہم ان پر قبضہ کر لیں؟" حضور نے فرمایا، "نہیں انہیں آگ سمجھو۔"

ایک روایت میں ہے کہ عبد القیس کا وفد حضرت جارودؓ بن عمرو کی سربراہی میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تھا۔ (غزوہ تبوک" از محمد احمد باشمیل)

"ترغیب و ترہیب" میں "مسند احمد" کے حوالے سے وفدِ عبد القیس کی آمد کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"شہاب بن عباد سے روایت ہے کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد ۹ ہجری میں مدینہ آیا تھا۔ اس وفد کے بعض ارکان نے بیان کیا کہ جب ہم لوگ مدینہ پہنچے تو مسلمان بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے ہمیں اچھی جگہ دی اور بہت خاطر تواضع کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں خوش آمدید کہا اور ہمیں دعا سے نوازا۔ آپؐ نے ہمیں دیکھا تو پوچھا، تمہارا سردار اور زعیم کون ہے؟ جملہ ارکانِ وفد نے منذر بن عائذ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہمارے سربراہ ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہی صاحب ہیں جو اشج ہیں؟ (یعنی جن کے چہرے پر زخم کا نشان ہے)

ہم لوگوں نے عرض کیا " جی ہاں، یا رسول اللہ ﷺ!"

(منذرؓ بن عائذ کے چہرے پر کبھی کسی گدھے نے لات ماری تھی جس کی وجہ سے ان کے چہرے پر نشان پڑ گیا تھا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اشج کا لقب استعمال کیا۔ یہ پہلا دن تھا کہ وہ اشج کے لقب سے پکارے گئے اس سے پہلے ہم ان کو اشج نہیں کہتے تھے)۔

وفد کے دوسرے ارکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شوقِ لقا میں پہلے ہی آپؐ کی خدمت میں پہنچ گئے، لیکن منذر بن عائذ نے پہلے سواریوں کو باندھا اور لوگوں کے سامان کو ایک جگہ سلیقے سے رکھا پھر اپنی گٹھڑی کھولی اس میں میلے کپڑے رکھے اور نئے کپڑے نکال کر پہنے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ پاؤں پھیلا کر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ جب وہ مجلس نبویؐ میں پہنچے تو لوگ ان کو جگہ دینے کے لیے سمٹ گئے اور کہا، آپ یہاں تشریف لائیں چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں پہلو میں بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ان کی آمد پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ان سے لطف و محبت کے ساتھ گفتگو فرمائی جس میں ان کے ملک کے ایک ایک گاؤں کا نام لے کر پوچھا مثلاً صفا، مشقر وغیرہ۔

منذرؓ بن عائذ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ تو ہمارے ملک سے ہم سے زیادہ واقف معلوم ہوتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، ہاں، میں تمہارے ملک میں بسلسلہ تجارت گیا ہوں وہاں کے لوگوں نے میری بڑی خاطر تواضع کی۔ پھر آپؐ نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا، اپنے بھائیوں کی خاطر تواضع کرو، یہ اسلام لانے میں تمہارے مشابہ ہیں اور خد و خال کے اعتبار سے بھی تم سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ لوگ بغیر کسی جبر اور دباؤ کے خوشی خوشی

ایمان لائے ہیں جب کہ دوسرے لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ میدانِ جنگ میں مارے گئے۔

دوسرے دن صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ وفد سے پوچھا:

"تمہارے انصاری بھائیوں نے تمہاری ضیافت اور خاطر تواضع کیسی کی؟"

انہوں نے عرض کیا:

"یہ بہترین بھائی ہیں۔ انہوں نے ہمارے لیے آرام دہ بستر مہیا کیا، بہترین کھانا کھلایا اور رات کو اور صبح کو یہ لوگ ہمیں ہمارے ربِ تبارک و تعالیٰ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم دیتے رہے۔"

یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ رخصت کے وقت سب اراکین انعام سے سرفراز ہوئے۔"

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، سیرۃ ابنِ ہشام، زاد المعاد، اُسد الغابہ)

وفدِ بنی لیث

سنہ ۹ ہجری میں غزوۂ تبوک کی تیاری سے پہلے بنو لیث کا ایک وفد مالکؓ بن الحویرث اللیثی کی سرکردگی میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد بیس آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کیا اور ایک مہینہ مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ اس دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں احکامِ دین کی تعلیم دی اور نماز سکھائی۔ پھر انہیں حکم دیا کہ جب وہ واپس جائیں تو اپنے قبیلے والوں کو بھی نماز پڑھنا سکھائیں۔

(اُسد الغابہ۔ بذل القوۃ)

وفدِ کندہ

سنہ ۱۰ ہجری میں کندہ (حضرموت) سے بنو کندہ کا اسّی آدمیوں پر مشتمل ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس کے سردار اشعثؓ بن قیس تھے۔ وہ اپنے علاقے کے حاکم تھے اور ان کے ساتھی بھی صاحبِ حیثیت لوگ تھے۔ یہ سب حضرات اگرچہ اسلام قبول کر چکے تھے لیکن ابھی انہوں نے وہ سادگی اختیار نہیں کی تھی جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے چنانچہ وہ مدینہ منوّرہ میں اس شان سے وارد ہوئے کہ سب نے اپنے کندھوں پر حیرہ کی زرّیں چادریں ڈال رکھی تھیں جن کے سنجاف حریر کے تھے[1]۔

بارگاہِ نبویؐ میں حاضری سے پہلے انہوں نے اپنے بالوں میں کنگھی کی اور آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ جب وہ مسجد میں پہنچ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں باریاب ہوئے تو آپؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا،

"کیا تم اسلام نہیں لا چکے ہو؟" انہوں نے عرض کیا، "یا رسول اللہ! ہم اللہ کے فضل سے نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو چکے ہیں۔"

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "پھر یہ حریر (اور سونا) کیسا؟"

اہلِ وفد اپنی غلطی پر متنبّہ ہوئے اور سب نے فوراً چادریں پھاڑ پھاڑ کر زمین پر ڈال دیں۔

حضرت اشعثؓ بن قیس نے بطورِ تفاخر عرض کیا، "یا رسول اللہ! ہم آکل المرار[2] کی اولاد سے ہیں اور آپ بھی اس کی اولاد سے ہیں۔"

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ یہ لوگ سونے سے کڑھا ہوا دیباج پہنے ہوئے تھے اور یمنی چادریں اوڑھ رکھی تھیں جن کے کناروں پر ریشم لگا ہوا تھا۔ [2] "آکل المرار" حضرت اشعثؓ بن قیس (یا بنو کندہ)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضورؐ نے فرمایا، ہم آکل المرار کی اولاد سے نہیں بلکہ نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہیں۔

حضرت اشعثؓ بن قیس نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"اے گروہِ کندہ تم فارغ ہو گئے ہو اگر آئندہ میں نے کسی سے ایسی بات سنی تو اس کو اسّی کوڑے ماروں گا۔"

جب یہ وفد مدینہ منورہ سے چلنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس وفد اشعثؓ بن قیس کو بارہ اوقیہ اور دوسرے اراکینِ وفد کو دس دس اوقیہ چاندی بطورِ انعام مرحمت فرمائی۔

عہدِ صدیقی میں اشعثؓ بن قیس بدقسمتی سے فتنۂ ارتداد میں ملوث ہو گئے۔ خلیفۃ الرسولؐ کے بھیجے ہوئے لشکروں میں سے ایک لشکر نے انہیں شکست دی اور گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے بعد انہیں مدینہ لا کر خلیفۃ الرسولؓ کے سامنے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

کے اجداد میں سے ایک شخص حارث (یا حرث) بن عمرو کا لقب تھا —— ایک دفعہ عمرو بن الہبولہ غسانی نے اس کی غیر حاضری میں بنو کندہ پر حملہ کیا۔ مال و اسباب لوٹنے کے علاوہ اس نے بنو کندہ کی عورتوں کو قیدی بنا لیا، ان میں حارث کی بیوی اُمّ اناس بنتِ عوف بن محلم الشیبانی بھی تھی۔ راستے میں اس نے عمرو بن الہبولہ سے کہا، مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا میں ایک چمکدار سیاہ رنگ کے شخص کو دیکھ رہی ہوں جس کے ہونٹ آکل المرار (اونٹ کے لٹکتے ہوئے ہونٹ) ہیں اس نے تیری گردن دبوچ لی ہے۔ حارث واپس آیا تو اس نے بکر بن وائل کو ساتھ لے کر عمرو بن الہبولہ کا تعاقب کیا اور اسے پکڑ کر قتل ڈالا اور اپنی بیوی سمیت سب مال و اسباب واپس لے لیا۔ اسی دن سے اس کا نام "آکل المرار" پڑ گیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ "آکل المرار" حارث کے دادا حجر بن عمر بن معاویہ کا لقب تھا اور یہ اس وجہ سے پڑا کہ اس نے ایک کڑوی بوٹی مرار کھائی تھی۔ واللہ اعلم

پیش کیا گیا تو انہوں نے اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کیا اور صدقِ دل سے توبہ کی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں معاف کر دیا اور ان کی شادی اپنی ہمشیرہ اُمِّ فروہؓ سے کر دی۔ (ایک روایت میں ہے کہ اُمِّ فروہؓ کا نکاح حضرت اشعثؓ سے ان کی بارگاہِ رسالت میں حاضری کے موقع پر ہو چکا تھا مگر رخصتی عہدِ صدیقی میں ان کے توبہ کرنے کے بعد ہوئی۔) حضرت اشعثؓ بن قیس بارگاہِ صدیقی سے اٹھ کر اونٹوں کے بازار میں گئے اور جو اونٹ سامنے آیا تلوار سے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تھوڑی ہی دیر میں بیسیوں اونٹ زمین پر پڑے تھے۔ سارے بازار میں غل پڑ گیا کہ اشعث نے یہ کیا کیا (شاید وہ کافر ہو گیا ہے)۔ اشعثؓ نے لوگوں سے کہا، اگر میں اپنے وطن میں ہوتا تو اور ہی سرو سامان ہوتا یہ تم لوگوں کی دعوتِ ولیمہ ہے۔ یہ کہہ کر تمام اونٹوں کی قیمت ان کے مالکوں کو ادا کر دی۔

اس کے بعد حضرت اشعثؓ یرموک اور قادسیہ کی جنگوں میں مجاہدانہ شریک ہوئے۔ جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔

(سیرۃ ابنِ ہشام۔ طبقات ابنِ سعد۔ الاصابہ۔ اُسد الغابہ)

وفدِ بنی عامر بن صعصعہ

عامر بن صعصعہ کا قبیلہ عرب کے مشہور قبیلہ قیس عیلان کی شاخ تھا۔ بنو عامر میں اس وقت تین رئیس تھے۔ عامر بن طفیل، اربد بن قیس (یا ربیعہ) اور جبار بن سلمیٰ۔ یہ تینوں اپنے قبیلہ کے تیرہ معتبر آدمیوں کو ساتھ لے کر ۹ھ ہجری میں مدینہ منورہ آئے۔ عامر اور اربد دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خفیہ طور پر اچانک شہید کر دینے کا منصوبہ بنا کر آئے تھے۔ البتہ جبار بن سلمیٰ اور قبیلہ کے دوسرے لوگ صدقِ دل سے حق کے طالب تھے۔ عامر اور اربد خاندان سلول کے ہاں مہمان ہوئے، جبار بن سلمیٰ تیرہ آدمیوں کو لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ بنو عامر نے اثنائے گفتگو میں حضورؐ سے مخاطب ہو کر کہا: "انت سیدنا" آپ ہمارے آقا ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: "السید اللہ" آقا خدا ہے۔

انہوں نے پھر عرض کی، حضورؐ ہم میں سب سے افضل اور سب سے بڑھ کر فیاض ہیں —— ارشاد ہوا، بات منہ سے نکالتے وقت خیال رکھو کہ شیطان تم کو ہنکا نہ لے جائے۔ (یعنی تکلف اور تملق بھی ناپسندیدہ چیز ہے) اس کے بعد جبارؓ اور ان کے ساتھی مشرف بہ ایمان ہو گئے۔

عامر بن طفیل اور اربد نے حضورؐ سے الگ ملاقات کی۔ عامر نے کہا:——

"محمدؐ تین باتیں ہیں۔ دیہاتی علاقوں پر تم حکومت کرو اور شہر میرے قبضے میں ہوں۔ اگر یہ نہیں تو اپنے بعد مجھے اپنا جانشین نامزد کر جاؤ۔ اگر یہ بھی منظور نہیں تو میں بنو غطفان کا لشکر لے کر مدینہ پر ہلہ بول دوں گا۔"

عامر اور اربد نے یہ سازش کی تھی کہ عامر حضورؐ کو گفت و شنید میں مشغول رکھے گا

اور اربد آپؐ کو شہید کر ڈالے گا۔ اب جو عامر نے اربد کو دیکھا تو اس میں ملنے جلنے کی سکت بھی نہ پائی۔ جلالِ نبوّت نے اس کی تمام قوت سلب کر لی تھی۔ حضورؐ نے عامر کی شرطیں مسترد کر دیں تو دونوں اٹھ کر چلے آئے۔ حضورؐ نے دعا کی:

"الٰہی ان کے شر سے بچانا۔"

اللہ کی قدرت، عامر کو اونٹوں کا طاعونی پھوڑا نکل آیا۔ اسے گھوڑے پر بٹھایا گیا کہ بستر پر مرنے کی ذلت سے بچ جائے۔ وہ گھوڑے کی پشت پر ہی ہلاک ہو گیا۔

اربد پر آسمانی بجلی گری اور وہ جل کر بھسم ہو گیا۔

(سیرۃ ابن ہشام، طبقات ابن سعد، زرقانی، صحیح بخاری)

وفدِ بنی رباب

فتح مکہ کے بعد بنو رباب کے ایک صاحب جن کا نام تمیم بن اُسید تھا اور کنیت ابو رفاعہ تھی، بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں خطبہ دے رہے تھے۔ ابو رفاعہؓ نے عرض کیا: میں ایک مسافر ہوں اور اپنے دین کی باتیں پوچھنے آیا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میرا دین کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ روک دیا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کے لیے کھجور کی چھال کی بنی ہوئی ایک کرسی لائی گئی جس کے پائے لوہے کے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے اور ان کو دین کی ضروری تعلیم دی۔

(صحیح مسلم۔ اُسد الغابہ)

وفدِ بنی زبید

سنہ ۱۰ ہجری میں بنو زبید کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوا۔ اس وفد میں عرب کے نامور شہسوار عمرو رضی اللہ عنہ بن معدی کرب زبیدی بھی شامل تھے۔ ایک روایت کے مطابق وہ اس وفد کے قائد تھے۔

بدقسمتی سے وہ وطن واپس جا کر فتنۂ ارتداد میں ملوث ہو گئے۔ اسی اثناء میں رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وصال ہو گیا۔ خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کی سرکوبی کے لیے مختلف اطراف کو لشکر بھیجے تو عمرو رضی اللہ عنہ بن معدی کرب اور ان کے ساتھیوں کو مجاہدینِ اسلام نے شکست دی۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن معدی کرب مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے اور مدینہ لائے گئے۔ جب وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیے گئے تو انہوں نے ان کو بہت لعنت ملامت کی۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن معدی کرب نے اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ ہو گی۔ خلیفۃ الرسول نے ان کی معذرت قبول کر لی اس کے بعد حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن معدی کرب نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ میدانِ جہاد میں گزارا اور بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جنگ نہاوند میں شہادت پائی۔

(طبقات ابنِ سعد۔ اُسُد الغابہ۔ بذل القوہ)

وفدِ بنی مراد

سنہ ۱۰ ہجری میں یمن کے قبیلہ مراد کے ایک صاحب فروہؓ بن مسیک مرادی بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے۔ وہ اپنے قبیلے کے معززاور مقتدر لوگوں میں سے تھا اور ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ امام ابنِ اسحاقؒ کا بیان ہے کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں کندہ کے مرادی بادشاہوں کے دربار سے وابستہ تھے۔ "یوم الردم"[1] کے کچھ عرصہ بعد جب رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مبلغین کے ذریعے ان تک اسلام کی دعوت پہنچی تو وہ شاہانِ کندہ کا دربار چھوڑ کر مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہو کر یہ شعر کہے:

لَمَّا رَأَیْتُ مُلُوْکَ کِنْدَۃَ اَعْرَضَتْ[2] | کَالرِّجْلِ خَانَ الرِّجْلَ عِرْقُ نِسَاءِھَا
یَمَّمْتُ[3] رَاحِلَتِیْ اَؤُمُّ مُحَمَّدًا | اَرْجُوْ فَوَاضِلَھَا وَحُسْنَ ثَرَائِھَا[4]

(جب میں نے بادشاہانِ کندہ کو دیکھا کہ وہ اعراض کرتے ہیں جس طرح عرقِ النسا میں ایک پاؤں دوسرے پاؤں سے اعراض کرتا ہے تو میں محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کے پاس قصد کر کے آیا تاکہ ان کے اخلاقِ حسنہ سے بہرہ مند ہوں۔)

---

[1] زمانۂ جاہلیت میں بنو مراد اور بنو ہمدان کے درمیان ایک خونریز جنگ ہوئی تھی جس میں بنو مراد کو شکست ہوئی اور ان کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے۔ عرب میں اس واقعہ نے "یوم الردم" (تباہی کا دن) کے نام سے شہرت پائی۔

[2] بعض کتابوں میں اَعْرَضَتْ نقل ہوا ہے۔

[3] بعض نے اس مصرع میں یَمَّمْتُ کے بجائے "قَرَّبْتُ" نقل کیا ہے۔

[4] بعض کتابوں میں ثَرَائِھَا کی جگہ ثَنَائِھَا ہے اور بعض نے یہ مصرع اس طرح نقل کیا ہے:—

"اَرْجُوْ فَوَاضِلَہٗ وَحُسْنَ ثَنَائِھَا"

جب حضرت فروہؓ شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو چکے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا، اے فروہ! کیا تم کو اس سانحہ سے دکھ ہوا جو تمہاری قوم کو "یوم الردم" میں پیش آیا۔ انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کون ایسا شخص ہو گا جس کی قوم پر ایسا سانحہ گزر جائے اور اس کو صدمہ نہ ہو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سنو اس واقعہ سے تمہاری قوم کے لیے اسلام میں مزید خوبی پیدا ہو گئی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حضرت فروہؓ سے پوچھا، اے فروہ! کیا تم کو وہ دن یاد ہے جب تمہارے قبیلے اور بنو ہمدان کے درمیان جنگ ہوئی تھی؟ انہوں نے عرض کیا: "جی ہاں، یاد ہے میرے تمام قریبی رشتہ دار اس میں مارے گئے تھے۔"

آپؐ نے فرمایا، جو لوگ زندہ بچ گئے ان کے لیے وہ واقعہ اچھا رہا۔ حضرت فروہؓ مدینہ منورہ سے چلنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبائل مراد، زبید اور مذحج کا عامل بنایا اور سیدنا حضرت خالدؓ ابن سعید بن العاص کو ان کا شریک کار (معاون) مقرر فرمایا۔ علامہ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ اس موقع پر حضرت فروہؓ نے حضورؐ سے اجازت طلب کی کہ یا رسول اللہ! میری قوم میں جو شخص اسلام قبول کرنے سے انکار کرے کیا میں اپنے مسلمان بھائیوں کو ساتھ لے کر اس کا مقابلہ کر سکتا ہوں ــــ؟ آپؐ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد وہ وطن کی طرف روانہ ہو گئے لیکن ابھی تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ حضورؐ نے واپس بلوا بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ تم اپنے قبیلے کو اسلام کی دعوت دینا، جو لوگ اس کو قبول کرنے پر آمادہ ہوں انہیں مسلمان بنانا اور جو انکار کریں ان کے بارے میں میری دوسری ہدایت کا انتظار کرنا۔

اس ہدایت کے ساتھ حضرت فروہؓ وطن واپس پہنچے اور اپنے آپ کو ہمہ تن تبلیغِ اسلام کے لیے وقف کر دیا۔ (طبقات ابن سعد، اُسد الغابہ، الاصابہ)

وفدِ بنی رہاء

بنو رہاء کا ایک وفد ۱۰ھ ہجری میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد پندرہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ان اصحاب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رملہ بنت حارث کے گھر پر ٹھہرایا اور وہیں ان سے ملاقات کی۔

ان اصحاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند تحائف پیش کیے جن میں ایک گھوڑا بھی تھا جسے المرادح کہا جاتا تھا۔ آپ کے حکم سے اسے آپ کے سامنے سدھایا گیا تو آپ نے تعجب کا اظہار فرمایا۔ یہ سب اصحاب مشرف بہ اسلام ہو گئے اور مدینہ منورہ میں چند دن قیام کیا۔ اس دوران میں انہوں نے قرآن اور فرائض سیکھے۔ جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معمول کے مطابق عطیات سے نوازا۔ پھر وہ اپنے علاقے میں واپس گئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کی ایک جماعت مدینہ منورہ آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں مکہ جا کر حج کیا۔ پھر وہ آپ کے ساتھ مدینہ منورہ واپس آئی اور وہیں قیام کیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ ان کے لیے آپ نے خیبر کی پیداوار کے ایک سو وسق کی وصیت کی اور ایک دستاویز لکھوا کر انہیں مرحمت فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ رہاویین کے وفد میں عمرو بن سبیع نام کے ایک صاحب بھی شامل تھے وہ مسلمان ہو گئے تو حضور نے ان کو ایک جھنڈا عنایت فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ عرصہ تک حیات رہے۔ جنگ صفین میں وہ امیر معاویہؓ کے لشکر میں شامل تھے اور حضورؐ کے عطا کردہ علم کے ساتھ ہی لڑے۔

(اسد الغابہ - غزوۂ تبوک)

وفدِ بنی محارِب

سنہ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر دس آدمیوں پر مشتمل بنو محارب کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رملہ بنت حارث کے مکان پر ٹھہرایا اور حضرت بلالؓ کو ان کی خاطر مدارات (مہمانداری) پر مامور فرمایا۔ ایک دن حضورؐ نے ظہر سے عصر تک کا وقت ان سے گفتگو کے لیے وقف کر دیا۔ اثنائے گفتگو میں حضورؐ نے ایک شخص کو غور سے دیکھا اور فرمایا، میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ وہ بولے، آپ نے بالکل درست فرمایا، آج سے بہت عرصہ پہلے آپ بازارِ عکاظ میں تشریف لائے تھے۔ آپ نے مجھے وہاں دیکھا تھا اور مجھ سے بات بھی کی تھی۔ میں نے آپ کو نہایت گستاخانہ جواب دیا تھا۔

حضورؐ نے فرمایا۔ "ٹھیک ہے ٹھیک ہے مجھے یاد آگیا۔"

ان صاحب نے عرض کیا: ——

"یا رسول اللہؐ! اس دن مجھ سے زیادہ بدبخت کوئی نہ تھا، میں نے سب سے بڑھ چڑھ کر آپ کی مخالفت کی تھی۔ میرے سب ساتھی تو اپنے آبائی مذہب پر مر گئے، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اب تک زندہ رکھا اور اسلام قبول کرنے کی سعادت بخشی۔"

حضورؐ نے فرمایا، "سب کے دل اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔"

انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہؐ! میری گزشتہ لغزشوں کی معافی کے لیے دعا فرمائیے۔"

آپؐ نے فرمایا، "اسلام لاتے ہی وہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں جو حالتِ کفر میں سرزد ہوئے ہوں۔"

ان صاحب کے علاوہ اس وفد کے دوسرے ارکان نے بھی نہایت خلوص

اور ذوق وشوق سے اسلام قبول کیا اور بارگاہِ نبویؐ میں عرض کیا کہ ہم اپنے قبیلے کے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کے بھی نمائندہ ہیں۔

اس وفد میں حضرت عُظَیمؓ بن حارث، ان کے بھائی سوائؓ بن حارث اور سوائؓ کے بیٹے خزیمہؓ بھی شامل تھے۔ ان تینوں کو بعض واقعات کی بناء پر خاص شہرت حاصل ہوئی۔ "الاصابہ" (لابن حجرؒ) کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عُظَیمؓ بن حارث نے بارگاہِ نبویؐ میں حاضری کے وقت، "مرتجز" نامی اپنی سواری کا گھوڑا حضورؐ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپؐ نے اسے قبول فرمالیا اور اس کے عوض "فرعاء" نامی اپنی اونٹنی ان کو عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ آپؐ نے ایک تحریری فرمان کے ذریعے ان کو "فغ" نام کی ایک جاگیر بھی مرحمت فرمائی۔ اس فرمان کا متن یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھذا کتاب من محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لعظیم بن الحارث المحاربی لہ فغا لا یحاقہ فیھا احد۔

وکتب الارقم

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے عُظَیم بن الحارث المحاربی کے نام کہ فغ ان کا ہے اس میں کوئی دوسرا اپنا حق نہیں جتلائے گا۔ ـــــ کاتب ارقم)

سوائؓ بن حارث وہی صاحب ہیں جو قبول اسلام سے پہلے ایک دفعہ مدینہ منورہ آئے تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گھوڑے کا سودا کیا تھا لیکن بعد میں اس سودے سے پھر گئے تھے پھر حضرت خزیمہؓ بن ثابت نے (سودے کے

لہ "فغ" پانی کا ایک تالاب یا چشمہ تھا۔ بعض نے اس کا نام "فج" لکھا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ اس کا نام "فغ" تھا جیسا کہ علامہ ابنِ اثیرؒ، یاقوت الحموی، حافظ ابنِ کثیرؒ اور متعدد دوسرے اہلِ علم نے اس کی تصریح کی ہے۔

موقع پر موجود نہ ہونے کے باوجود) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں گواہی دی تھی۔ (اس بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں حق فرماتے ہیں) چنانچہ اس واقعہ کے بعد حضرت خزیمہؓ کی شہادت دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دی گئی۔

حضرت سوادؓ کے بیٹے حضرت خزیمہؓ بن سواد حضورؐ کے سامنے پیش ہوئے تو آپؐ نے ازراہِ شفقت اپنا دستِ مبارک ان کے چہرے پر پھیرا اس کے ساتھ ہی ان کا چہرہ نور سے چمکنے لگا (سفید روشن ہوگیا)۔

یہ وفد مدینہ منورہ سے چلنے لگا تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معمول کے مطابق اراکین کو بہت کچھ دے دلا کر رخصت کیا۔

(طبقات ابنِ سعد۔ الاصابہ۔ مکاتیب النبیؐ وغیرہ)

وفدِ بنی خثعم

سنہ ۱۰ ہجری میں انس بن مدرک اور عثعث بن زخر قبیلہ خثعم کے ایک وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں آپ ہمیں ایک فرمان لکھ دیں جس میں لکھے ہوئے احکام کی ہم پابندی کریں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایسی ہی ایک تحریر لکھوا دی جس پر حضرت جریرؓ بن عبداللہ بجلی اور جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے گواہی ثبت کی۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ تحریر حضرت جریرؓ بن عبداللہ نے لکھی۔

(طبقات ابنِ سعد)

وفدِ بنی حنیفہ

۹ھ ہجری (بروایتِ دیگر سنہ ۱۰ھ ہجری) میں بنو حنیفہ کے چودہ یا سترہ آدمیوں کا ایک وفد نجد سے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ مسیلمہ کذاب بنو حنیفہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ مدینہ آیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثابت بن قیس انصاری کو ساتھ لے کر اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے دستِ مبارک میں کھجور کی ایک چھڑی تھی، مسیلمہ نے کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ (جانشین) بنانے کا وعدہ کرو تو ابھی تمہاری متابعت اختیار کرتا ہوں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خلافت تو بڑی چیز ہے میں تجھ کو یہ چھڑی دینا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ اللہ نے تیری نسبت جو فیصلہ کر دیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ میں تیرا انجام خواب میں دیکھ چکا ہوں اور زیادہ گفتگو کی ضرورت ہو تو ثابت بن قیس موجود ہیں ان سے پوچھ میں اب جاتا ہوں۔"

(صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۲۸)

ابن اسحاق نے بنو حنیفہ کے ایک شیخ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ بنو حنیفہ کا وفد مدینہ پہنچا تو وہ لوگ مسیلمہ کو اپنے خیموں میں سامان اور سواریوں کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ گئے اور خود بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کو چاندی کے پانچ اوقیے عطا فرمائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اپنے ایک ساتھی کو سامان اور سواریوں کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ حضور نے اس کے لیے

بھی اتنا ہی عطیہ دینے کا حکم دیا جتنا انہیں دیا تھا اور فرمایا، وہ (تمہاری سواریوں اور سامان کی حفاظت کرنے کی وجہ سے) بُرے مقام پر نہیں ہے۔

وہ لوگ مسیلمہ کا حصہ لے کر اس کے پاس گئے اور اس کو حضورؐ کا ارشاد سنایا تو وہ بدبخت کہنے لگا کہ اُن (حضورؐ) کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بعد یہ کام (کارِ نبوّت) میرے سپرد ہونے والا ہے (یا یہ کہ میں نبوّت میں ان کا شریک ہوں)۔

اس کے بعد جب یہ وفد اپنے علاقے میں واپس گیا تو مسیلمہ نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا اور ہزاروں لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت خالدؓ بن ولید نے اسے یمامہ کے مقام پر تباہ کُن شکست دی۔ اسی لڑائی میں وہ جہنم واصل ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ مسیلمہ نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر بعد میں مرتد ہو گیا۔ (سیرۃ ابنِ ہشام۔ بذل القوۃ)

وفدِ بنی عَبس

سنہ ہجری میں بنو عَبس کا ایک وفد نجد سے مدینہ منوّرہ آیا۔ یہ وفد نو آدمیوں پر مشتمل تھا جن میں میسرہؓ بن مسروق اور حارث الکامل بن ربیع جیسے ناموران عرب بھی شامل تھے۔ ان سب حضرات نے بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا ــــ اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے لیے دعائے خیر کی۔ پھر آپؐ نے ان سے فرمایا، ایک اور آدمی تلاش کر دو جو تمہیں دس کر دے اور میں تمہارے لیے ایک جھنڈا باندھ دوں۔ اتنے میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ تیمی آ گئے۔ آپؐ نے انہیں جھنڈا عنایت فرمایا اور ان کا شعار (نشان) "یا عشرہ" (اے دس کی جماعت) مقرر فرمایا۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ (اس واقعہ کے بعد) بنو عبس کے تین آدمی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ــــ

"یا رسول اللہؐ! ہمارے قاری ہمارے پاس آئے ہیں اور انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ جس نے ہجرت نہیں کی اس کا اسلام بھی کوئی نہیں۔ ہمارے پاس اموال اور مویشی ہیں اور وہی ہماری معاش کا ذریعہ ہیں۔ پس اگر اس شخص کا کوئی اسلام نہیں جس نے ہجرت نہیں کی تو ہم اپنے مال مویشی فروخت کر دیتے ہیں اور ہجرت کر آتے ہیں۔"

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ــــ

اِتَّقُوا اللّٰهَ حَيْثُ كُنْتُمْ فَلَنْ يَّلِتَكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كُنْتُمْ بِصَمَدٍ وَجَازَانَ

(تم جہاں بھی ہو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہیں کرے گا خواہ تم صمد اور جازان (دو مقام) میں ہو۔) (طبقات ابنِ سعد)

وفدِ بنی حارث بن کعب

بنو حارث بن کعب یمن کے ضلع نجران کا ایک نہایت معزز اور جنگجو قبیلہ تھا۔ جس زمانے میں آفتاب رسالت کوہِ فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا اس قبیلے کی شجاعت اور کامرانیوں کی سارے عرب میں دھوم مچی ہوئی تھی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں دوسرے قبائل کے ساتھ اس قبیلے کے لوگوں کو بھی دعوتِ حق کا پیغام بھیجا لیکن انہوں نے اسے قبول نہ کیا اور اپنے آبائی مذہب پر سختی سے جمے رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے۔ بدر، احد، احزاب وغیرہ کے معرکے گزر چکے اور مکہ پر پرچم اسلام بلند ہو چکا لیکن بنو حارث بن کعب کفر و ضلالت کی وادیوں ہی میں بھٹکتے رہے۔ آخر ربیع الاول ۱۰ سنہ ہجری میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو فوج کا ایک دستہ دے کر اس قبیلہ کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے بھیجا۔ ان کی تلقین و تبلیغ سے سارے کا سارا قبیلہ شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو گیا چنانچہ حضرت خالدؓ بن ولید نے بارگاہِ رسالتؐ میں یہ خط بھیجا:—

"محمد نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خالد بن ولید کی جانب سے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

میں آپ کے سامنے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اما بعد، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے بنی الحارث بن کعب کی طرف بھیجا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب میں ان کے پاس

پہنچوں تو تین دن تک ان سے نہ لڑوں اور ان کو اسلام کی دعوت دوں، اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کے اسلام کو قبول کر لوں اور ان کو اسلام کی تعلیمات، کتاب اللہ اور سنّتِ نبوی سے روشناس کراؤں اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کروں۔ چنانچہ میں ان کے پاس پہنچا اور ان کو تین روز تک اسلام کی دعوت دی اور چاروں طرف یہ اعلان کرنے کے لیے سوار دوڑائے کہ اے بنی حارث اسلام قبول کر لو اسی میں تمہاری سلامتی ہے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور جنگ سے گریز کیا۔ اب میں ان کے یہاں مقیم ہوں اور ان کو اسلام کے احکام اور سنّتِ نبوی کی تعلیم دے رہا ہوں تا آنکہ آپ کی جانب سے مزید ہدایات موصول ہوں ـــــ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ "

(البدایہ والنہایہ لابن کثیرؒ)

حضرت خالدؓ بن ولید کے خط کے جواب میں سرورِ عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ مکتوب بھیجا۔

"محمّد النّبی رسول اللہ کی جانب سے خالد بن الولید کے نام ـــــ

سلام علیک ـــــ میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے قاصد کے ذریعے تمہارا خط ملا جس میں بنی الحارث بن کعب کے بغیر جنگ و جدل کے اسلام لانے کی خبر دی گئی ہے اور یہ کہ ان لوگوں نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا، اللہ کی وحدانیت کی شہادت دی اور محمّد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کی عبدیت اور رسالت کی گواہی دی اور یہ کہ اللہ نے ان کو ہدایت دی ہے۔ تم ان کو بشارت دو اور ڈراؤ۔ اب تم خود بھی لوٹ آؤ اور اپنے ساتھ ان کا ایک وفد بھی لیتے آؤ ـــــ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ "

(البدایہ والنہایہ لابن کثیرؒ)

حضورؐ کا مکتوبِ گرامی موصول ہونے پر حضرت خالدؓ بن ولید نے بنو حارث بن کعب کا ایک وفد تشکیل دیا اور اس کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ حاضر ہو گئے۔ بنو حارث بن کعب کے وفد میں قیس بن الحصین، شداد بن عبداللہ القنانی، یزید بن عبدالمدان، عبداللہ بن قراد الزیادی، یزید بن المحجل، عمرو بن عبداللہ الضبابی اور کچھ دوسرے معززین قبیلہ شامل تھے۔ جب یہ لوگ بارگاہِ رسالت میں پیش ہوئے تو حضورؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا:

"یہ کس قوم کے لوگ ہیں جو ہند کے رہنے والے معلوم ہوتے ہیں"

پھر حضورؐ نے ان سے پوچھا:۔

"زمانۂ جاہلیت میں جو تم سے لڑا وہ ہمیشہ مغلوب رہا اس کا کیا سبب ہے؟"

انہوں نے عرض کیا:۔

"یا رسول اللہؐ اس کے تین سبب تھے:۔

۱۔ ہم اپنی طرف سے کسی پر ظلم یا زیادتی نہیں کرتے تھے۔

۲۔ ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے تھے اور نہ لڑائی میں پہل کرتے تھے۔

۳۔ جب ہم پر کوئی لڑائی ٹھونس دیتا تو میدانِ جنگ میں ہم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے تھے اور کبھی منتشر نہ ہوتے تھے۔"

حضورؐ نے فرمایا۔ "تم سچ کہتے ہو جو فوج یا جماعت ان اصولوں کے مطابق لڑے گی وہ ہمیشہ غالب رہے گی۔"

کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں قیام کرنے کے بعد جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو حضورؐ نے حضرت قیسؓ بن الحصین کو ان کا سربراہ مقرر فرمایا اور عام اراکینِ وفد کو دس دس اوقیہ اور قیسؓ بن الحصین کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی۔

اپنے ایک جاں نثار حضرت عمروؓ بن حزم انصاری کو آپؐ نے وفد کے ساتھ محصل اور معلم بنا کر روانہ فرمایا —— اور انہیں ایک تحریری فرمان عطا فرمایا جس میں فرائض، حدود اور شریعت کے احکام درج تھے۔ حافظ ابنِ کثیرؒ نے

"البدایہ والنہایہ" میں اس فرمان کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

"پھر وہ (یعنی وفد بنی حارث بن کعب) شوال یا اوائل ذی القعدہ میں اپنے قبیلے میں واپس چلا گیا۔ پھر آپؐ نے عمروؓ بن حزم کو ان کے وفد کا والی بنا کر بھیجا تاکہ وہ ان کو فقاہت دین سنت اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کریں اور ان سے زکوٰۃ و صدقات وصول کریں اس سلسلہ میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو تحریر عطا کی جس میں ان سے عہد لیا اور خصوصی احکام دیئے۔"

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۹۸)

علامہ ابن سعدؒ کاتب الواقدی نے اس فرمان کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (حضرت) عمروؓ بن حزم کو یمن بھیجتے وقت ایک عہد نامہ تحریر کرا دیا تھا جس میں اسلام کے فرائض، شریعت اور حدود کی تعلیم دی گئی تھی۔ اس کے کاتب اُبیؓ (بن کعب انصاری) تھے۔

(طبقات ابن سعد ج ا ق ۲ ص ۲۱)

اس فرمان کو جسے کتاب یا عہد نامہ بھی کہا جاتا ہے تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مولانا محمد عبدالشہید نعمانی صاحب نے اپنی گراں قدر کتاب "فرامین نبوی" میں اس فرمان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"یہ عہد نامہ متعدد وجوہ کی بناء پر انتہائی اہمیت کا حامل ہے اس میں ایک طرف جہاں اسلام کے بنیادی ارکان کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں وہاں نظم مملکت کے سلسلہ میں بھی یہ ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے کہ اس میں نہ صرف ایک حکمران کے ضروری اوصاف کی نشان دہی ہے بلکہ اس کے فرائض کی تفصیل بھی موجود ہے۔ اس عہد نامہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بعض مواقع پر آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مختلف مناصب اور ذمہ داریاں سونپتے ہوئے عہد بھی لیا کرتے تھے

اس فرمان یا عہدنامہ کا مضمون یہ تھا :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
هذا بيان من الله ورسوله	یہ فرمان اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ	اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو
عهد من عند النبي (صلی اللہ علیہ وسلم) لعمرو بن حزم الانصاری حین بعثه الی الیمن۔	یہ وہ عہدنامہ ہے جو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے عمرو بن حزم انصاری کو یمن روانہ کرتے وقت تحریر کیا گیا۔
(۱) أَمَرَهُ بتقوى الله في امره كله فَإِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ	آپ نے ان کو حکم دیا کہ ہر معاملہ میں اللہ کے احکام کا لحاظ رکھو کیونکہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور نیک راہ پر چلتے ہیں۔
(۲) وامره ان یاخذ الحق کما امره الله۔	آپ نے ان کو حکم دیا کہ اللہ کے حکم کے مطابق جو حق بنتا ہے وہ وصول کرو۔
(۳) وان یبشر الناس بالخیر ویامرهم به	لوگوں کو کار خیر پر بشارت دو اور ان پر عمل کرنے کی تلقین کرو۔
(۴) ویعلم الناس القرآن ویفقههم فیه۔	اور قرآن کی تعلیم دو اور اس کی سمجھ ان میں پیدا کرو۔
(۵) وینهی الناس ان لا یمس احد القرآن الا وهو طاهر	لوگوں کو منع کرو کہ کوئی شخص بغیر طہارت (وضو) قرآن مجید کو نہ چھوئے۔
(۶) ویخبر الناس بالذی لهم والذی علیهم۔	لوگوں کو ان کے حقوق و فرائض بتاؤ۔
(۷) ویلین للناس فی الحق	حق وصول کرنے میں نرمی کا معاملہ اور برتاؤ کرو۔
(۸) ویشتد علیهم فی الظلم	ظلم کے معاملہ میں سختی سے داد گیر کرو کیونکہ

وان اللہ کرہ الظلم ونہی عنہ فقال اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ

اللہ کو ظلم ناپسند ہے اور اس سے اس نے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے خبردار اللہ کی ظالموں پر لعنت ہے۔

(۹) ویبشر الناس بالجنۃ وبعملها

لوگوں کو جنت اور اس کے اعمال پر بشارت دو

(۱۰) وینذر الناس بالنار وبعملها

اور دوزخ اور اس کے اعمال سے ڈراؤ۔

(۱۱) ویستالف الناس حتی یفقهوا فی الدین۔

اور لوگوں سے اُلفت اور محبت کا برتاؤ کرو کہ ان میں دین کی سمجھ پیدا ہو جائے۔

(۱۲) ویعلم الناس معالم الحج و سننه وفرائضه وما امر اللہ به والحج الاکبر والحج الاصغر وهو العمرة۔

لوگوں کو حج کے بنیادی مسائل، اس کے سنن و فرائض اور اوامر حج اکبر، حج اصغر یعنی عمرہ کے تفصیلی احکام بتاؤ۔

(۱۳) وینهی الناس ان یصلی احد فی ثوب واحد صغیر الا ان یکون ثوبا واحدا یثنی طرفیه علی عاتقیه۔

لوگوں کو منع کرو کہ کوئی شخص بھی صرف ایک چھوٹے سے کپڑے میں نماز نہ پڑھے الّا یہ کہ وہ ایک کپڑا اتنا بڑا ہو کہ اس کے دونوں کنارے کندھوں کو ڈھانپ لیں۔

(۱۴) وینهی ان یحتبی احد فی ثوب واحد یفضی بفرجه الی السماء

لوگوں کو اس سے منع کرو کہ وہ ایک کپڑے میں اس طرح اکڑوں بیٹھیں کہ ان کی شرم گاہ اوپر سے نظر آنے لگے۔

(۱۵) ولا یعقص احد شعر رأسه اذا اعفاه فی قفاه

کوئی شخص اپنے سر کے بالوں کا جوڑا بنا کر اسے گدی پر نہ لٹکائے۔

(۱۶) وینهی اذا کان بین الناس صلح عن الدعا الی القبائل والعشائر

جب لوگوں کے درمیان صلح ہونے لگے تو کوئی شخص بھی اپنے قبیلہ اور خاندان کی جے نہ لگائے

(۱۷) ولیکن دعاؤهم الی اللہ

بلکہ سب کی پکار صرف اللہ وحدہٗ

وحده لا شريك له۔

(۱۸) فمن لم يدع الى الله ودعا الى العشائر والقبائل فليعطفوا بالسيف حتى يكون دعاؤهم الى الله وحده لا شريك له۔

(۱۹) ويأمر الناس باسباغ الوضوء وجوههم وايديهم الى المرافق وارجلهم الى الكعبين

(۲۰) ويمسحوا برؤسهم كما امر الله

(۲۱) وامره بالصلوٰة لوقتها و اتمام الركوع والخشوع

(۲۲) ويغلس بالصبح

(۲۳) ويهجر بالهاجرة حتى تميل الشمس

(۲۴) وصلوٰة العصر والشمس فى الارض مدبرة

(۲۵) والمغرب حين يقبل الليل ولا يؤخر حتى تبدو النجوم فى السماء۔

(۲۶) والعشاء اول الليل

(۲۷) وامره بالسعى الى الجمعة اذا نودى لها۔

لاشریک ہی کے لیے ہو۔

جو اللہ کی طرف دعوت کو چھوڑ کر قبائل اور خاندان کی طرف بلائے اس کا علاج تلوار سے کیا جائے یہاں تک کہ اس کی پکار اللہ وحدہٗ لاشریک کے لیے ہو جائے۔

لوگوں کو حکم دیا جائے کہ وضو اچھی طرح کریں اور اپنے پورے چہرے پر پانی بہائیں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور پیروں کو ٹخنوں تک دھوئیں اور اللہ کے حکم کے مطابق اپنے سر کا مسح کریں اور ان کو حکم دیا کہ نماز وقت پر ادا کرو۔ رکوع پوری طرح کرو اور نماز میں خشوع کا خیال رکھو۔

صبح کی نماز اندھیرے منہ پڑھو اور ظہر کی نماز آفتاب ڈھلنے سے پہلے ادا کر لو۔

اور عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھی جائے کہ دھوپ ڈھل جائے۔

اور رات کی آمد کے ساتھ ہی مغرب ادا کر لی جائے اور اسے ستاروں کے آسمان میں نمایاں ہونے تک مؤخر نہ کیا جائے۔

عشاء رات کے اول وقت میں پڑھی جائے۔

اور حکم دیا کہ جوں ہی جمعہ کی اذان ہو فوراً جمعہ کے لیے نکل پڑنا چاہیے۔

(۲۸) والغسل عند الرواح

نماز جمعہ کے لیے روانہ ہونے سے پہلے غسل کیا جائے۔

(۲۹) وامرہ ان یاخذ من المغانم خمس اللہ

اور حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں اللہ کے لیے پانچواں حصہ لیا جائے۔

(۳۰) وما کتب علی المومنین فی الصدقۃ من العقار عشر ما سقی البعل وما سقت السماء۔

جو زمین پانی کے کنارے ہو یا بارانی ہو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ بطور زکوٰۃ فرض ہے۔

(۳۱) وعلی ما سقی الغرب نصف العشر۔

جو زمین ڈول سے سیراب کی جائے اس پر نصف عشر ہے۔

(۳۲) وفی کل عشر من الابل شاتان وفی کل عشرین من الابل اربع شیاہ

مویشیوں میں ہر دس اونٹوں پر دو بکریاں ہیں اور ہر بیس اونٹوں پر چار بکریاں ہیں۔

(۳۳) وفی کل اربعین من البقر بقرۃ وفی کل ثلاثین من البقر تبیع جذع او جذعۃ

ہر چالیس گایوں پر ایک گائے اور ہر تیس گایوں پر ایک سالہ بچہ نر یا مادہ۔

(۳۴) وفی کل اربعین من الغنم سائمۃ وحدھا شاۃ

ہر چالیس بکریوں پر جو جنگل میں چرنے والی ہوں ایک بکری ہے۔

(۳۵) فانھا فریضۃ اللہ التی افترض علی المومنین فی الصدقۃ فمن زاد خیرا فھو خیر لہ۔

یہ صدقات کے ذیل میں اللہ کا مقرر کردہ ہے جو اس نے مومنین پر فرض کیا ہے جو مزید خیرات کرے تو اس کے لیے اور زیادہ اچھا ہے۔

(۳۶) وانہ من اسلم من یھودی

یہود اور نصاریٰ میں سے جو خلوصِ دل

او نصرانی اسلامًا خالصًا من نفسه ودان دین الاسلام فانه من المؤمنین له مثل ما لهم وعلیه ما علیهم

سے ایمان لے آئے اور اسلام کو بطور دین قبول کرے، اس کا شمار مؤمنین میں ہوگا اور اس کے حقوق و فرائض وہی ہوں گے جو دیگر مسلمانوں کے ہیں ۔

(۳۷) ومن کان علی نصرانیة او یهودیة لا یفتن علیها ۔

جو یہودیت اور نصرانیت پر قائم رہنا چاہے اسے اس کے مذہب کے سلسلہ میں کسی امتحان میں نہ ڈالا جائے ۔

(۳۸) وعلی کل حالم ذکر او انثٰی حر او عبد دینار وافٍ او عرضه ثیابًا ۔

ان میں سے ہر عاقل بالغ مرد، عورت، آزاد اور غلام پر ایک پورا دینار یا اس کی قیمت کا کپڑا ہے ۔

(۳۹) فمن ادی ذٰلک فان له ذمة الله وذمة رسوله

جو یہ رقم ادا کرے وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ (امان) میں ہے ۔

(۴۰) ومن منع ذلک فانه عدو لله ولرسوله وللمؤمنین جمیعًا ۔

اور جو یہ رقم ادا کرنے سے انکار کرے اس کا شمار اللہ اور اس کے رسول اور جملہ مومنین کے دشمنوں میں ہے ۔

وفدِ بنی غسّان

سنہ ۱۰ ہجری میں غسّان کا ایک سہ رکنی وفد حاضرِ خدمت ہوا۔ حضورؐ نے انہیں عطیات و تحائف سے نوازا اور یہ لوگ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر واپس گئے۔ ان اصحاب نے شام واپس جاکر اپنی قوم سے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا کیونکہ وہ نشۂ حکومت میں مست تھی۔ یہ تینوں نیک بخت آخر دم تک اسلام پر قائم رہے۔

(طبقات ابنِ سعد، بذل القوۃ)

وفدِ بنی غامد

رمضان المبارک سنہ ۱۰ ہجری میں بنو غامد کا ایک وفد مدینۂ منوّرہ پہنچا۔ اس میں دس آدمی شامل تھے۔ یہ لوگ بقیع الغرقد میں ٹھہرے پھر اچھے اچھے کپڑے زیب تن کر کے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور قبولِ اسلام کی سعادت حاصل کی۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو ایک تحریر عطا فرمائی جس میں احکامِ شریعت درج تھے۔ ان اصحاب نے مدینۂ منوّرہ میں چند روز قیام کیا۔ اس دوران میں حضرت اُبَیؓ بن کعب انصاری نے انہیں قرآنِ کریم کی تعلیم دی۔

جب یہ وفد مدینہ سے چلنے لگا تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کے تمام ارکان کو معمول کے مطابق عطیات سے نوازا۔

(طبقات ابنِ سعد۔ بذل القوۃ)

وفدِ سلامان

سلامان کے سات (یا ایک دوسری روایت کے مطابق سترہ) آدمی شوال سنلہ ہجری میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور مسجد سے ایک جنازہ کی طرف جا رہے تھے۔ اہلِ وفد نے کہا:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللہ!" آپؐ نے فرمایا، "وَعَلَیْکُمْ! تم کون ہو؟" انھوں نے عرض کیا، "ہم بنو سلامان کی طرف سے بیعتِ اسلام کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔" حضورؐ نے حضرت ثوبانؓ کو ان کے قیام کے بارے میں ہدایت دی نمازِ ظہر کے بعد حضورؐ نے مسجد میں وفدِ سلامان کو شرفِ باریابی بخشا۔ انھوں نے حضورؐ سے پوچھا، "یا رسول اللہ! افضل ترین عمل کون سا ہے؟" حضورؐ نے فرمایا! "وقت کی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنا۔" پھر انھوں نے عرض کیا، "یا رسول اللہ! ہمارے ہاں خشک سالی ہے۔ بارش کے لیے دعا کیجئے۔" حضورؐ نے اسی وقت زبانِ مبارک سے یہ الفاظ ادا فرمائے اَللّٰھُمَّ اسْقِھِمُ الْغَیْثَ فِیْ دَارِھِمْ۔

وفد کے ایک رکن حبیبؓ بن عمرو نے عرض کیا، "یا رسول اللہ اپنے مبارک ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائیں۔" حضورؐ مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ یہ وفد اپنے وطن واپس گیا تو معلوم ہوا کہ جس دن حضورؐ نے دعا کی تھی اسی دن بارش ہو گئی تھی۔

جب یہ وفد مدینہ سے چلنے لگا تو حضورؐ نے اس کے ہر رکن کو پانچ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی۔ ایک روایت ہے کہ وفدِ بنی سلامان بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو اہلِ وفد نے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نماز کے علاوہ بعض دوسرے مسائل یا احکامِ اسلام بھی پوچھے۔ ان میں ایک سوال تعویذوں یا دَم کرنے کے بارے میں بھی تھا۔ اس کے بعد وہ سب مسلمان ہو گئے۔ (طبقاتِ ابنِ سعد، زاد المعاد)

وفدِ بنی خولان

شعبان ۱۰ھ ہجری میں بنو خولان کے دس (بروایت دیگر ۱۵[1]) مسلمان بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم خدا اور رسول کے اطاعت گزار ہیں اور طویل سفر طے کر کے محض حضورؐ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا:

"مَنْ زَارَنِیْ بِالْمَدِیْنَةِ کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ"

(ترجمہ) جس نے مدینہ آکر میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا۔"

اس قبیلہ کے لوگ "عم انس" نامی ایک بت کی پرستش کیا کرتے تھے۔ حضورؐ نے پوچھا، "تم نے عم انس کا کیا کیا۔" انھوں نے عرض کیا، "یا رسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں اور اس کی پرستش ترک کر دی ہے۔ البتہ چند بوڑھے لوگ ابھی تک اس کی پوجا کیے جاتے ہیں۔" پھر انھوں نے جاہلیت کے زمانے کے چند واقعات سنائے کہ وہ کس طرح "عم انس" پر چڑھاوے چڑھاتے تھے اور خود بھوکے ننگے رہ کر ہر چیز سے اس کا حصہ نکالتے تھے۔

حضورؐ نے ان لوگوں کو فرائضِ دین سکھائے اور بطورِ خاص یہ نصیحتیں فرمائیں:

(۱) عہد کو پورا کرو (۲) امانت میں خیانت نہ کرو (۳) پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرو (۴) کسی شخص پر ظلم نہ کرو کیونکہ قیامت کا دن ظالم کے لیے اندھیری رات ثابت ہوگا۔ (تاج العروس۔ طبقات ابن سعد وغیرہ)

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ قرآن حکیم کی یہ آیۃ انھی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا (پ۸ع)

(ترجمہ) اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ہیں ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کرتے ہیں اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا۔ (بذل القوۃ)

وفدِ بنی بجیلہ

رمضان المبارک (سنہ ہجری) میں بنو بجیلہ کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا۔ یہ وفد ایک سو پچاس آدمیوں پہ مشتمل تھا اور اس کے قائد حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی تھے جب وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

" کیسے آنا ہوا ؟ "

انہوں نے عرض کیا۔ " اسلام قبول کرنے۔"

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور پر بشاشت پھیل گئی اور آپؐ نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی ردائے مبارک بچھا دی۔ پھر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

" جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کرو۔" [1]

اس کے بعد حضرت جریرؓ نے اسلام کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

" تم ان امور کی گواہی دو گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ نمازیں جو تم پر فرض کی گئی ہیں ان کی پابندی کرو گے، رمضان کے روزے رکھو گے، زکوٰۃ دو گے، مسلمانوں کی خیر خواہی کرو گے کہ جو کسی پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا، اور اپنے والی (امیر) کی اطاعت کرو گے خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔"

---

[1] حضرت جریرؓ اپنے علاقے میں آباد قبیلۂ بجیلہ کے سردار تھے۔ ان کے اجداد کسی زمانے میں یمن کے فرمانروا تھے اس لیے ان کی رگوں میں شاہی خون تھا اور وہ اپنے وطن میں بڑی عزت اور احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت جریرؓ نے بلا تامل عرض کیا، "یا رسول اللہؐ! میں ان سب باتوں کا اقرار کرتا ہوں۔" اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لے لی اور اس کے ساتھ ہی وفد کے دوسرے ارکان بھی کلمۂ توحید پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد، الاصابہ)

مُسندِ احمد بن حنبل میں حضرت جریرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ:۔۔۔۔

"جب میں مدینہ منوّرہ پہنچا تو شہر سے باہر سواری بٹھا کر کپڑوں کے تھیلے سے اپنا حُلّہ نکالا اور اسے پہن کر مسجدِ نبویؐ کی طرف روانہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ لوگ محبت بھری نظروں سے میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے اپنے قریب کے آدمی سے پوچھا،

"عبداللہ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا تذکرہ فرما رہے تھے؟"

انہوں نے کہا۔۔۔ "ہاں ابھی ابھی نہایت اچھے الفاظ میں تمہارا تذکرہ فرمایا۔ آپ خطبہ دے رہے تھے اس کے دوران میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کھڑکی یا دروازے کے راستے تمہارے پاس یمن کا بہترین شخص آئے گا جس کے چہرے پر بادشاہی کی علامت ہو گی۔"

میں نے اپنی اس عزت افزائی پر اللہ کا شکر ادا کیا۔"

اس روایت میں یہ تصریح نہیں کی گئی کہ یہ واقعہ کب پیش آیا۔ بعض اہلِ سیر نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت جریرؓ کے پہلی مرتبہ بارگاہِ نبویؐ میں حاضری کے موقع پر پیش آیا لیکن یہ قرینہ بھی ہے کہ یہ واقعہ ان کے قبولِ اسلام کے بعد آئندہ کسی موقع پر پیش آیا ہو۔

"طبقات ابن سعد" میں ہے کہ مدینہ کے اثنائے قیام میں ایک دن حضرت جریرؓ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا:۔۔۔۔

"جریر! تمہاری قوم کا کیا حال ہے؟"

انہوں نے عرض کیا: ——— "یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کیا مساجد اور صحراؤں میں صدائے توحید (اذان) بلند ہوتی ہے اور لوگوں نے اپنے بتوں کو توڑ ڈالا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، ذوالخلصہ کا کیا ہوا؟ [1]

حضرت جریرؓ نے عرض کیا، "یارسول اللہ! ابھی تک وہ باقی ہے۔ جب ہم واپس جائیں گے تو اس کا بھی خاتمہ کر دیں گے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کیا تم اسے ڈھا کر مجھے مطمئن نہ کرو گے؟"

انہوں نے عرض کیا۔ "میں حاضر ہوں لیکن مشکل یہ ہے کہ میں گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔"

یہ عذر سن کر آپؐ نے ان کے سینے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا (بروایتِ دیگر آپؐ نے اپنا دستِ مبارک حضرت جریرؓ کے سینے پر اس زور سے مارا کہ اس پر آپؐ کی انگشت ہائے مبارک کے نشان پڑ گئے) اور ساتھ ہی دعا کی، الٰہی اس (جریرؓ) کو گھوڑے کی پیٹھ پر قائم رکھ (جما دے) اور اس کو ہادی و مہدی بنا۔ [2] پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریرؓ کو جھنڈا عطا فرمایا اور وہ ایک سو پچاس سواروں کے ہمراہ عازمِ یمن ہو گئے اور وہاں پہنچ کر ذوالخلصہ اور اس کے معبد کو منہدم کر کے آگ لگا دی۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے چند دن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آکر عرض کیا: ———

---

[1] ذوالخلصہ، بنو بجیلہ کے ایک بڑے بُت کا نام تھا۔ اس کے معبد کو وہاں کے لوگ کعبۂ یمانیہ کہا کرتے تھے۔ اسلام سے متاثر ہونے کے باوجود بعض قبائل میں ابھی تو تم پرستی باقی تھی اور وہ ایسے بتوں اور معبدوں کو ہاتھ لگانے سے ڈرتے تھے۔

[2] اس دعا کے نتیجے میں حضرت جریرؓ گھوڑے پر جم کر بیٹھنے لگے اور انہوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر بڑے بڑے معرکے سر کیے۔

"یا رسول اللہ! ہم نے ذو الخلصہ کو توڑ کر آگ لگا دی اور اب وہ خاکستر کا ڈھیر ہے کسی کو ہمارے کام میں مزاحم ہونے کی ہمت نہیں پڑی۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ ذو الخلصہ کو برباد کرنے کے بعد حضرت جریرؓ نے ابوارطاۃ کو اطلاع کے لیے مدینہ بھیجا۔ انہوں نے بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہو کر ذو الخلصہ کی بربادی کا حال بیان کیا اور کہا کہ میں اس وقت تک وہاں سے نہیں چلا جب تک ذی الخلصہ جل کر خارشتی اونٹ جیسا نہیں بن گیا۔ یہ سن کر آپؐ بہت خوش ہوئے اور اس سریہ میں شریک تمام اصحاب کے لیے برکت کی دعا کی۔ (ایک روایت کے مطابق آپؐ نے ان کے لیے پانچ مرتبہ دعا کی)

"طبقات ابن سعد" کی اس روایت سے بعض اہلِ علم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت جریرؓ کے قبولِ اسلام کے فوراً بعد پیش آیا (حجۃ الوداع سے پہلے) لیکن صحیح بخاری (کتاب المغازی) میں جس طرح یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے بعد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے کچھ عرصہ پہلے پیش آیا۔ زرقانیؒ نے "شرح مواہب" میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تقریباً دو مہینے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت جریرؓ ذی الخلصہ کو ڈھانے کی مہم پر محرم سنہ ۱۱ ہجری میں روانہ ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کو ڈھانے کی اطلاع دینے کے لیے ابوارطاۃ کو بارگاہِ نبوی میں بھیجا۔ چند دن بعد وہ خود بھی مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے لیکن ابھی راستے ہی میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی۔

(مسندِ احمد بن حنبل، طبقات ابن سعد، اُسُد الغابہ، مواہب اللدنیہ، بذل القوۃ)

وفدِ احمس

سنہ ۱۰ ہجری میں حضرت قیسؓ بن عروہ احمسی کی قیادت میں دو سو پچاس افراد کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا، تم کس قبیلے سے ہو؟ انہوں نے عرض کیا، ہم احمس اللہ (اللہ کے بہادر بندے) ہیں۔

آپؐ نے فرمایا، تم آج سے اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔[1]

اس وقت بنو بجیلہ کا وفد بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ حبشی کو حکم دیا، پہلے قبیلہ احمس کے افراد کو عطیات دو اور پھر بجیلہ کے سواروں کو دو۔

(طبقات ابن سعد)

[1] یہ لوگ واقعی اللہ کے بہادر بندے تھے۔ حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی سے مروی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اصحاب ذوالخلصہ کو منہدم کرنے کے لیے اُن (حضرت جریرؓ) کے ساتھ گئے وہ قبیلہ احمس کے ایک سو پچاس سوار تھے۔ یہ لوگ گھڑ سواری میں بہت مشاق تھے۔ جب حضورؐ کو ابوارطاۃ کی زبانی ذوالخلصہ کے انہدام کی اطلاع ملی تو آپؐ نے احمس کے سواروں اور پیادوں کے لیے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔

(بذل القوۃ)

وفدِ بنی نخع

نخع یمن کے قبیلہ مذحج کی ایک شاخ تھی۔ وفدِ بنی نخع آخری وفد تھا جو ۱۱ھ ہجری میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس میں دو سو آدمی شامل تھے۔ یہ حضرات قبل ازیں حضرت معاذؓ بن جبل کے ہاتھ پر اسلام لا چکے تھے صرف شرفِ زیارت اور استفاضہ کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ حضورؐ ان کو دیکھ کر خوش ہوئے دعاؤں سے نوازا اور ان کی تعریف فرمائی۔

اس وفد میں ایک صاحب زرارہؓ بن عمرو نامی تھے۔ انہوں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! میں نے راستے میں چند عجیب خواب دیکھے۔"

حضورؐ نے فرمایا، بیان کرو۔

انہوں نے عرض کیا، میں نے دیکھا کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے جو سفید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے۔

حضورؐ نے پوچھا، کیا تمہاری بیوی ایک بچہ جننے والا تھا؟

انہوں نے کہا، جی ہاں۔

حضورؐ نے فرمایا: "اس کے بیٹا پیدا ہوا ہے جو تیرا فرزند ہے۔"

زرارہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ابلق ہونے کا کیا مطلب ہے؟"

حضورؐ نے فرمایا، قریب آؤ۔ پھر آہستہ سے پوچھا کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ ہیں جنھیں تم نے لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہے؟

زرارہؓ نے کہا "قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے میرے ان داغوں کا آج تک کسی کو علم نہ تھا۔"

ارشاد ہوا، "بچہ پر یہ اسی کا اثر ہے۔"

زرارہؓ نے دوسرا خواب سنایا کہ میں نے نعمان بن منذر (عرب کا ایک مشہور بادشاہ) کو دیکھا کہ گوشوارے، بازوبند اور خلخال پہنے ہوئے ہے۔ حضورؐ نے فرمایا:

"اس کی تاویل ملک عرب ہے جو اب آسائش و آرام حاصل کر رہا ہے۔"

زرارہؓ نے تیسرا خواب بیان کیا کہ ایک بڑھیا زمین سے باہر نکلی ہے جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا: "یہ دنیا ہے جس قدر باقی رہ گئی ہے۔"

زرارہؓ نے چوتھا خواب سنایا کہ میں نے ایک آگ زمین سے نمودار ہوتے دیکھی جو میرے اور میرے بیٹے عمرو کے درمیان آ گئی اور وہ آگ کہہ رہی ہے جھلسو جھلسو، بینا ہو نابینا ہو۔ لوگو اپنا کنبہ مال اور اپنی غذا مجھے کھانے کے لیے دو۔

حضورؐ نے فرمایا، "یہ ایک فساد ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔"

زرارہؓ نے عرض کیا، "یا رسول اللہ! یہ کیسا فتنہ ہوگا؟"

حضورؐ نے فرمایا، "لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی لوگ ایک دوسرے سے اس طرح گتھ جائیں گے جیسے ہاتھوں کی انگلیاں پنجہ ڈالنے میں گتھ جاتی ہیں۔ بدکار اس زمانے میں اپنے آپ کو نکوکار سمجھے گا۔ مومن کا خون پانی سے بڑھ کر خوشگوار سمجھا جائے گا ——— اگر تیرا بیٹا مر گیا تب تو اس فتنہ کو دیکھ لے گا۔ تو مر گیا تو تیرا بیٹا دیکھ لے گا۔"

زرارہؓ نے عرض کیا، "یا رسول اللہ! دعا کیجئے کہ میں اس فتنہ کو نہ دیکھوں۔"

حضورؐ نے دعا فرمائی، "الٰہی زرارہ یہ فتنہ نہ دیکھے۔"

اس واقعہ کے چند سال بعد حضرت زرارہؓ فوت ہو گئے اور ان کا بیٹا بچ رہا۔ اس نے امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی بیعت کو توڑ دیا تھا۔ (زاد المعاد)

ایک روایت میں یہ بنی نخع کا دوسرا وفد تھا۔ اس سے پہلے رجب ۹ھ ہجری میں ان کا ایک دو رکنی وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر چکا تھا۔ ان دو حضرات کے نام ارطاۃ بن شراحیل اور ارقم (جہیش) تھے۔ انہوں نے اپنے قبیلے کی طرف سے بیعت بھی کی۔ (بذل القوۃ)

متفرق وفود

وفدِ بُریدہؓ بن الحُصیب

ان کا تعلق قبیلہ خُزاعہ کی ایک شاخ بنی اسلم سے تھا۔ ہجرت کے وقت جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لے جا رہے تھے تو وہ غمیم کے مقام پر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے قبیلے کے اسّی گھرانوں نے اسلام قبول کیا۔ ایک اور روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت بُریدہؓ اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ انہوں نے حضورؐ کے سامنے اپنا اور اپنی قوم کا اسلام پیش کیا اور ہجرت کر کے مدینہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپؐ نے انہیں وہیں رہنے کی ہدایت فرمائی۔

علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اسلم کے لیے حضرت بُریدہؓ کو ایک پروانہ عطا فرمایا۔ اس وقت آپؐ غدیر اشطاط کے تالاب پر خیمہ زن تھے۔ اس پروانۂ نبوی کا متن یہ ہے:

(۱) اسلم کے لیے جو خزاعہ کی شاخ ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو ان میں سے ایمان لاتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے دین کے بارے میں بھی بہی خواہی دکھاتے ہیں۔

(۲) انہیں ایسوں کے خلاف مدد دی جائے گی جو ظلم سے ان پر اچانک دھاوا بولیں۔

(۳) اور ان پر نبی کی مدد واجب ہوگی جبکہ نبیؐ ان کو بلائیں۔

(۴) اور ان کے خانہ بدوش بدویوں کے لیے بھی وہی (حقوق و واجبات) ہیں جو ان کی بستی کے رہنے والوں کے لیے ہیں۔

(۵) اور وہ مہاجر ہی ہیں جہاں بھی رہیں۔

علاء بن الحضرمی نے لکھا اور گواہی ثبت کی

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پروانہ مبارک حضرت بُریدہؓ کو ہجرت نبوی کے بعد کسی موقع پر عطا فرمایا کیونکہ اس کے کاتب حضرت علاءؓ بن الحضرمی سفرِ ہجرت میں آپؐ کے ہمرکاب نہیں تھے۔ (طبقات ابن سعد۔ الاصابہ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی)

وفد طارق بن عبداللہ محاربی

حضرت طارقؓ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں مکہ کے سوق المجاز میں کھڑا تھا۔ اتنے میں ایک شخص وہاں آیا جو پکار پکار کر کہتا تھا:

"لوگو! کہو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، فلاح پاؤ گے۔"

ایک دوسرا شخص اس کے پیچھے آیا جو اسے کنکریاں مارتا تھا اور کہتا تھا:

"لوگو! اسے سچا نہ سمجھو یہ تو جھوٹا ہے۔"

میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون کون ہیں؟

جواب ملا، یہ دونوں بنی ہاشم میں سے ہیں، جو کہتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتا ہے اور دوسرا اس کا چچا عبدالعزیٰ (ابولہب) ہے۔

طارقؓ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو کئی برس گزر گئے اس دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ جا رہے۔ آپؐ کی ہجرت مدینہ کے عرصہ بعد میں اپنی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ مدینہ گیا تاکہ ہم وہاں سے کھجوریں خرید کر لائیں۔ جب مدینہ کی آبادی کے قریب پہنچے تو ہم وہاں کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے تاکہ سفر کے کپڑے اتار کر دوسرے کپڑے بدل لیں۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس نے دو پرانی چادریں زیب تن کر رکھی تھیں۔ اس نے سلام کے بعد پوچھا کہ کدھر سے آئے ہو، کدھر جاؤ گے؟

ہم نے کہا کہ ہم ربذہ سے یہیں تک آئے ہیں تاکہ کچھ کھجوریں خرید سکیں۔

ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا۔ اس نے کہا، یہ اونٹ بیچتے ہو؟

ہم نے کہا، ہاں اس قدر کھجوروں کے بدلے میں دے دیں گے۔

اس شخص نے قیمت گھٹانے کے لیے مطلق کچھ نہیں کہا اور اونٹ کی مہار پکڑ کر شہر کو چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہم نے آپس میں کہا کہ ہم تو اس شخص کو جانتے

تک نہیں کیا معلوم اب اونٹ کی قیمت وصول ہوتی ہے یا نہیں۔

ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین (سردارِ قوم کی) عورت بھی تھی۔ وہ بولی:

"میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کر دوں گی۔"

ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا، مجھے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھیجا ہے اور اونٹ کی قیمت کی کھجوریں بھیجی ہیں اور تمہاری ضیافت کے لیے الگ کھجوریں ہیں۔ کھاؤ پیو اور قیمت کی کھجوروں کو ناپ کر پورا کر لو۔ جب ہم کھا پی کر سیر ہوئے تو شہر میں داخل ہوئے۔ دیکھا تو وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کہہ رہا ہے۔ ہم نے یہ الفاظ سُنے:

"لوگو خیرات دیا کرو۔ خیرات کا دینا تمہارے لیے بہتر ہے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ماں کو باپ کو بہن کو بھائی کو پھر قریبی کو اور دوسرے قریبی کو دو۔"

اب ہم سمجھے کہ یہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں۔ پس ہم سب نے آپ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کر لیا۔ (زاد المعاد)

وفدِ عبداللہؓ و عبدالرحمٰنؓ

یہ دونوں بھائی بنو کنانہ کے ایک شخص لُصَیب کے بیٹے تھے۔ ہجرتِ نبوی سے پہلے مکہ گئے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔

(طبقاتِ ابنِ سعد)

وفدِ ابو رزین العقیلیؓ

حضرت ابو رزین عقیلیؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

"یا رسول اللہؐ! ایمان کی حقیقت کیا ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ لاشریک ہے۔ محمدؐ بلاشبہ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ اور اس کا رسول تجھ کو تمام ماسوا سے محبوب ہو جائیں اور آگ میں جل کر خاک ہو جانا اللہ کے شریک ٹھہرانے سے زیادہ پسند ہو جائے اور جن لوگوں سے رشتہ اور نسب کا کوئی تعلق بھی نہ ہو ان سے اللہ ہی کے نام پر محبت ہو جائے جب یہ علامات پیدا ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ اب تمہارے دل میں ایمان کی محبت سما گئی ہے جیسے سخت گرمی میں پیاسے کے دل میں پانی کی محبت۔"

میں نے عرض کیا، "یا رسول اللہؐ میں یہ بات کیسے سمجھوں کہ اب میں مؤمنِ کامل ہو گیا ہوں؟" آپؐ نے فرمایا:۔

"میری اُمت میں ہر شخص کہ جب نیکی کرے تو اس کو محسوس ہو کہ یہ نیکی ہے اور اس پر یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ضرور بدلہ دے گا اور جب کوئی برائی کرے تو اسے محسوس ہو کہ یہ برائی ہے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور یہ یقین رکھے کہ بخشنے والا بجز اس کے کوئی نہیں، تو یقیناً وہ شخص مؤمنِ کامل ہے۔"

(مُسندِ احمد)

وفد ابن المنتفق

مغیرہ بن عبداللہ یشکری اپنے والد عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں خچر خریدنے کے لیے کوفہ گیا۔ بازار گیا تو اس وقت بازار نہ لگا تھا۔ میں نے اپنے رفیق سے کہا اتنی دیر مسجد ہی میں چلیں۔ اس وقت اس کی جگہ کھجور والوں کے محلہ میں تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں قبیلہ قیس کے ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے جن کو ابن المنتفق کہتے تھے۔ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک مجھ سے بیان کیا۔ میں نے آپ کو منیٰ میں تلاش کیا تو کسی نے کہا آپؐ میدان عرفات میں ہیں۔ میں آپؐ کے پاس پہنچا تو (بھیڑ بہت تھی) گھسنے لگا۔ مجھ سے کسی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ سے ایک طرف ہٹ جا۔ آپؐ نے فرمایا، اس آدمی کو آنے دو ضرورت مند ہے (دیکھو) اسے کیا ضرورت ہے، وہ فرماتے ہیں میں گھس گھسا کر آپ کی خدمت میں جا ہی پہنچا اور آنحضرتؐ کی سانڈنی کی مہار پکڑلی۔ میں نے عرض کیا دو باتیں ہیں جنھیں میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ آتشِ دوزخ سے مجھے کیا عمل نجات دے سکتا ہے اور جنت کے لیے کیا عمل درکار ہے۔ آپؐ نے پہلے تو آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا پھر سر مبارک نیچے جھکا لیا۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"اگرچہ تو نے سوال تو بہت مختصر کیا مگر بات بڑی لمبی دریافت کی ہے۔ اچھا تو اب اس کو مجھ سے خوب سمجھ لے ـــــ صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کر اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کر۔ فرض نماز اچھی طرح پڑھا کر۔ فرض زکوٰۃ دیا کر۔ رمضان کے روزے رکھا کر ـــــ اور جو بات تو چاہتا ہے کہ لوگ تیرے ساتھ کریں دوسروں کو بھی اس بات سے

معاف رکھا کر۔"
اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اچھا اب سانڈنی کا راستہ چھوڑ دے۔
اس روایت کے دوسرے طریقہ میں بھی اسی قسم کا مضمون ہے لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں: ——
میں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے جو جنت میں پہنچا دے اور دوزخ سے بچالے۔"
آپؐ نے فرمایا:
"بہت خوب بہت خوب تم نے درخواست تو مختصر کی مگر سوال بہت گہرا کیا ہے —— اللہ سے ڈر اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کر۔ باقاعدہ نماز پڑھا کر۔ زکوٰۃ دیا کر۔ حج کر۔ رمضان کے روزے رکھا کر۔"
اس کے بعد فرمایا، اچھا اب میری سواری کے سامنے سے ہٹ جا۔
(ترجمان السنہ مولانا بدرعالم میرٹھی بحوالہ مسند احمد و صحیح بخاری)

وفدِ مُعَیقیب بن ابی فاطمہ رضؓ

ان کا تعلق یمنی قبیلے بنی دوس سے تھا۔ بعثتِ نبوی کے ابتدائی سالوں میں مکہ آئے اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو گئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد وہ اپنے وطن واپس چلے گئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حبشہ کی ہجرتِ ثانیہ (سنہ ۶ بعدِ بعثت) میں شریک ہوئے اور حبشہ سے غزوۂ خیبر کے زمانے میں مدینہ آ گئے۔

(طبقات ابنِ سعد۔ الاستیعاب۔ الاصابہ)

وفد معاویہؓ بن حیدۃ قشیری

بہز بن حکیم اپنے دادا معاویہؓ بن حیدۃ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ان انگلیوں کی گنتی سے زیادہ مرتبہ یہ قسم کھا چکا تھا کہ نہ تو میں آپ کے پاس آ کر پھٹکوں گا اور نہ آپ کا دین اختیار کروں گا اور میں آپ کی خدمت میں ایک ایسا شخص آیا ہوں جو قطعاً بے علم اور یکسر نا سمجھ ہے بس وہی جانتا ہے جو اللہ اور اللہ کا رسول اس کو بتا دے۔ میں خدا کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ ہمارے پروردگار نے آپ کو ہمارے پاس کیا کیا احکام دے کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا، (سب سے پہلے) اسلام کا حکم دیا ہے۔ میں نے عرض کیا، اسلام کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا، اسلام یہ ہے کہ تو یہ اقرار کرے کہ میں اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر چکا اور شرک و کفر سب کچھ چھوڑ چکا، نماز پڑھے زکوٰۃ دے، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے قابلِ احترام ہے۔ مسلمان آپس میں دو بھائی بھائی ہیں ایک کو دوسرے کا مددگار رہنا چاہیے۔ جو مشرک اسلام لانے کے بعد پھر شرک کرے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس کو چھوڑ کر پھر مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہ ہو جائے۔ یہ کیا بات ہے کہ میں تو تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمہیں دوزخ کی آگ سے بچا رہا ہوں، اور تم ایک نہیں مانتے) سن لو میرا پروردگار (قیامت کے دن) مجھے بلائے گا اور مجھ سے یقیناً یہ سوال کرے گا کہ تم نے میرے بندوں کو تبلیغ کر دی، میں عرض کروں گا، پروردگار کر دی۔ سن لو تم میں جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میرا پیغام ان کو بھی پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔ پھر تم کو بلایا جائے گا اور تمہارے منہ پر کپڑا لگا دیا جائے گا (تاکہ غلط بات نہ بول سکو) پھر سب سے پہلے تمہاری طرف سے جسم کا جو حصہ بولے گا وہ تمہاری ران اور تمہارے ہاتھ ہوں گے ——— میں نے کہا، یا رسول اللہ! بس ہمارا دین یہ ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں یہ تو تمہارا دین ہے پھر بھلائی جہاں بھی کرو گے کافی ہو گی۔ (مسندِ احمد، مستدرکِ حاکم)

وفدِ بنی عُنس

قبیلۂ عُنس کے ایک صاحب ربیعہؓ بن رواد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم طعامِ شب تناول فرما رہے تھے۔ آپؐ نے انہیں بھی کھانے کے لیے بلایا، چنانچہ وہ بھی شریکِ طعام ہو گئے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے بلا تامل کلمۂ طیبہ پڑھا اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ پھر حضورؐ نے اُن سے پوچھا، رغبت کی بناء پر آئے ہو یا خوف کی وجہ سے؟ انہوں نے عرض کیا، جہاں تک رغبت کا تعلق ہے تو خدا کی قسم آپ کے پاس مال ہی نہیں کہ جس کی مجھے رغبت ہوتی۔ رہ گیا خوف تو اس کی بھی کوئی وجہ نہیں کیونکہ خدا کی قسم میں جس علاقے میں رہتا ہوں وہاں آپ کا لشکر نہیں پہنچ سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے خوفِ آخرت سے ڈرایا گیا تو میں خائف ہو گیا اور مجھ سے کہا گیا کہ ایمان لے آؤ تو میں ایمان لے آیا۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا، قبیلہ عُنس میں بہت خوش بیان لوگ ہوتے ہیں۔

پھر حضرت ربیعہؓ نے کچھ عرصہ مدینہ میں قیام کیا۔ اس دوران میں وہ برابر بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوتے رہے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم کو (اثنائے راہ میں) اپنے آخری وقت کا احساس ہو تو کسی (قریبی) گاؤں میں چلے جانا۔

حضرت ربیعہؓ روانہ ہوئے تو راستے میں بیمار ہو گئے اور حضورؐ کے ارشاد کے مطابق ایک قریبی گاؤں والوں کے پاس چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

(طبقات ابنِ سعد۔ اُسد الغابہ)

وفدِ اعرابی

حضرت جریرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ چلے۔ جب مدینہ طیبہ سے باہر نکل لیے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار ہماری طرف اپنی سواری بھگاتا ہوا آرہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہمارے ہی پاس آرہا ہے۔ اتنے میں وہ آہی پہنچا اور سلام کیا۔ ہم نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے دریافت کیا کدھر سے آرہے ہو؟ اس نے عرض کیا، بیوی، بچوں اور اپنے خاندان کے پاس سے۔ آپؐ نے پوچھا کدھر کا قصد ہے؟ اس نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا۔ آپؐ نے فرمایا، تو تم ٹھیک مقصد پر پہنچ گئے۔ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ مجھے سکھائیے ایمان کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا، اس بات کی گواہی دو کہ معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ۔ محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نماز اچھی طرح ادا کرو۔ زکوٰۃ دو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ بیت اللہ کا حج کرو۔

اس نے عرض کیا میں نے ان سب باتوں کا اقرار کیا۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد اس کے اونٹ کا پیر کسی جنگلی چوہے کے سوراخ میں جا پڑا۔ وہ اونٹ گرا اور کھوپڑی کے بل یہ خود بھی جا گرا اور مر گیا۔ آپؐ نے فرمایا، اس شخص کو ذرا بلاکر لانا۔ فوراً عمار بن یاسرؓ اور حذیفہؓ اس کو بلانے کے لیے لپکے، اس کو بٹھایا تو وہ مر چکا تھا۔ انہوں نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہؐ اس کا تو انتقال ہو گیا۔
راوی کہتا ہے کہ آنحضرتؐ اس شخص کی بجائے کسی اور سمت دیکھنے لگے۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم نے دیکھا کہ میں اس شخص کی بجائے دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ میں نے دیکھا تھا کہ دو فرشتے اس کے منہ میں جنت کے میوے ڈال رہے ہے

ہیں۔ یہ دیکھ کر میں سمجھا کہ ضرور یہ شخص بھوکا مرا ہو گا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا، خدا کی قسم یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"جو لوگ ایمان لا چکے پھر انہوں نے اپنے ایمان میں معصیت کا ذرا بھی داغ لگنے نہیں دیا۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔"

پھر فرمایا، اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو —— ہم اسے اٹھا کر پانی کے پاس لائے غسل دیا۔ خوشبو لگائی، کفن پہنایا اور قبر میں دفن کے لیے اٹھا کر لے چلے۔

راوی کہتا ہے آپؐ تشریف لائے اور قبر کے ایک کنارہ پر بیٹھ گئے اور فرمایا، لحلی بنانا صندوق نہ بنانا کیونکہ ہمارے لیے لحلی ہی مناسب ہے صندوق دوسروں کے لیے ہے۔ (ترجمان السنۃ بحوالہ طبرانی و ابن ابی حاتم)

وفد جُعَالؓ بن سراقہ

ان کے نام و نسب دونوں میں اختلاف ہے بعض ان کا نام جعیل بتلاتے ہیں نسب کے اعتبار سے بعض انہیں غفاری بتاتے ہیں بعض ثعلبی بعض حمیری اور بعض ضمری۔

دعوت توحید کے ابتدائی زمانے میں مکہ آئے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اہل سیر نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ غزوۂ اُحد، غزوۂ بنی قریظہ اور غزوۂ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ ۵ھ ہجری میں حضورؐ غزوۂ بنی مصطلق کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ پر حضرت جعالؓ کو حاکم بنا گئے۔ سالِ وفات کسی کتاب میں درج نہیں ہے۔

(طبقات ابن سعد، اُسد الغابہ، الاستیعاب)

وفدِ اعرابی

ربعی بن حراش، قبیلہ بنی عامر کے کسی آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے آپؐ کی خدمت میں حاضری کے لیے اجازت طلب کی (مگر جو لفظ اس کے لیے اسلام نے مقرر فرمائے تھے وہ استعمال نہ کیے اور کہا) کیا میں اندر گھس آؤں ؟ آپؐ نے اپنی باندی سے کہا اس شخص کو اجازت حاصل کرنے کا سلیقہ نہیں آتا۔ جا اور اسے بتا کہ پہلے السلام علیکم کہنا چاہیے۔ اس کے بعد یوں کہنا چاہیے کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ آپؐ کی یہ بات میں نے بھی سن لی تو اسی کے مطابق میں نے عرض کیا السلام علیکم۔ کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو اجازت مل گئی، یا یہ کہ میں اندر چلا آیا۔ (راوی کو شک ہے) اور پوچھا آپ ہمارے پاس کیا دین لے کر آئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا جو لایا ہوں سب بہتر ہی بہتر — یہ لے کر آیا ہوں کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں۔ (شعبہؒ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ مجھے خیال ہے کہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے الفاظ آپؐ نے فرمائے تھے) اور یہ کہ لات و عزیٰ بتوں کو یک لخت ترک کر دو اور شب و روز میں پانچ نمازیں ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ کے روزے رکھو۔ بیت اللہ کا حج کرو اور اپنے مالداروں سے روپیہ لے کر اپنے غریبوں میں تقسیم کرو۔ اس نے پوچھا، اچھا کوئی علم ایسا باقی ہے جو آپؐ نہ جانتے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، ابھی تو بہت عمدہ عمدہ سی باتیں باقی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتائی ہیں۔ ہاں علم کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا (اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہی بارش بھیجتا ہے۔ وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے رحم میں کیا ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ کل اسے کیا کرنا ہے اور نہ یہ جانتا ہے کہ وہ کس ملک اور کس بستی میں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا خبردار ہے۔)

(ترجمان السنہ بحوالہ ہیثمی و ابوداؤد و مسند احمد)

وفدِ اعرابی

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جو اہل نجد میں سے تھا اور اس کے سر کے بال پراگندہ تھے، کچھ کہتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا۔ ہم اس کی بھنبھناہٹ (گونج) تو سنتے تھے مگر اس کی بات کو سمجھ نہیں رہے تھے، یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آگیا اور آپؐ سے اسلام کے بارے میں سوال کیا (یعنی اس نے عرض کیا کہ مجھے اسلام کے بارے میں وہ ضروری احکام بتلایئے جن پر عمل کرنا بحیثیت مسلمان کے میرے لیے اور ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دن رات میں پانچ نمازیں ہیں (جو فرض کی گئی ہیں)۔ اُس نے کہا، کیا ان کے علاوہ اور کوئی نماز بھی میرے لیے لازم ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا، نہیں مگر تم اپنے دل کی خوشی سے، ان کے علاوہ نماز نمازیں بھی پڑھ سکتے ہو (یعنی نوافل تہجد وغیرہ)

پھر آپؐ نے فرمایا، اور سال میں رمضان کے پورے مہینے کے روزے فرض کیے گئے ہیں۔

اس نے عرض کیا، کیا ان کے علاوہ کوئی اور روزہ بھی میرے لیے لازم ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا، نہیں، مگر تم اپنے دل کی خوشی سے اور (نفلی) روزے رکھ سکتے ہو۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فریضۂ زکوٰۃ کا بھی ذکر فرمایا، اس پر بھی اس نے یہی کہا کہ کیا اس (فرض) زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور صدقہ دینا بھی میرے لیے لازم ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا، نہیں مگر تم اپنی رضا و رغبت سے اس کے علاوہ بھی

صدقات دے سکتے ہو۔

اس کے بعد وہ اعرابی واپس چلا گیا اور وہ کہتا جا رہا تھا کہ (مجھے جو کچھ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بتایا ہے) میں اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (اس کی بات سن کر) فرمایا، اگر یہ سچا ہے تو اس نے فلاح پالی۔ (صحیحین)

وفدِ اعرابی

حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک سفر میں تھے کہ ایک اعرابی آپ کے سامنے آکھڑا ہوا اس نے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور کہا:

"یا رسول اللہ! (یا آپ کا نام لے کر کہا کہ اے محمد!) مجھے وہ بات بتایئے جو مجھے جنت سے قریب کر دے اور (دوزخ کی) آگ سے دور کر دے"۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رک گئے (یعنی آپ نے اعرابی کی بات کا جواب دینے کے لیے اپنی سواری کو روک لیا) پھر آپ نے اپنے صحابہؓ کی طرف دیکھا اور (ان کو متوجہ کرتے ہوئے) فرمایا، اس کو اچھی توفیق ملی (یا فرمایا کہ اس کو خوب ہدایت ملی) پھر آپؐ نے اس اعرابی سے فرمایا، ہاں ذرا پھر کہنا کہ تم نے کس طرح کہا۔

اس نے اپنا سوال دہرایا۔ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

• اللہ کی عبادت کرتے رہو اور کسی شے کو (کسی طرح بھی) اس کے ساتھ شریک نہ کرو اور نماز قائم کرتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو (یعنی اپنے اہلِ قرابت کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے حقوق ادا کرو) یہ بات فرما کر آپؐ نے اس اعرابی سے فرمایا، اب میری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو۔ (صحیح مسلم)

پہلا وفدِ حبشہ

ابنِ ہشامؒ اور بیہقیؒ نے امام محمد بن اسحاقؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ہجرتِ حبشہ (۵ھ اور ۶ھ بعدِ بعثت) کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کی خبریں حبش کے ملک میں پھیلیں تو وہاں سے تقریباً بیس عیسائیوں کا ایک وفد تحقیقِ حال کے لیے مکہ آیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر آپؐ سے کچھ سوالات کیے۔ آپؐ نے ان سوالوں کا جواب دیا۔ پھر آپؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآنِ پاک کی چند آیات ان کے سامنے پڑھیں۔ یہ آیات سن کر وہ اشک بار ہوگئے اور بے اختیار پکار اٹھے کہ بلاشبہ یہ اللہ کا کلام ہے، اس کے ساتھ ہی وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ اس موقع پر مشرکین قریش کا ایک گروہ بھی قریب کھڑا تھا جب یہ لوگ مجلسِ نبوی سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ کی طرف جانے لگے تو ابوجہل اور اس کے چند ساتھی بھی ان کے پیچھے ہولیے اور کچھ دور جاکر ان کو ملامت کرنے لگے کہ تم بڑے نامراد لوگ ہو، تم تو اپنے ہم مذہب لوگوں کی طرف سے اس مقصد کے لیے آئے تھے کہ اس شخص کے حالات کی تحقیق کرو اور پھر واپس جاکر انہیں صحیح صحیح خبر دو مگر تم نے اس سے پہلی ہی ملاقات میں اپنا دین چھوڑ دیا اور اس کے دین میں داخل ہوگئے بھلا تم سے بڑھ کر بھی کوئی احمق ہوسکتا ہے؟

انہوں نے جواب دیا:

"سلام ہے بھائیو تم کو، ہم تم سے کسی بحث میں نہیں الجھنا چاہتے۔ تم اپنے راستے پر چلتے رہو اور ہمیں ہمارے راستے پر چلنے دو۔ ہم جان بوجھ کر بھلائی سے کیوں محروم رہیں۔"

قرآنِ حکیم میں اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے:

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ○ (القصص آیۃ ۵۵)

(ترجمہ) "اور جب انہوں نے بیہودہ بات سنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ تم کو سلام ہے۔ ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار کرنا نہیں چاہتے۔"

(سیرۃ النبویہ۔ البدایہ والنہایہ۔ تفہیم القرآن جلد سوم)

دوسرا وفدِ حبشہ

حبشہ کے جن عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا ان میں سے بہتر آدمیوں کے ایک اور وفد نے سنہ ۷ ہجری کے آخر میں مدینہ منورہ کا عزم کیا۔ ان اصحاب کا مقصد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کرنا تھا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ حبشہ سے مدینہ آ رہے تھے۔ اہلِ حبشہ اسی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ حضرت جعفرؓ اور حبشہ سے ان کے ساتھ آنے والے مسلمانوں نے تو خیبر جا کر بارگاہِ رسالت میں شرفِ باریابی حاصل کیا لیکن اہلِ حبشہ کا وفد مدینہ منورہ ہی میں رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس تشریف لائے تو اہلِ حبشہ آپؐ کی زیارت سے شاد کام ہوئے۔ اس وفد میں جو اصحاب شامل تھے ان سے کچھ کے اسماء گرامی یہ ہیں:-

حضرت ابرہہؓ۔ حضرت ادریسؓ، حضرت اشرف حبشیؓ۔ حضرت بحیر الحبشیؓ۔ حضرت تمامؓ۔ حضرت تمیم الحبشیؓ۔ حضرت دوید الراہبؓ۔ حضرت ذو دجنؓ۔ حضرت ذو مخمرؓ (شاہِ حبشہ کے بھتیجے تھے اور اپنے چچا ہی کے ایماء پر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تھے) حضرت ذو مناحبؓ۔ حضرت ذو مہدمؓ۔ حضرت عامر الشامیؓ۔ حضرت نافعؓ۔

ان میں سے بعض اصحاب نے مدینہ منورہ ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وفد کے اہل کتاب صحابہ کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں :

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِہٖ ھُمْ بِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ○ وَ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِہٖٓ اِنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِہٖ مُسْلِمِیْنَ ○ اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا ۔ (سورۃ القصص آیات ۵۲ تا ۵۴)

(ترجمہ) "جن لوگوں کو اس سے پہلے ہم نے کتاب دی تھی وہ اب (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور جب یہ ان کو سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ واقعی حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم تو پہلے ہی سے مسلم ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے صبر (ثابت قدمی) کے بدلے میں دوہرا اجر دیا جائے گا۔"

بقول مفسرین سورۃ المائدہ کی یہ آیتیں بھی ان اصحاب کے بارے میں نازل ہوئیں :

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُھْبَانًا وَّاَنَّھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ○ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ○

(المائدہ آیۃ ۸۲-۸۳)

(ترجمہ) "ایمان لانے والوں میں آپ دوستی میں قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس وجہ سے کہ ان میں عبادت گزار عالم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور ان میں غرور نفس نہیں ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں وہ بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار ہم ایمان لائے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔"

(الاصابہ ۔ اُسد الغابہ ۔ اہل کتاب صحابہ و تابعین)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (سورہ الحجرات، آیۃ ۱۳)

ترجمہ

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو (اور) اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور سب سے خبردار ہے۔

تعارفِ قبائل و شخصیات

تعارفِ قبائل و شخصیّات

پچھلے صفحات میں جن قبائل اور شخصیات کا ذکر آیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان کا تعارف کرا دیا جائے۔ بیشتر قبائل اور شخصیات کے تعارف میں اختصار سے کام لیا گیا ہے، صرف چند قبائل ایسے ہیں جن کے بارے میں تفصیل ضروری سمجھی گئی ہے۔

علمائے انساب اور مؤرخینِ اسلام نے اہلِ عرب کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔ اوّل عرب بائدہ دوم عرب عاربہ سوم عرب مستعربہ۔

○ عرب بائدہ

عرب کے وہ قبائل تھے جنہوں نے طوفانِ نوحؑ کے بعد عرب پر حکومت کی یہ سب عذابِ الٰہی یا گردشِ زمانہ کی لپیٹ میں آ کر ناپید ہو گئے۔ یہ قبائل سام بن نوحؑ کے بیٹے اِرَم کی اولاد سے تھے اس لیے ان کو بنی اِرَم بھی کہا جاتا ہے۔ عاد، ثمود، جدیس، طسم، جرہم اولیٰ وغیرہ سب عرب بائدہ ہی تھے۔ ان کا زمانہ اس قدر قدیم ہے کہ تاریخوں میں ان کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ البتہ عرب کے اشعار میں جا بجا ان کا ذکر آ جاتا ہے یا قرآنِ پاک اور اس سے پہلے کی الہامی کتابوں میں ان کے تھوڑے بہت حالات مل جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر قبائل اپنے کفر و شرک، سرکشی، بدکرداری اور ناشکری کی وجہ سے غضبِ الٰہی کا شکار ہوئے۔

○ عرب عاربہ

وہ قحطانی قبائل ہیں جنہوں نے عرب بائدہ کے بعد عرب پر حکومت کی۔ سَبا، کہلان، حِمیَر وغیرہ انہی میں داخل ہیں۔

یہ قبائل یمن اور اس کے قرب و جوار میں آباد ہوئے۔ مشہور بند سدِّ مارب کے ٹوٹنے کے بعد ان میں سے بعض قبائل یمن سے نکل کر جزیرۃ العرب کے دوسرے

حصوں میں بھی آباد ہو گئے۔

سام بن نوحؑ کے دوسرے بیٹے اُرفخشذ تھے۔ ان کی نسل سے قحطان ہوئے۔ قحطان کے بیٹے یعرب، یعرب کے بیٹے یشجب اور یشجب کے بیٹے سبا تھے۔ یہی سبا قحطانی قبائل کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ حِمیر اور کہلان سبا ہی کے بیٹے تھے۔ پھر بنو حِمیر اور بنو کہلان سے بہت سے بطون نکلے۔ یہ سب قحطانی قبائل (عرب عاربہ) کہلاتے ہیں۔

○ عرب مستعربہ

اُرفخشذ کی نسل سے ایک شاخ تو قحطان کی ہوئی (جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) دوسری شاخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کی شاخ میں ان کے بیٹے اسحاقؑ، مدین اور حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔ حضرت اسحاقؑ کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے ان کا دوسرا نام اسرائیل تھا، ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ مدین اور ان کی اولاد شمالی حجاز میں خلیج عقبہ کے پاس مقیم ہوئے۔ اسی قوم میں حضرت شعیبؑ مبعوث ہوئے۔ اس قوم پر شرک اور لین دین میں بددیانتی کی وجہ سے عذابِ الٰہی آیا اور وہ تباہ ہو گئی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں انباط، قیدار اور متعدد نسلیں تھیں۔ قیدار کی اولاد میں مشہور اور قابلِ ذکر نسلوں کے مورث عدنان ہیں —— انہی نسلوں یا قبائل کو عرب مستعربہ کہا جاتا ہے، ان نسلوں کے سوا دوسری مستعربہ نسلوں کے حالات تاریخ میں محفوظ نہیں رہ گئے یا ان کو کوئی اہمیت کثرت اور عروج حاصل نہ ہو سکا۔ عدنانی قبیلے حجاز نجد اور شمالی عرب کے علاقوں میں آباد ہوئے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو وفود حاضر ہوئے ان کا تعلق عرب عاربہ اور عرب مستعربہ دونوں سے تھا۔ یہ تمام قبائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت صراطِ مستقیم سے بھٹک کر شرک اور بُت پرستی میں مبتلا ہو چکے تھے بعض نے یہودیت اور نصرانیت اختیار کر لی تھی اور کچھ دینِ حنیفی کے پیرو بھی تھے مگر ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھی۔

حضرت عمروؓ بن عَبَسَہ

ان کا تعلق بنو سُلیم سے تھا۔ ان سے ۴۸ احادیث مروی ہیں۔

بنو دَوس

بنو دَوس، قبیلہ اَزْد کی ایک شاخ تھے: ان کے مساکن تہامہ یمن کے نزدیک "جبال السَراۃ" میں تھے۔ (ایک روایت کے مطابق متعدد قحطانی اور عدنانی قبائل کو بنو دَوس کہا جاتا ہے)

بنو اَزدِ شَنُوأۃ

یہ بھی قبیلہ اَزْد کی ایک شاخ تھے۔ یہ لوگ "جبال السَراۃ" کی وادیوں تربہ اور بیشہ میں آباد تھے۔

بنو غِفار

یہ کنانی عدنانی قبیلہ تھا اور کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن عدنان کی اولاد سے تھا۔ یہ لوگ بنو بکر بن عبد مناۃ کی ایک شاخ تھے اور مدینہ منوّرہ سے اسّی میل دور بَدر کے نواح میں مکّہ سے شام جانے والے کاروانی راستے کے قریب آباد تھے۔ ان کا پیشہ رہزنی تھا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

حضرت ابوذر جندبؓ بن جُنادہ بن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حرام بن غفار بن ملیل بن حمزہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن مَعَد بن عدنان۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا شمار بڑے عظیم المرتبت صحابہؓ میں ہوتا ہے اور وہ "خلیلِ رسول" کے لقب سے مشہور ہیں۔ ۳۱ھ ہجری میں بعہدِ خلافت حضرت عثمان ذوالنورینؓ وفات پائی۔

اوس وخزرج (انصار)

جمہور ارباب سیر اور مؤرخین نے اوس وخزرج کو قحطانی النسل یعنی عرب عاربہ لکھا ہے اور ان کے جد اعلیٰ کا نام کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان بتایا ہے۔ مشہور قبیلہ ازد، کہلان بن سبا ہی کی نسل سے تھا اور ازد کی شاخ میں اوس و خزرج کے قبیلے بھی تھے جو مسلمان ہو کر انصار کہلائے۔ یہ مدینہ منورہ میں آباد تھے۔

(جزیرۃ العرب از مولانا محمد رابع ندوی)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب "نبی رحمت" میں لکھا ہے:۔

"اوس وخزرج (مدینہ کے عرب باشندوں) کا سلسلۂ نسب یمن کے قبیلہ ازد سے ملتا ہے۔ جہاں سے یثرب کی طرف ہجرت کی لہریں مختلف وقفوں سے اٹھتی رہیں جس کے کئی اسباب تھے۔ ان میں یمن کی غیر یقینی صورت حال، حبش کا حملہ، سد مارب کے انہدام و شکستگی کے بعد آب پاشی کی دقت وغیرہ بھی ہیں۔ اس طرح اوس وخزرج مدینہ میں یہود کے بعد آئے۔ اوس کے قبائل مدینہ کے جنوب مشرق میں آباد ہوئے جو عوالی کا علاقہ کہلاتا ہے۔ خزرج کے قبائل وسطی اور شمالی علاقے میں آباد ہوئے جو مدینہ کا نشیبی حصہ ہے۔"

(نبی رحمت حصہ اول ص ۱۶۹)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے "سیرت سرور عالم" جلد دوم میں اوس و خزرج کی ابتدائی تاریخ "بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"۴۵۰ یا ۴۵۱ عیسوی میں سد مارب کے پھٹنے سے جو سیلاب عظیم یمن میں برپا ہوا تھا اس کی وجہ سے قوم سبا کا ایک شخص عمرو بن عامر اپنے بال بچوں کو لے کر شمال کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ اس کے ایک

بیٹے جفنہ کی اولاد شام کے علاقے میں آباد ہوئی اور غسان کے نام سے اس نے شہرت پائی۔ دوسرے بیٹے حارثہ نے حجاز کے پہاڑوں اور بحر احمر کے ساحل کے درمیان اس طویل میدانی علاقہ میں سکونت اختیار کی جو تہامہ کہلاتا ہے۔ اس کی اولاد خزاعہ کے نام سے مشہور ہے۔ تیسرے بیٹے ثعلبہ کی اولاد میں ایک شخص حارثہ تھا جس کے دو بیٹے ایک ہی بیوی قیلہ کے بطن سے تھے، ایک کا نام اوس تھا اور دوسرے کا خزرج۔ ان کی اولاد یثرب (مدینہ) میں جاکر آباد ہوئی جہاں پہلے سے یہودی قبضہ جمائے ہوئے تھے۔"

جمہور مؤرخین کی رائے کے برعکس بعض اہلِ علم کے خیال میں اوس و خزرج قحطانی نہیں بلکہ اسمٰعیلی یعنی عرب مستعربہ تھے اور نابت بن سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے "ارض القرآن (جلد دوم)" میں اور مولانا سعید انصاری مرحوم نے "سیر انصار" میں اوس و خزرج کو اسمٰعیلی (آلِ اسمٰعیل علیہ السلام) ثابت کیا ہے اور اپنے موقف کے حق میں بہت سے دلائل دیئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ نابت (نابط) بن اسمٰعیلؑ کی وفات کے بعد ان کی اولاد عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گئی۔ آلِ اسمٰعیلؑ کی متعدد شاخوں میں ایک شاخ اَزد یا اَسد کے نام سے مشہور ہوئی۔ قبیلہ اَزد کسی نامعلوم زمانے میں یمن جاکر آباد ہو گیا تھا۔ یمن میں جب وہ مشہور سیلاب آیا جسے "سیل عرم" کا نام دیا گیا ہے اس سے کچھ عرصہ پہلے یا کچھ عرصہ بعد قبیلہ اَزد اور اس کے بہت سے بطون یمن سے نکل کر شام، عراق، نجد، یمامہ، عمان، بحرین اور عرب کے دوسرے مختلف مقامات پر آباد ہو گئے۔ اس وقت قبیلہ اَزد کا سردار عمرو بن عامر تھا (جو مزیقیاء) کے لقب سے مشہور ہے۔ اسی مزیقیاء کے پڑپوتے دو بھائی اوس و خزرج تھے انصار کے تمام خاندان انہی اوس و خزرج پر جاکر مل جاتے ہیں۔ ان بھائیوں ہی کی اولاد بنو اوس اور بنو خزرج کے نام سے مشہور ہوئی۔ (بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ

اوس و خزرج کا ایک تیسرا بھائی عدی بھی تھا لیکن اس کی اولاد اوس و خزرج میں ضم ہوگئی) بنو اوس و خزرج نے پہلے ثعلبہ (یا ثعلبیہ) سے ذی قار تک کے علاقے میں قیام کیا جب ان کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تو وہ اس علاقے کی سکونت ترک کر کے یثرب میں آکر آباد ہوگئے۔

اوس و خزرج کے قحطانی النسل یا عدنانی النسل ہونے کے اختلاف سے قطع نظر ان کے ورودِ مدینہ کے بعد جو حالات پیش آئے ان پر تقریباً سارے مؤرخین کا اتفاق ہے۔

جس زمانے میں اوس و خزرج یثرب میں وارد ہوئے[1] یہ شہر ارضِ حجاز میں یہودیوں کا ایک اہم مرکز تھا۔ شروع شروع میں اوس و خزرج نے نہایت عسرت کے ساتھ محکومانہ زندگی بسر کی اور یہودیوں کو خراج دیتے رہے۔ غرض ایک مدت تک یہی حالت رہی لیکن رفتہ رفتہ اوس و خزرج کی اولاد اور مال و دولت میں ترقی ہونے لگی اور ان میں آزادی اور خودداری کے جذبات ابھرنے لگے۔ دوسری طرف یہودی بھی چوکنے ہوگئے اور دونوں قوموں میں ایک دوسرے کے متعلق بداعتمادی پیدا ہوگئی۔

یہود کے ایک ظالم اور بدکار سردار فطیون نے تو اوس و خزرج پر اس قدر مظالم ڈھائے اور ان کی غیرت کو اس طرح للکارا کہ وہ اپنے ہم نسب غسانیوں سے مدد مانگنے پر مجبور ہوگئے۔ غسانی بادشاہ ابوجبیلہ ایک جرار لشکر کے ساتھ یثرب پہنچا اور یہودیوں کو بزورِ شمشیر شہر سے نکال کر اوس و خزرج کو اس پر قبضہ دلوا دیا۔[2]

---

[1] مشہور مستشرق سیڈیو کی تحقیق ہے کہ اوس و خزرج نے سنہ ۳۰۰ عیسوی میں یثرب کو اپنا وطن بنایا۔

[2] ایک روایت کے مطابق یثرب پر اوس و خزرج کا تسلط سنہ ۴۹۲ عیسوی میں قائم ہوا۔
(”تاریخ العرب العالم“ ترجمہ عربی عادل زعیتر ص ۵)

یثرب میں برسراقتدار آنے کے بعد اوس و خزرج کثیر مال و جائداد کے مالک ہوئے اور انہوں نے بڑی کثرت سے قلعے بنائے۔ ان کی مختلف شاخوں نے یثرب میں اپنے محلے آباد کر لیے اور ہر شاخ نے متعدد قلعے تعمیر کیے۔ اللہ نے ان کی اولاد میں بڑی برکت دی اور ان کی تمام شاخیں عرصہ تک باہم متحد رہیں۔ اسی متحدہ طاقت کے بل بوتے پر وہ سالہا سال تک نہایت دم خم سے زندگی بسر کرتے رہے۔ اس کے بعد بد دیانہ فطرت کے مطابق ان کے درمیان خانہ جنگیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا جو ایک سو بیس برس تک جاری رہا۔ اس کی ابتدا جنگ سمیر سے ہوئی اور اختتام جنگِ بعاث پر ہوا جو ہجرتِ نبوی سے صرف پانچ سال پہلے واقع ہوئی۔ خانہ جنگیوں کے اس دور کو "ایّام الانصار" کہا جاتا ہے۔ ان باہمی لڑائیوں نے اوس و خزرج کو اس قدر ضعیف و درماندہ کر دیا کہ ان میں کسی اور جنگ کی سکت نہ رہی۔ تھک ہار کر وہ قبیلہ عوف بن خزرج کے رئیس عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول کو متفقاً اپنا بادشاہ بنانے پر آمادہ ہو گئے اور اس کے لیے تاج بھی تیار کر لیا۔ —— اسی اثنا میں کوہِ فاران سے اسلام کے خورشید جہاں تاب کا طلوع ہوا جس کی ضیاء پاشیوں سے سرزمینِ یثرب بھی جگمگا اٹھی۔ اوس و خزرج نے اسلام کے دامنِ رحمت کو تھام لیا اور "انصار" کے نام سے متحد ہو کر تاریخ کے دھارے کا رُخ موڑ دیا۔

تہذیب و تمدن کے معاملے میں اوس و خزرج قبل از اسلام عرب کے اکثر دوسرے قبائل سے ممتاز تھے۔ وہ بالعموم جمہوری اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی قیادت ایک سردار اور ایک سپہ سالار کے سپرد ہوتی تھی جنہیں وہ باہم مشورے اور اتفاق سے منتخب کرتے تھے۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا کہ ان دونوں عہدوں کی ذمہ داریاں ایک ہی شخص کو تفویض کر دی جاتیں۔ جب تک اوس و خزرج میں باہم اتحاد رہا ان کا سردار بالعموم قبیلہ خزرج سے منتخب کیا جاتا تھا مگر جب ان میں تشتت و افتراق کا دور دورہ

ہوا تو دونوں قبیلے اپنا سردار الگ الگ منتخب کرنے لگے۔ سپہ سالاری کے عہدے کا بھی یہی حشر ہوا۔ پھر ان بڑے قبائل کے اندر بھی تفرق پیدا ہو گئی اور ان کی مختلف شاخوں نے اپنے الگ الگ رئیس چن لیے۔ اوس و خزرج نے باہمی تنازعات کے باوجود یثرب کو ایک چھوٹی سی ریاست کی حیثیت دے رکھی تھی۔ انہوں نے بکثرت قلعے تعمیر کر رکھے تھے اور اپنے اپنے محلوں کے گرد چار دیواریاں بنا رکھی تھیں۔ شہر کی آبادی نہایت گنجان تھی۔ اپنی گنجان آبادی، قلعوں اور فصیلوں کی وجہ سے وہ ایک مضبوط قلعہ بن گیا تھا۔

اوس و خزرج کی معاش کا انحصار زراعت پر تھا۔ وہ زمینیں کاشت کرتے تھے اور باغات لگاتے تھے۔ یثرب کی زمین زرخیز تھی اس لیے معاشی اعتبار سے وہ عام طور پر خوشحال تھے۔ بعض لوگوں نے تجارت کو بھی ذریعہ معاش بنایا تھا لیکن تجارت کا میدان عام طور پر یہودیوں کے ہاتھ میں تھا۔

اوس و خزرج میں صنعت و حرفت کا رواج شاذ و نادر تھا البتہ بعض لوگوں نے آہن گری، بافندگی، نجاری، حجام اور قصاب وغیرہ کے پیشوں کو اختیار کر رکھا تھا۔ لڑائیوں میں استعمال ہونے والے ہتھیار وہ خود بناتے تھے یا یہود سے خریدتے تھے جو اسلحہ سازی کے ماہر تھے۔

ان میں تعلیم کا رواج بہت کم تھا اور وہ عام طور پر جاہل تھے البتہ کچھ لوگ عربی میں لکھ پڑھ لیتے تھے اور کچھ عبرانی بھی جانتے تھے۔ اسلام سے قبل اوس و خزرج کی مذہبی حالت عام اہل عرب سے چنداں مختلف نہ تھی۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ

"وہ اوس و خزرج مشرک تھے۔ بتوں کے پرستار تھے۔ جنت دوزخ، بعث نشر قیامت اور حلال و حرام سے ناواقف تھے۔"

(السیرۃ النبویہ)

اوس و خزرج کے بعض لوگوں نے یہودیت کے دامن میں پناہ لی تھی۔ ان سے وہ اس لیے متاثر ہوئے کہ وہ تعلیم یافتہ اور منظم لوگ تھے اور انہوں نے یثرب میں کئی علمی مدارس قائم کر رکھے تھے جہاں توریت کی تعلیم دی جاتی تھی اوس و خزرج

میں کسی کی اولاد زندہ نہ بچتی تو وہ مَنّت مانتا تھا کہ اگر بچّہ زندہ رہا تو اس کو یہودی بنا دوں گا۔ یہودیوں کے ساتھ میل جول کے باعث ان کے کانوں میں نبوّت، وحی، کتاب، شریعت اور نبیٔ آخر الزمان کے الفاظ اکثر پڑتے رہتے تھے اور ان میں یہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ جب نبیٔ آخر الزمان (وہ نبی) آئیں تو وہ آگے بڑھ کر ان کی پیروی اختیار کریں تاکہ یہودی ان پر سبقت نہ لے جائیں۔

اوس و خزرج اپنے مُردوں کو دفناتے تھے اور شہر کے مختلف حصوں میں انہوں نے کئی قبرستان بنا رکھے تھے۔ وہ حج بیت اللہ اور قربانی کے قائل تھے اور ہر سال ان کی ایک بڑی تعداد حج کے لیے مکّہ جاتی۔ حج کے ایام میں ہتھیار نہیں اٹھاتے تھے اور اشہرِ حُرُم کی دل سے عزت کرتے تھے۔ ان کی اخلاقی حالت عرب کے دوسرے قبائل کی نسبت قدرے بہتر تھی، فواحش کو برا جانتے تھے اور اخلاقی جرائم کا کسی نہ کسی صورت میں محاسبہ کرتے تھے۔

ان کا مخصوص بُت مناۃ تھا مگر اس کے علاوہ لات، عُزّیٰ، ود وغیرہ کی بھی پوجا کرتے تھے۔ انہوں نے یثرب میں اپنی بہت سی عبادت گاہیں بنا رکھی تھیں ان میں بہت سے بُت موجود رہتے تھے۔ ان عبادت گاہوں کی نگرانی اور انتظام ہر قبیلے کا کوئی ممتاز اور مذہبی شخص کرتا تھا۔

مہمات امور میں مشورہ کے لیے اوس و خزرج نے ایک بڑی حویلی تعمیر کی تھی جو "سقیفہ بنی ساعدہ" کے نام سے مشہور تھی۔ یہ حویلی حضرت سعدؓ بن عبادہ رئیسِ خزرج کے مکان سے متصل تھی اور انہی کی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ اس حویلی کی حیثیت دارالشوریٰ کی تھی۔ یثرب میں سِکّہ کا چلن بہت کم تھا لین دین اور کاروبار بالعموم اشیاء کے باہمی تبادلے کے ذریعے ہوتا تھا۔ یثرب کے قُرب و جوار میں بہت سے چشمے اور نہریں بہتی تھیں اوس و خزرج نے آمد و رفت میں سہولت کے لیے ان پر جابجا پُل بنا رکھے تھے۔

(سیرۃ ابنِ ہشام، طبقات ابنِ سعد، خلاصۃ الوفا، تاریخ مدینہ، سیر انصار وغیرہ)

اشعریین

اشعر کہلان بن سبا کی نسل سے مشہور قحطانی قبیلہ تھا۔ بنو الاشعر تہامہ یمن کے مغرب میں آباد تھے اور ان کی بستیاں زبید تک پھیلی ہوئی تھیں۔

بنو ارحب

بنی ارحب، قبیلہ ہمدان کا ایک بطن تھے اور یمن کے مشرقی علاقے میں آباد تھے۔

بنو مزینہ

یہ عدنانی قبیلہ تھا اور طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی اولاد سے تھا۔ ان لوگوں کی سکونت بئر معونہ کے جنوب میں تھی۔

بنی غطفان

بہت بڑا عدنانی قبیلہ تھا اور قیس عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی اولاد سے تھا۔ بنی غطفان کی بہت سی شاخیں تھیں۔ یہ لوگ مدینہ منورہ کے مشرق میں آباد تھے۔ اور ان کی مختلف شاخوں کی بستیاں شرقاً غرباً اور شمالاً جنوباً وسیع علاقے میں پھیلی ہوئی تھیں۔

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بن مسعود اشجعی

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بن مسعود غزوۂ احزاب کے موقع پر دشمنان حق میں پھوٹ ڈالنے کا کارنامہ سر انجام دے کر وطن واپس گئے۔ پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے اور عہد رسالت کے دوسرے غزوات میں بھی شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے لیے

بنو اشجع کو آمادہ کرنے کے لیے گئے اور غزوۂ تبوک کے لیے بھی اپنے قبیلے کو ابھار کر لائے۔

ان کی وفات کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ جنگ جمل میں شہید ہوئے، دوسری یہ کہ اسی زمانے میں (بعہدِ خلافت حضرت علیؓ) وفات پائی۔
(طبقات ابنِ سعد۔ الاستیعاب۔ الاصابہ)

بنو اشجع

یہ قبیلہ بنو غطفان کا عظیم بطن تھا۔ یہ لوگ نجد میں وادی القریٰ اور جبالِ طے کے قریب آباد تھے۔

بنو باہلہ

باہلہ، قیس عیلان (عدنانیہ) کا ایک عظیم بطن تھا۔ یہ لوگ یمامہ (نجد) میں رہتے تھے۔

بنو سُلیم

قبیلہ سُلیم، بنو حصفہ بن قیس عیلان کا ایک عظیم بطن تھا جن کی متعدد شاخیں تھیں جو عرب کے بہت سے علاقوں میں آباد تھیں۔ یہ لوگ وادی القریٰ اور تیما تک پھیلے ہوئے تھے۔

ایک روایت کے مطابق بنو سُلیم کی کچھ شاخیں نجد کے بالائی حصے میں، کچھ خیبر کے اطراف میں اور کچھ عمان کے مشرق میں آباد تھیں۔

بنو خُشین

بنو خُشین کا نام دو قبیلوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ ایک کا تعلق بنو قضاعہ سے

تھا، اور دوسرے کا بنو طے سے ـــــ یہ معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کس کا وفد حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بنو قضاعہ مدینہ مُنَوَّرہ کے شمال مغرب (تبوک کے جنوب مشرق) میں آباد تھے۔

بنو جُذام

یہ ایک قحطانی قبیلہ تھا جو زید بن کہلان کی نسل سے تھا۔ یہ لوگ جبالِ حسمیٰ میں رہتے تھے اور ان کی منازل مدین سے تبوک اور شام تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ظہورِ اسلام کے وقت وہ رومیوں کے حلیف تھے۔

بنی ہُجَیم (بلہُجَیم)

بنی ہُجَیم یا بلہجیم مشہور عدنانی قبیلے بنو تمیم کا ایک بطن تھے۔ یہ لوگ اضلاعِ نجد میں آباد تھے۔

بنی قیس

یہ عدنانی النسل قبیلہ تھا اور بنو ثعلبہ کا ایک بطن تھا۔ یہ لوگ اضلاعِ نجد میں آباد تھے۔

قُریش

یہ عظیم قبیلہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اسی کی ایک شاخ بنو ہاشم میں محسنِ انسانیت رحمتِ دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔ یہ قبیلہ بالاتفاق عدنانی اسمٰعیلی ہے۔ باختلافِ روایت قریش، کِنانہ کے بیٹے النَّضر یا ان کے پڑپوتے فہر بن مالک بن النَّضر بن کنانہ کا لقب تھا۔ محققین نے دوسری روایت کو ترجیح دی ہے۔ ان کے نزدیک جو لوگ فہر کی اولاد ہیں وہ قریش ہیں شامل

ہیں اور جو اس کی اولاد نہیں ہیں وہ قریش میں سے نہیں ہیں۔

کعب بن لؤی (بن غالب بن فہر) کی اولاد قریش کی وہ شاخ ہے جو حدودِ مکہ کے اندر آباد ہوئے اور وہ قریش البطاح یعنی اندرونی علاقے (بطحاء مکہ) کے رہنے والے کہلائے۔ کعب سے اوپر فہر کی اولاد کے خاندان، بنی عامر بن لؤی، بنی محارب، بنی الحارث، بنی تیم الأدرم وغیرہ کا قیام مکہ کے بیرونی منطقہ میں مضافاتی اور اس کے قریبی علاقوں میں ہوا اور وہ سب قریش الظواہر (یعنی بیرونی علاقہ کے رہنے والے) کہلائے۔

کعب بن لؤی کے پڑپوتے قصیّ (بن کلاب بن مرّہ بن کعب) نے مکہ کی سیادت کو کنانہ سے قریش میں منتقل کیا اور مکہ میں ایک شہری ریاست کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے حرم کعبہ کے آس پاس کے علاقے اور دونوں طرف کے پہاڑوں کی گھاٹیوں اور بلندیوں میں بنی کعب بن لؤی کی اولاد کی مختلف شاخوں کو آباد کیا۔ یہی لوگ قریش البطاح کہلائے۔ کعب بن لؤی کے تین بیٹے تھے، عدی، ھصیص اور مرّہ۔ عدی کی شاخ میں سیدنا حضرت عمر فاروقؓ ہوئے۔ ھصیص کی اولاد میں بنو جمح اور بنو سہم ہوئے۔ مرّہ کی اولاد میں تیم، یقظہ اور کلاب ہوئے۔ تیم، سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے جد ہیں۔ یقظہ کی اولاد بنو مخزوم تھے جن سے حضرت خالدؓ بن ولید ہوئے۔ کلاب کی اولاد سے قصیّ اور زہرہ ہوئے۔ قصیّ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور زہرہ حضورؐ کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب کے جد ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت قریش البطاح کی بڑی بڑی شاخیں یہ تھیں:۔

بنی ہاشم، بنی عبد شمس (یا بنی امیہ) بنی عدی، بنی سہم، بنی مخزوم، بنی زہرہ، بنی اسد بن عبد العزّیٰ (یا بنی عبد العزّیٰ) بنی المطّلب، بنی جمح، بنی عبد الدار، بنی نوفل، بنی تیم۔

مکہ اور بیت اللہ کے نظم و انتظام کی مختلف ذمہ داریاں قریش البطاح نے

آپس میں بانٹ رکھی تھیں۔ ان کی قدرے تفصیل حسب ذیل ہے۔

بنو ہاشم۔ سقایہ (حجاج کو پانی پلانا)، عمارہ (بیت اللہ کی دیکھ بھال اور نگرانی

بنی عبد شمس یا بنی امیہ۔ عقاب یعنی نشانِ قومی کی علمبرداری۔

بنو عدی۔ سفارت

بنو سہم۔ باہمی جھگڑوں (مقدمات) کا فیصلہ نیز چڑھاووں کی نگرانی۔

بنو مخزوم۔ قبہ یعنی فوجی کیمپ کا انتظام اور اس کی دیکھ بھال یا خیموں کے معاملات اور گھوڑوں کی ذمہ داری۔

ایک روایت کے مطابق اعنۃ یعنی فوج کی سپہ سالاری بھی ان کے ذمہ تھی۔

بنو اسد بن عبد العزیٰ۔ مشاورتی امور کا اہتمام۔

بنو جمح۔ ایسار یعنی فال کے تیروں کی ذمہ داری۔

بنو عبد الدار۔ سدانہ یعنی خانۂ کعبہ کی کلید برداری اور دربانی۔

بنو تیم۔ اشناق یعنی خون بہا (دیت) وغیرہ کے معاملات کی ذمہ داری۔

بنو نوفل۔ رفادہ یعنی حجاج کی ضیافت (خورد و نوش) اور خدمت۔

قریش چونکہ کعبہ کے متولی تھے اس لیے سارے عرب میں ان کو خاص عزت اور احترام کا مقام حاصل تھا لیکن وہ مجاور قسم کے لوگ نہیں تھے بلکہ عسکری اعتبار سے بھی بڑے طاقتور اور جنگجو تھے۔ ان کا عمومی ذریعۂ معاش تجارت تھا اور ان کے تجارتی قافلے بلا روک ٹوک دوسرے ملکوں کو جاتے رہتے تھے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے سفیر حضرت سہیلؓ بن عمرو کا تعلق قریش الظواہر کی شاخ بنی عامر بن لؤی سے تھا۔

بنو جُہَینہ

جُہَینہ، بنو قضاعہ کی شاخ بنو اسلم کا عظیم بطن تھا۔ یہ لوگ شمالی حجاز میں بواط کے مغرب میں آباد تھے ان کی بستیاں بحرِ احمر کے کنارے ینبوع تک پھیلی ہوئی تھیں۔

بنو خُزَاعہ

جمہور مؤرخین اور نسابین کے نزدیک یہ قحطانی (کہلانی) قبیلہ تھا جو قوم سبا کے ایک شخص عمرو بن عامر (ماء السماء) کی اولاد سے تھا جو ۴۵۰ء یا ۴۵۱ء عیسوی میں سدِ مارب کے ٹوٹنے کے بعد اپنے اہل و عیال کو لے کر یمن سے شمال کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ بنو خزاعہ نے حجاز کے پہاڑوں اور بحرِ احمر کے ساحل کے درمیان اس طویل میدانی علاقے میں سکونت اختیار کی جو تہامہ کہلاتا ہے۔ بنو خزاعہ کا جو وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا وہ مکہ کے قرب و جوار میں آباد تھا۔ بعض جدید سیرت نگار اس طرف گئے ہیں کہ خزاعہ، اسمٰعیلی، عدنانی قبیلہ تھا۔ انہوں نے خزاعہ کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے:

خزاعہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

(مہاجرین حصہ اول)

یہ بہت بڑا قبیلہ تھا اور اس کی بہت سی شاخیں تھیں۔ اس کا پڑاؤ اتنا بڑا ہوتا تھا جتنا حج کے زمانے میں پورے منیٰ کی آبادی۔

حضرت ابوسفیانؓ

اصل نام صخر تھا۔ قریش کی مقتدر شاخ بنی اُمیہ کے رئیس تھے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

ابوسفیانؓ صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی

فتح مکہ تک اسلام کی مخالفت میں سرگرم رہے (مگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی کینہ اور چھچھوری حرکت میں کبھی حصہ نہیں لیا)

فتح مکہ سے کچھ پہلے اسلام قبول کر لیا۔ حضورؐ نے انہیں نہ صرف معاف فرما دیا بلکہ ان کی یہ عزت افزائی بھی کی کہ ان کے گھر کو جائے پناہ یا جائے امن قرار دیا۔

قبولِ اسلام کے بعد غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں شریک ہوئے۔ ثانی الذکر غزوہ میں ایک آنکھ شہید ہوگئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں شام کی فوج کشی میں اپنے پورے کنبہ کو ساتھ لے کر شریکِ جہاد ہوئے۔ جنگِ یرموک میں دوسری آنکھ بھی شہید ہوگئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں (۳۱ھ ہجری سے ۳۴ھ ہجری تک کسی سنہ میں) وفات پائی۔ اس وقت عمر کی اٹھاسی منزلیں طے کر چکے تھے۔

ان کی اولاد میں حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا شمار تاریخ اسلام کی نامور شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ بیٹیوں میں سے ایک حضرت اُمِ حبیبہؓ کو اُمّ المؤمنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔

(طبقات ابنِ سعد، الاستیعاب، الاصابہ، اُسد الغابہ)

وفدِ یمن

یہ وفد جن دو آدمیوں پہ مشتمل تھا وہ مجوسی مذہب کے پیرو تھے — (یعنی آتش پرست تھے۔)

بنو ہوازن

خصفہ بن قیس عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی نسل سے ایک بڑا قبیلہ تھا جو صدہا بطون کا منبع تھا۔ یہ لوگ نجد طائف اور اس کے نواحی علاقوں میں آباد تھے۔

بنو ثمالہ

یہ قبیلہ ازدِ شنوأۃ کی ایک شاخ تھا۔ یہ لوگ طائف کے نزدیک آباد تھے۔

بنو حُدّان

بنو حُدّان، اَزد کا ایک بطن تھے۔ یہ حجاز میں جبال السّراۃ کی وادیوں میں آباد تھے۔

بنو ثعلبہ

بنو ثعلبہ کا نام متعدد عدنانی اور قحطانی قبائل کے لیے بولا جاتا ہے جن کی تعداد بیس تک پہنچتی ہے۔ ارباب سِیَر نے یہ وضاحت نہیں کی کہ بنو ثعلبہ کے جو لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے وہ عدنانی تھے یا قحطانی۔ بنو ثعلبہ (عدنانی) قیس عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی اولاد سے تھے اور بنو سُلَیم کا ایک بطن تھے۔ ان کی ایک شاخ بنو ثعلبہ بن عُکابہ، بنی بکر بن وائل سے تھی۔

بنو مَہرہ

قبیلہ مَہرَہ، مشہور قحطانی قبیلہ بنو حِمیَر کا ایک بطن تھا۔ اس کی سکونت حضرموت اور عمان کے درمیان تھی۔ بنو مہرہ کے علاقے میں عرب کے بہترین اونٹ پائے جاتے تھے جن کا نام مہری اونٹ تھا، وہ تیز رفتاری کے اعتبار سے اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

بنو صُداء

صُداءٗ کہلان کا ایک بطن اور قحطانی قبیلہ تھا۔ یہ لوگ یمن میں رہتے تھے۔

بنو رہیعہ

بنو رہیعہ، ہوازن کے بطن عامر بن صعصعہ کی ایک شاخ تھے۔ ان کو

"بنو ربیعہ عامر عکرمہ" بھی کہا جاتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ عامر ربیعہ کا والد اور عکرمہ اس کا جدِ امجد تھا جیسا کہ ذیل کے سلسلۂ نسب سے ظاہر ہوتا ہے۔
ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

بنو اسلم

یہ بنو اسلم بن اقصٰی ہیں جو بنو خزاعہ کا ایک بطن تھے۔ ان کی جائے سکونت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ مدینہ منورہ کے نواح میں آباد تھے اور بعض کا بیان ہے کہ ان کی سکونت مرّ الظہران کے قرب و جوار میں تھی اور بعض کہتے ہیں کہ مکہ کے قریب آباد تھے۔ اصل میں بنو خزاعہ کی بہت سی شاخیں تھیں جو مختلف مقامات پر آباد تھیں۔ اسی طرح بنو اسلم کا نام بھی مختلف قبائل پر بولا جاتا تھا جو مختلف مقامات پر آباد تھے۔ اختلاف کی یہی وجہ ہے (ایک قبیلہ بنی اُسلُم بھی تھا مگر وہ بنو قضاعہ کی شاخ تھا)۔

بنو ہلال

یہ قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ کا ایک بطن تھا۔ یہ لوگ نجد اور حجاز میں آباد تھے۔ اہلِ سیَر کا بیان ہے کہ طائف کے علاقے میں بیشہ اور تربہ کی اراضی پر بنو ہلال کا تصرف تھا۔

بنو بکر بن وائل

یہ لوگ بنی ربیعہ بن نزار بن مَعَد بن عدنان کا ایک عظیم بطن تھے۔ ان سے بہت بطون متفرع ہوئے۔ بکر بن وائل عرب کے وسیع علاقوں پر قابض تھے جو یمامہ سے بحرین تک پھیلے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسلام سے قبل عراق میں دریائے دجلہ

کے کنارے پر ایک حکومت قائم کی تھی وہ علاقہ آج تک "دیارِ بکر" کے نام سے مشہور ہے۔ بنو بکر بن وائل کا شمار عرب کے بڑے جنگجو قبیلوں میں ہوتا تھا۔ ۶۳۰ء میں انہوں نے پہلی مرتبہ ایران کی حکومت سے ٹکر لی تھی۔

بنو عبد بن عدی

یہ قبیلہ بنو کنانہ میں سے تھا جو حرم کے پڑوسی تھے۔

بنو جرم

قبیلہ جرم بنو قضاعہ کا ایک بطن تھا۔ یہ لوگ حجاز کے شمال میں آباد تھے۔

بنو سعد العشیرہ

قبیلہ سعد العشیرہ قبیلہ مذحج کی ایک شاخ تھا اور مذحج کہلان بن سباء کا ایک بطن تھا۔ بنو سعد العشیرہ کی سکونت یمن میں تھی۔

بنو ازد

جمہور مؤرخین اور نسابین کے نزدیک یہ قحطانی قبیلہ تھا اور اس کا مورثِ اعلیٰ اُزد بن الغوث بن نبت بن مالک بن کہلان بن سبا تھا۔

بنو ازد پہلے یمن میں آباد تھے۔ سدِ مارب ٹوٹنے کے بعد ازدی قبائل یمن سے نکل کر شام، عراق، نجد، عمان، یمامہ، بحرین، حجاز اور عرب کے دوسرے مختلف مقامات پر آباد ہو گئے۔ (جزیرۃ العرب۔ غزوۂ تبوک وغیرہ)

مولانا سعید انصاری مرحوم نے اپنی کتاب "سیر انصار حصہ اول" میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ بنو ازد نابت بن اسمٰعیلؑ کی اولاد سے تھے۔ (یعنی عدنانی النسل تھے) وہ کسی نامعلوم زمانے میں مکہ سے یمن جا کر آباد ہوئے اور قحطانی النسل مشہور ہو گئے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بنو جُرَش

یہ قحطانی حِمیری قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کی سکونت جُرَش میں تھی جو یمن کا ایک بہت بڑا شہر اور وسیع صوبہ تھا۔

اَزدِ عمان

قبیلہ اَزد کی جو شاخ عمان میں آباد ہوئی وہ ازدِ عمان کہلائی۔ بنو اَزد کے بارے میں پہلے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔

بنو عُقَیل بن کعب

قبیلہ عُقَیل بن کعب، ہوازن کے بطن عامر بن صعصعہ کی ایک شاخ تھا۔

بنو رُؤاس

قبیلہ رُؤاس، بنو ہوازن کے بطن عامر بن صعصعہ کی ایک شاخ تھا۔

بنو جیشان

یہ ایک غیر معروف قبیلہ تھا اور ان کے نسب کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بعض اہلِ علم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ یمن کا قبیلہ تھا۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قحطانی قبیلہ تھا۔

بنو ہمدان

یہ کہلان بن سبا کی نسل سے ایک بڑا قحطانی قبیلہ تھا۔ بنو ہمدان کے دیار یمن کے مشرق میں تھے۔

بنو تغلب

یہ ایک بڑا عدنانی قبیلہ تھا جو ربیعہ بن نزار کی اولاد سے تھا۔ یہ قبیلہ جزیرۃ العرب کے شمال مشرق میں اس تجارتی راستے پر آباد تھا جو عرب سے عراق کو جاتا ہے۔ ان کا مقام سکونت اپنی جائے وقوع اور تجارتی اعتبار سے بہت اہم تھا۔ اس قبیلے نے نصرانیت (عیسائیت) قبول کر لی تھی۔ اس کی بعض شاخیں عراق میں سنجار اور نصیبین کے نواح میں بھی آباد تھیں۔

بنو قُشَیر بن کعب

قُشَیر ہوازن کا بطن تھے۔ یہ لوگ اضلاعِ نجد میں آباد تھے۔

حضرت کعبؓ بن زُہَیر مُزَنی

حضرت کعبؓ بن زہیر کے کچھ حالات ان کے وفد کے تذکرہ میں آ گئے ہیں۔ علمائے بُردہ کے بعد ان کے حالاتِ زندگی پھر گوشۂ خمول میں چلے جاتے ہیں۔ بعض روایات سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندگی بھر مالی پریشانیوں کا شکار رہے تاہم انہوں نے بُردہ شریف کو ہمیشہ دل و جان سے عزیز رکھا اور کسی قیمت پر اسے اپنے سے جُدا کرنا گوارا نہ کیا۔ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ نے دس ہزار درہم پیش کر کے حضرت کعبؓ سے بُردہ شریف حاصل کرنے کی کوشش کی مگر وہ اسے جدا کرنے پر تیار نہ ہوئے۔

انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ ہی کے عہد خلافت میں (۴۲ھ ہجری اور ۶۰ھ ہجری کے درمیان) کسی وقت وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت کعبؓ کے صاحبزادے کو بیس ہزار درہم دے کر بُردہ شریف ان سے حاصل کر لی۔

(شرح قصیدہ بانت سعاد از علامہ فضل احمد عارف بحوالہ الشعر والشعراء ابن قتیبہ)

بنو کلاب

"بنو کلاب" کا نام متعدد عدنانی قبائل کے لیے بولا جاتا ہے۔ بنو کلاب کے جو لوگ وفد بنا کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے وہ کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی اولاد سے تھے۔ یہ قبیلہ بنو ہوازن کا ایک بطن تھا۔

بنو فزارہ

یہ قبیلہ بنو غطفان کے بطن بنی ذُبیان کی ایک شاخ تھا اور سب سے بڑا غطفانی قبیلہ تھا۔ یہ لوگ حجاز کے شمالی حصے میں آباد تھے (بقولِ بعض یہ نجد اور وادی القُریٰ میں رہتے تھے)

بنو حِمیَر

بنو حِمیَر، حِمیَر بن سبا کی نسل سے عظیم قحطانی قبیلہ تھا۔ حِمیَر کی نسلیں عام طور پر یمن کے جنوب مغربی ساحلوں پر آباد تھیں۔ انھوں نے ایک وسیع علاقے پر اپنی حکومت قائم کر رکھی تھی۔ ان کا دارالحکومت شہر ظفار تھا جو بندرگاہ مُخا سے مشرقی جانب واقع تھا۔ قوم سبا کے دورِ عروج میں قبائل حِمیَر زیادہ با اقتدار نہ تھے بلکہ اپنی حکومت رکھنے کے باوجود قوم سبا کے زیرِ اثر تھے لیکن سبا کے زوال کے بعد ان کو عروج حاصل ہوا اور ان میں بڑے بڑے بادشاہ ہوئے۔ یہ بادشاہ اوّلاً حِمیَر اور بعد میں تبع کہے جاتے تھے۔ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ولادت سے کچھ عرصہ پہلے اہل حبش نے یمن پر قبضہ کر لیا تھا مگر حضورؐ کی ولادت کے دو سال بعد ہی شاہانِ حِمیَر نے یمن سے حبشیوں کو نکال دیا اور شاہِ فارس خسرو کی مدد سے دوبارہ اپنی حکومت قائم کر لی۔ اس سلسلے کا آخری حِمیَری بادشاہ سیف بن ذی یزن تھا۔ وہ اپنے حبشی غلاموں کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کے ساتھ ہی بنو حِمیَر کی مرکزی بادشاہت کا ہمیشہ

کے لیے خاتمہ ہو گیا اور مختلف حمیری رؤسا نے اپنے اپنے علاقوں میں آزاد حکومتیں قائم کر لیں۔ ان میں سے ہر ایک بادشاہ کہلاتا تھا۔ اسلام سے قبل بنو حمیر کے بعض لوگوں نے یہودیت اختیار کر لی تھی اور بعض آفتاب کی پرستش کرتے تھے۔ انہوں نے صنعاء میں ایک معبد بنا رکھا تھا جسے رئام کہتے تھے۔ یہ لوگ اس معبد کی بہت تعظیم کرتے تھے اور اس کے قریب قربانیاں کیا کرتے تھے۔

بنو طے

ایک عظیم قحطانی قبیلہ ہے اور یہ کہلان سے ہیں (یعنی طی بن اود بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان کی اولاد سے ہیں) ان کا وطن یمن تھا، پھر ازد کے خروج کے بعد وہاں سے نکل آئے اور نجد میں بنو اسد کے پڑوس میں قیام کیا پھر ان کے دو پہاڑوں آجاء اور سلمیٰ پر ان کو مغلوب کر لیا اور شمالی نجد کے ان پہاڑوں کے درمیان آباد ہو گئے۔

قبیلہ طے مشہور اور بڑا قبیلہ رہ چکا ہے۔ عجمی ممالک میں بعض لوگ سارے عربوں کو طائی سمجھتے تھے اسی لیے ایران میں عربوں کو تازی کہا جاتا تھا۔

اس قبیلے کی مشہور شخصیتوں میں حاتم طائی، ابو تمام اور بحتری (شاعر) گزرے ہیں۔

حضرت عدیؓ بن حاتم طائیؓ

حضرت عدیؓ بن حاتم طائیؓ کا شمار بڑے جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان کے قبول اسلام کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبیلہ طے کی امارت پر ممتاز فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں اپنے قبیلے کو فتنۂ ارتداد سے محفوظ رکھا اور اس سے زکوٰۃ وصول کر کے برابر دربارِ خلافت میں پہنچاتے رہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں عراق اور شام کے معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان جو معرکے ہوئے ان میں حضرت علیؓ کے ساتھ

تھے۔ نہروان کی لڑائی میں خوارج کے خلاف سربکف ہو کر لڑے۔ آخری عمر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ ابن سعدؒ کی روایت کے مطابق انہوں نے ۶۷ھ ہجری میں وفات پائی۔ نہایت عابد وزاہد اور سخی تھے۔ حاجت مندوں اور سائلوں کو جھولیاں بھر بھر کر دیا کرتے تھے۔ ان سے ۶۶ احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے چھ متفق علیہ ہیں تین ۳ میں امام بخاریؒ اور دو ۲ میں امام مسلمؒ منفرد ہیں۔

(الاستیعاب، طبقات ابن سعد، الاصابہ)

حضرت واثلہؓ بن اسقع

واثلہ نام تھا اور ابو قرصافہ کنیت۔ نسب نامہ یہ ہے:

واثلہؓ بن اسقع بن عبدالعزیٰ بن عبدیالیل بن ناشب بن منزہ بن سعد بن لیث بن بکر بن کنانہ کنانی۔

قبول اسلام کے بعد وہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے۔ عہد رسالت کے بعد انہوں نے (بعہد خلافت فاروقی) شام میں سکونت اختیار کر لی ——— اور رومیوں کے خلاف کئی معرکوں میں داد شجاعت دی۔ آخر میں بیت المقدس میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۸۳ھ ہجری یا ۸۵ھ ہجری میں وفات پائی۔ ان سے ۵۶ احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے ایک میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔

عبادت الٰہی سے خاص شغف تھا۔ نہایت فیاض اور سیر چشم تھے اور دونوں وقت لوگوں کو بلا کر کھانے میں شریک کرتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، الاستیعاب، اُسد الغابہ)

دارِیین

داریین، کہلان بن سبا کے بطن لخم کی ایک شاخ تھے۔ یہ لوگ شام کی سرحد کے قریب آباد تھے۔

بنوسعد ہُذَیم

قبیلہ سعد ہذیم، قضاعی قبیلہ لیث بن سعد کا ایک بطن تھا۔ یہ لوگ مدینہ مُنوَّرہ کے شمال مغرب میں کئی سو کلومیٹر کے فاصلے پر آباد تھے۔

بنوعُریض

یہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا اور وادی قُریٰ میں آباد تھا۔ ان کا پیشہ کھیتی باڑی اور زراعت تھا۔ انہوں نے زراعت اور آب رسانی کو بڑی ترقی دی تھی ان کے وہاں آباد ہونے کے بعد قبائل سعد ہذیم بھی نقل مکانی کر کے وہیں آ بسے اس ہمسائگی کی بنا پر بنوعریض اور سعد ہذیم ایک دوسرے کے حلیف بن گئے۔ ان کے درمیان ایک معاہدہ قرار پایا جس کی رو سے سعد ہذیم نے دوسرے قبائل کے مقابلے میں بنوعریض کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا اور بنوعریض نے اس کے عوض سعد ہذیم کو ہر سال غلہ کی ایک مخصوص مقدار ادا کرنے کا عہد کیا۔

یہودِ بنی عریض نے اسلام قبول نہیں کیا تاہم آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بطور احسان ان کے لیے غلے اور کھجوروں کی ایک مخصوص مقدار مقرر فرمادی۔

(طبقات ابن سعد۔ فرامین نبوی)

بنوصَدَف

بنوصَدَف کا نام تین قحطانی قبائل کے لیے بولا جاتا ہے۔ ان میں سے دو قبیلے حضرمی تھے اور ایک یمانی حمیری۔ اہلِ سِیَر نے یہ وضاحت نہیں کی کہ جو لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے وہ بنوصَدَف کی کس شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔

بنو جَعدہ

جعدہ یا الجعدہ قحطانی قبیلہ تھا اور اس کی سکونت حضرموت میں تھی۔

بنو مُرّہ

بنو مرّہ کا نام متعدد عدنانی اور قحطانی قبائل کے لیے بولا جاتا ہے۔ جس بنو مرّہ کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا وہ عدنانی قبیلہ غطفان کا ایک بطن تھا۔ اس کا قیام نجد میں وادی القریٰ اور جبالِ طے کے قریب تھا۔

بنو شیبان

یہ عدنانی قبیلہ تھا۔ ایک روایت کے مطابق وہ بکر بن وائل سے متفرع ہوا۔ (یہ بنو بکر بن وائل کے بطن ثعلبہ بن عُکابہ کی ایک شاخ تھا) اس قبیلے کی سکونت عراق میں دریائے دجلہ کے مشرقی علاقے میں تھی۔ ایران کی مجوسی سلطنت کے خلاف چھاپوں اور معرکہ آرائیوں کا آغاز اسی قبیلے نے کیا۔

بنو البَکّاء

قبیلہ بکا بنی عامر بن صعصعہ (ہوازنی) کی ایک شاخ تھا۔ یہ لوگ مکہ اور سرحدِ عراق کے راستے پر آباد تھے۔

حَضرَمَوت

حضرموت، بلادِ عرب میں یمن کے مشرق میں ۴۷، ۵۳ درجے طول بلد مشرقی کے درمیان اور ۱۵، ۱۹ درجے عرض بلد شمالی کے درمیان ایک وسیع علاقہ ہے جس کی تمام جنوبی سرحد پر سمندر ہے (بحرِ عرب) اس کے جنوب مشرق کی سمت میں مہرہ کا علاقہ، شمال مشرق اور شمال مغرب میں وسطی عرب کا صحرائے اعظم ہے۔ علامہ ابنِ حزم

کے بیان کے مطابق حضر موت کا نام حضر موت بن قحطان کے نام سے ماخوذ ہے۔

(الجمہرۃ انساب العرب ص۴۶۳)

ایک روایت کے مطابق حضر موت، قحطان کے بھائی یقطان (یقطن) کا بیٹا تھا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ بحوالہ عہد نامہ عتیق سفر پیدائش (۲۶:۱۰))

حضرموت کی اولاد "بنی حضرموت" کہلائی پھر اس سے بہت سے بطون نکلے۔ جس علاقے میں یہ لوگ آباد ہوئے وہ بھی حضر موت کے نام سے مشہور ہو گیا۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّم کے زمانۂ ولادت کے قریب بنو کندہ کے تقریباً تیس ہزار افراد بحرین سے ترکِ وطن کر کے حضر موت چلے آئے ـــ اور اپنے آپ کو اہلِ حضر موت سے وابستہ کر لیا۔ ان لوگوں (بنو حضرموت اور بنو کندہ) نے سالہا سال تک بڑے وسیع علاقوں پر حکومت کی۔ اسلام سے قبل ان میں سے بہت سے بادشاہ ہوئے ہیں۔ جب ان کی حکومتوں پر زوال آیا تو وہ مختلف ٹکڑیوں میں بٹ گئیں گویا طوائف الملوکی کی صورت پیدا ہو گئی۔ ہر علاقے کا سردار ایک چھوٹے سے بادشاہ کی حیثیت رکھتا تھا یا کم از کم بڑے ملوک حضر موت کی یادگار ہونے کی بناء پر نہایت عزت و احترام اور اثر و رسوخ کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ حضرت وائلؓ بن حجرؓ بھی (جو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے) ملوکِ حضرموت کی یادگار اور اپنے علاقے کے سردار تھے۔ ان کی کنیت ابو ہنید تھی۔ قبولِ اسلام کے بعد وہ اپنے وطن واپس چلے گئے۔ مگر حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں کوفہ آباد ہوا تو وہ کوفہ آ گئے اور وہیں مستقل اقامت اختیار کر لی جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور حضرموت کا علَم انہی کے ہاتھ میں تھا۔

حضرت وائلؓ بن حجرؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔

(اُسد الغابہ۔ الاصابہ)

نصاریٰ نجران

ان کے بارے میں تفصیل وفد کے حالات میں آ گئی ہے ان میں سے معدودے چند نے

اسلام قبول کر لیا۔ باقی سب اپنے مذہب پر قائم رہے۔

بنو بارق

بنو بارق، قبیلہ خزاعہ کا ایک بطن تھے۔ یہ لوگ مکہ معظمہ کے جنوب مغرب میں آباد تھے۔

بنو جُعفی

یمن کا قحطانی قبیلہ تھا۔ یہ لوگ قبیلہ مذحج کے بطن سعد العشیرہ بن مالک کہلانی کی ایک شاخ تھے۔ ان کی جائے سکونت صنعاء سے تقریباً چالیس فرسخ کی مسافت پر تھی۔

بنو غافق

قبیلہ غافق اَزْد کا ایک بطن تھا۔ یہ یمن کے مغرب میں تہامہ میں آباد تھا۔

بنو اَسَدْ

اس کا تعلق بنو اَسَد بن خزیمہ سے تھا۔ یہ مشہور عدنانی مُضَری قبیلہ ہے۔ جو مدرکہ بن الیاس بن مُضَر بن نزار بن معد بن عدنان کی نسل سے تھا۔ یہ لوگ جبالِ طے کے جنوب مشرق میں آباد تھے۔

بنو تجُیب

بنو تجُیب قبیلہ کِندہ کا ایک بطن ہیں۔ یہ حَضرَموت کے وسط میں الکسر میں رہتے تھے۔

بعض کتابوں میں اس قبیلے کا نام بنو تجَیب بتایا گیا ہے۔

بنو تمیم

"بنو تمیم" مشہور عدنانی قبیلہ تھا۔ یہ لوگ طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی اولاد سے تھے۔ ظہورِ اسلام کے وقت بنو تمیم نجد کے شمال میں وادی الرمہ کے قریب بریدہ کے شمال میں آباد تھے۔ یہ قبیلہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں بڑے قبائل میں شمار کیا گیا ہے۔ اس میں بہت سے نامور شعراء و خطباء پیدا ہوئے ہیں۔ اوس بن حجر، جریر اور فرزدق جیسے نامی شاعروں کا تعلق بنو تمیم ہی سے تھا۔ اسی طرح اس قبیلے کی شاخ بنی اہتم کو خطباء کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

بنو بلی

قبیلہ بلی، بنو قضاعہ کا ایک بطن تھا۔ یہ لوگ جزیرۃ العرب کے شمال اور شام کے جنوب میں وسیع علاقے میں آباد تھے۔

بنو عذرہ

بنو قضاعہ کا ایک عظیم بطن تھا۔ یہ لوگ شمالی حجاز میں مدائن صالح کے شمال میں آباد تھے۔ بنو عذرہ نے پاکیزہ محبت کے واقعات میں بڑی شہرت پائی یہاں تک کہ پاکیزہ محبت کے لیے "الحب العذری" اصطلاح بن گئی۔

بنو ثقیف

مشہور عدنانی قبیلہ ہے جو قیس عیلان کی نسل سے تھا۔
یہ بنو خصفہ بن قیس کے بطن بنو ہوازن کی ایک شاخ بنو منبہ کا بطن تھا۔
یہ لوگ طائف میں آباد تھے۔

بنو سعد بن بکر

قبیلہ سعد بن بکر بنو ہوازن کا ایک بطن تھا۔ یہ لوگ تہامہ کے مشرق میں آباد تھے اور اسی قبیلہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی حضرت حلیمہؓ بنت ذویب تھیں۔

بنو کلب

بنو کلب کا نام متعدد قحطانی اور عدنانی قبائل کے لیے بولا جاتا ہے۔ وفد میں آنے والے اصحاب "بنو کلب بن وبرہ" سے تعلق رکھتے تھے جو بنو قضاعہ کا ایک بطن تھا۔ یہ لوگ دومۃ الجندل، تبوک اور اطراف شام میں آباد تھے۔ رومیوں سے میل جول رکھنے کی وجہ سے یہ لوگ حلقہ بگوشِ نصرانیت ہو گئے تھے۔

بنو بہراء

یہ قبیلہ بھی بنو قضاعہ کا ایک بطن تھا۔ اسے بنو بلی کا بھائی کہا جاتا ہے (بنو بلی، بلی بن عمرو بن الحافی بن قضاعہ کی اولاد سے تھے اور بنو بہراء اس کے بھائی، بہراء بن عمرو بن الحافی بن قضاعہ کی اولاد سے) یہ لوگ بنو بلی کی آبادیوں کے شمال میں رہتے تھے، اور ان کی منازل عقبہ اور ایلات (ایلہ) تک پھیلی ہوئی تھیں۔

بنو عبد القیس

یہ قبیلہ ربیعہ عدنانیہ کا عظیم بطن تھا۔ پہلے یہ تہامہ میں آباد تھا۔ اس کے بعد اس نے بحرین کو اپنا وطن بنا لیا۔ اس کی ایک شاخ عمان کے قریب بھی آباد تھی۔ اس قبیلے کے بہت سے لوگوں نے نصرانیت قبول کر لی تھی۔

بنو لیث

عدنانی کنانی قبیلہ تھا اور مُدرِکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن مَعَد بن عدنان کی اولاد سے تھا۔ یہ لوگ اضلاع نجد میں آباد تھے۔

رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے خطبہ حجۃ الوداع (سنہ ۱۰ھ) میں جب جاہلیت کے خون معاف کرنے کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے اپنے چچازاد بھائی ربیعہ بن الحارث بن عبدالمُطّلِب کا خون معاف کیا۔ اس سلسلے میں آپؐ نے بنی لیث کا بطور خاص اس طرح نام لیا، "ربیعہ بن الحارث بن عبدالمُطّلِب نے بنی لیث میں پرورش پائی تھی اور ہُذَیل نے اس کو قتل کر دیا تھا۔"

بنو کِندہ

یہ عظیم قحطانی حضرمی قبیلہ تھا۔ ان کی آبادیاں حضرموت میں الکسر میں واقع تھیں اور حضرموت کے شمال کی طرف وسیع علاقوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اسلام سے پہلے ان میں بہت سے بادشاہ ہوئے ہیں جن کی حکومت نجد، یمن اور حجاز تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس حکومت کو ایرانی حکومت کی سرپرستی حاصل تھی اور اسے حیرہ (عراق) کی عرب حکومت کی ہمسری کا دعویٰ تھا۔ اس کا آخری بادشاہ عرب کے نامور شاعر امرؤ القیس کا باپ تھا۔ اس کو وہاں کے قبیلہ قیس نے ایک معاملے میں برافروختہ ہو کر قتل کر ڈالا تھا، اسی وقت سے بنو کِندہ کی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

بنو کِندہ کے جو لوگ وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے وہ ثور بن عفیر بن عدی بن الحارث بن مرۃ بن اود بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان کی اولاد سے تھے۔ ثور بن عفیر کا دوسرا نام کِندہ تھا۔ یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ اس نے اپنے باپ کی نافرمانی کی تھی اور اس سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اس کی اولاد نے بھی بنو کِندہ کے نام سے شہرت پائی۔

بنو عامر بن صعصعہ

یہ قبیلہ بنو ہوازن کا ایک بطن تھا اور بنو ہوازن قیس عیلان میں سے تھے۔ یہ لوگ نجد میں آباد تھے۔ پھر طائف کے ایک حصے تک پہنچ گئے۔ سردیاں نجد میں اور گرمیاں طائف میں گزارتے تھے۔

بنو رباب

یہ عدنانی مُضَری قبیلہ طابخہ بن الیاس بن مُضَر بن نزار بن معد بن عدنان کی نسل سے تھا۔ اس قبیلے کے لوگ نجد اور عراق میں آباد تھے۔

بنو زبید

زبید کا نام متعدد قبائل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں جس زبید کا ذکر ہے وہ زید بن کہلان کے بطن مذحج سے تھا۔ یہ لوگ یمن میں آباد تھے۔

بنو مراد

بنو مراد، قحطانی یمانی قبیلہ مذحج کی ایک شاخ تھا۔ یہ یمن میں "زبید" کے نواح میں آباد تھا۔ آج کل یہ قبیلہ یمن کے جنوب مشرق میں آباد ہے۔

بنو رھاء (رہاویین)

یہ لوگ بنو مذحج کا ایک بطن تھے اور یمن میں رہتے تھے۔

بنو مُحارِب

بنو محارب کا نام سات قبائل کے لیے بولا جاتا تھا جو سب کے سب

عدنانی تھے۔ بنی محارب کی جس شاخ کے لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اس کا تعلق بنو خصفہ بن قیس عیلان سے تھا۔ یہ لوگ عراق اور نجد میں آباد تھے۔ (قریش الظواہر کی ایک شاخ کا نام بھی بنو محارب تھا)

بنو خثعم

عام طور پر اسے قحطانی قبیلہ کہا جاتا ہے مگر بقولِ بعض یہ عدنانی قبیلہ تھا پہلے ان کی منازل جبال السّراۃ (حجاز) میں تھیں۔ سدِّ مارب ٹوٹنے کے بعد بنو ازد نے ان سے جنگ کی اور انہیں ان کی بستیوں سے نکال دیا۔ اس کے بعد یہ یمن چلے گئے اور قحطانی مشہور ہو گئے۔

بنو حنیفہ

بنو حنیفہ ایک بڑا قبیلہ تھا۔ جو ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان کی اولاد سے تھا۔ اور بنو بکر بن وائل کا ایک بطن تھا۔ یہ لوگ یمامہ (نجد) میں آباد تھے۔ اسی قبیلے کے ایک فرد مسیلمہ کذاب نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ سیّدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت خالدؓ بن ولید نے زبردست جنگ کے بعد اسے شکست دی۔ اسی لڑائی میں وہ مارا گیا۔

بنو عَبْس

قبیلہ عَبْس قیس عیلان کی شاخ بنو غطفان کا ایک بطن تھا اور نجد میں آباد تھا۔ یہ عرب کے بڑے لڑاکا قبائل میں شمار ہوتا تھا۔ جاہلی عرب کا مشہور شاعر عنترہ بن شداد اسی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ جاہلی عرب کی تاریخ میں اس کی بہادری ضرب المثل ہے۔ اپنے ایک مشہور معلّقہ میں اس نے اپنی بہادری کا نہایت فصاحت و بلاغت سے ذکر کیا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں دوسرے قبیلوں سے بنو عبس

کی لڑائیاں مدتوں چلتی رہیں۔ ان میں سے داحس اور غبراء وغیرہ کی لڑائیاں تاریخ میں بہت مشہور ہیں۔

بنو حارث بن کعب

بنو حارث بن کعب بن عبد المدان یمن کے ضلع نجران میں اقامت گزیں تھے۔ اس قبیلے کے بعض افراد نے عیسائیت قبول کر لی تھی اور ان کا ایک مستقل پادری بھی تھا۔ انہوں نے نجران کے کلیسا کی تعمیر میں بھی خاصا حصہ لیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس کے بعض افراد نے یہودیت بھی اختیار کر لی تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق بنی الحارث بن کعب، بنو تمیم کی ایک شاخ تھے۔

بنو غسّان

عظیم یمانی قبیلہ تھا۔ عام طور پر اسے کہلانی قحطانی کہا جاتا ہے۔ سدِ مارب کے ٹوٹنے کے بعد یہ قبیلہ یمن سے نکل کر جزیرۃ العرب کے شمال مغربی سرحدی مقام پر آباد ہو گیا تھا اور وہاں اپنی حکومت قائم کی تھی جو رومیوں کے زیر اثر تھی۔ رومیوں ہی کے اثر کی وجہ سے بنو غسّان نے عیسائیت قبول کر لی تھی ان کا آخری بادشاہ جَبَلہ بن ایہم تھا۔

غسّانی حکومت کا دار الحکومت دمشق کے مضافات میں جلق اور اس کے جنوب کا شہر بلقاء تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں حضرت حسّانؓ بن ثابت انصاری (شاعر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) غسّانی بادشاہوں کے دربار میں جایا کرتے تھے اور ان کی شان میں قصائد کہہ کر انعام حاصل کیا کرتے تھے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنی کتاب "ارض القرآن" میں ثابت کیا ہے کہ بنو غسّان قحطانی نہیں بلکہ اسمٰعیلی تھے اور حضرت اسمٰعیل کے بیٹے نابت کی اولاد سے تھے۔

بنو غامد

قبیلہ غامد، بنو اَزد کی ایک شاخ تھا۔ غامدیوں کی آبادیاں عمان سے لے کر

حجاز تک پھیلی ہوئی تھیں اور مختلف پہاڑی سلسلوں اور وادیوں کے درمیان منتشر تھیں۔

بنو سلامان

سلامان کا نام سات قبائل پر بولا جاتا تھا۔ جو سلامان بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے ان کا تعلق بنو قضاعہ سے تھا (یعنی وہ قضاعہ کا بطن تھے) یہ لوگ حجاز کے شمال میں آباد تھے۔

بنو خولان

قبیلہ خولان یمن کے قحطانی قبائل میں سے تھا۔ یہ لوگ خولان بن عمرو بن مالک بن حارث بن مرۃ بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا کی اولاد سے تھے۔ ان کا وطن صنعاء (یمن) کا مشرقی علاقہ تھا۔

بنو بجیلہ

عام طور پر اسے قحطانی قبیلہ کہا جاتا ہے لیکن بعض محققین کے مطابق یہ عدنانی قبیلہ تھا (نزار بن معد بن عدنان کی اولاد سے تھا) اسے بعض وجوہ کی بناء پر مکہ سے نقل مکانی کر کے یمن جانا پڑا لیکن بے خبری اور استدادِ زمانہ کے باعث قحطانیوں میں ضم ہو گیا۔

(سیر انصار ج۔۱)

ظہورِ اسلام کے وقت بنو بجیلہ کی آبادیاں جبال السراۃ کے سلسلے میں یمن اور حجاز میں تھیں۔ سدِ مارب ٹوٹنے کے بعد بنو لہو نے ان سے جنگ کی اور انہیں ان کی بستیوں سے نکال دیا۔ اس کے بعد یہ یمن چلے گئے اور قحطانی مشہور ہو گئے۔

بنو احمس

یہ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کی ایک شاخ تھا۔ ویسے "بنو احمس" کبھی عدنانی

قبائل کے لیے بولا جاتا تھا۔ بالخصوص ان قبیلوں کے لیے جن کی مائیں قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ خود قریش کو بھی بعض اوقات بنو احمس سے منسوب کیا جاتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق بنو احمس قریش ہی میں سے نکلے ہیں۔ احمس کے لغوی معنی ہیں بہادر۔ شجاع۔

بنو نخع

یہ قبیلہ مشہور قحطانی قبیلہ مذحج کی ایک شاخ تھا۔ یہ لوگ یمن میں آباد تھے۔

حضرت بُریدہؓ بن الحُصَیب

حضرت بُریدہؓ بن الحُصَیب کا شمار بڑے عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے۔

سلسلہ نسب یہ ہے:

بُریدہؓ بن حصیب بن عبداللہ بن الحارث بن اعرج بن سعد بن زراح بن عدی بن سہم بن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم اسلمی۔

۶ھ ہجری میں یا اس سے کچھ پہلے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد غزوہ خیبر، فتح مکہ اور دوسرے متعدد غزوات و سرایا میں شریک ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں بصرہ آباد ہوا تو وہاں مستقل اقامت اختیار کر لی۔ جہاد فی سبیل اللہ کا بہت شوق تھا، ایرانیوں اور رومیوں کے خلاف کئی معرکوں میں داد شجاعت دی۔ مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو اس سے یکسر کنارہ کش رہے۔ ۶۳ھ ہجری میں وفات پائی۔

فضل و کمال کے اعتبار سے بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ ان سے ۱۶۴ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک متفق علیہ ہے۔ ۲ میں بخاری اور ۱۱ میں مسلم منفرد ہیں ان کو بارگاہِ نبوی میں درجۂ تقرب حاصل تھا۔

(طبقات ابن سعد۔ الاصابہ۔ اُسد الغابہ)

حضرت طارقؓ بن عبداللہ مُحَارِبی

خاندانی تعلق بنی محارب بن خصفہ سے تھا۔ ان کے شرفِ صحابیت پر سب کا اتفاق ہے مگر حالاتِ زندگی کے بارے میں (سوائے اس ایک واقعہ کے) کتبِ سیر خاموش ہیں۔

حضرت عبداللہؓ و عبدالرحمٰنؓ

ان دونوں بھائیوں کے حالاتِ زندگی کتبِ سیر میں نہیں ملتے۔

حضرت ابو رزین عُقَیلیؓ

نام لَقیط تھا اور بنو عُقَیل بن کعب سے تعلق رکھتے تھے۔ ابنِ مُندہؒ نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے:

لقیطؓ بن عامر بن منتفق بن عامر بن عُقَیل بن کعب۔

مگر ابنِ اثیرؒ کے قول کے مطابق ان کا نسب نامہ یہ تھا:

لَقیط بن عامر بن صبرہ بن عبداللہ بن منتفق۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹ سنہ ہجری میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور نعمتِ ایمان حاصل کی۔ ان کے حالاتِ زندگی کے بارے میں کتبِ سیر خاموش ہیں البتہ ان سے مروی چند احادیث کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

(اُسدُ الغابہ)

ابن المنتفق

ان کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملتے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو رزین عقیلیؓ ہی کو ابن المنتفق کہا جاتا تھا کیونکہ بعض روایتوں میں ان کا نام

"لقیط بن منتفق" بھی بیان کیا گیا ہے۔

حضرت مُعَیقیبؓ بن ابی فاطمہ

نسبی تعلق قبیلہ اَزد کی شاخ بنی دَوس سے تھا۔ مکہ میں بنی عبد شمس کے حلیف تھے۔ ۶ بعد بعثت میں ہجرت کر کے حبشہ گئے اور وہاں سے غزوہ خیبر کے زمانہ میں مدینہ آئے۔ اس کے بعد عہد رسالت کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ سرور عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خاتم رسالت ان کی تحویل میں دے رکھی تھی۔ شیخینؓ کے عہد میں صیغۂ مالیات کے افسر اور بیت المال کے خازن تھے۔ ان کو جُذام کی شکایت ہو گئی تھی۔ حضرت عُمَر فاروقؓ نے اچھے اچھے طبیبوں سے ان کا علاج کرایا، اس سے مرض زائل تو نہ ہوا البتہ آگے بڑھنے سے رُک گیا۔

انہوں نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے عہدِ خلافت کے آخر میں وفات پائی۔ ان سے متعدد احادیث مروی ہیں۔

(طبقات ابنِ سعد۔ الاستیعاب۔ اُسُد الغابہ)

حضرت معاویہؓ بن حیدہؓ

ان کا تعلق بنو قشیر بن کعب سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے:

معاویہؓ بن حیدہؓ بن معاویہ بن قُشَیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعۃ القشیری۔

ان کی بارگاہِ نبوی میں آمد اور قبول اسلام کے زمانے کا صحیح تعین نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ بعض علماء نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ ہجرتِ نبوی سے پہلے مکہ جا کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے۔ ان کے والد حیدہؓ کو بھی شرف صحابیت حاصل ہے۔ حضرت معاویہؓ بن حیدہؓ نے حضرت عُمَر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ وہ خراسان کے معرکوں

میں شریک ہوئے اور وہیں میدانِ جہاد میں فوت ہوئے (غالباً یہ حضرت عثمانؓ کا زمانہ خلافت تھا) ان سے چند حدیثیں مروی ہیں ۔ (مسندِ احمد، اُسدُ الغابہ)

بنو عُنس

بنو عُنس مذحج کی ایک شاخ تھے۔ ان کی سکونت بھی یمن میں تھی بعد میں اس قبیلے کا نام بدل گیا اور اسے اَنس یا عَنس کہنے لگے

اعرابی (اعراب)

اعرابی عام طور پر خانہ بدوش بدوؤں یا دیہات میں رہنے والے عرب باشندوں کو کہا جاتا ہے یہ اعراب جو مختلف موقعوں پر بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوتے تھے نامعلوم الاسم ہیں یعنی ان کے اسماء اور حالات آج تک کسی کتاب میں نہیں دیئے

حضرت جمالؓ بن سراقہ

ان کے مختصر حالاتِ زندگی بیان کر دیئے گئے ہیں

بنو قضاعہ

اہلِ سیر اور مورخین نے خاص بنو قضاعہ کے کسی وفد کی بارگاہِ رسالتؐ میں حاضری کا ذکر نہیں کیا البتہ اس کی بعض شاخوں بنو جرم، بنو عذرہ، بنو بلی، بنو مہرہ کے وفود مختلف موقعوں پر بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق یہ قحطانی قبیلہ تھا اور بنو حمیر کی ایک عظیم بطن تھا کہا جاتا ہے کہ یہ حمیری قبائل میں سب سے بڑا قبیلہ تھا اور اپنی کثرتِ تعداد کی وجہ سے تمام حمیری نسلوں پر چھا گیا (جزیرۃ العرب) لیکن "سیر الصحابہ" جلد ۸ اور بعض دوسری کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ عدنانی قبیلہ تھا اور قضاعہ بن نزار بن معد بن عدنان کی نسل سے تھا۔ بنو قضاعہ حجاز و شام کے تجارتی راستے پر تبوک کے قریب (جنوب مشرق میں) آباد تھے۔ یہ لوگ دیہات زیادہ تھے اور ان میں سے بعض لوگوں نے نصرانیت اختیار کر لی تھی۔ (اہلِ کتب صحابہ و تابعین)

وفود حبشہ

ان کو وفودِ عرب میں شامل نہیں کیا جا سکتا بعض تابعین کی معلومات میں اضافہ کے لیے ان کے حالات اس کتاب میں شامل کر دیئے گئے ہیں

کتابیات

اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں جن کتابوں سے براہِ راست یا بالواسطہ استفادہ کیا گیا ہے، اُن کے نام یہ ہیں:

۱۔ صحیح بخاری
۲۔ صحیح مسلم
۳۔ سُنَنِ ابی داؤدؒ سجستانی
۴۔ مُسندِ ابی داؤدؒ طیالسی
۵۔ جامع الترمذی
۶۔ مُسندِ احمد بن حنبلؒ
۷۔ مستدرک علی الصحیحین ——— امام حاکمؒ
۸۔ الطبقات الکبریٰ ——— ابن سعدؒ
۹۔ السیرۃ النبویہ ——— ابن ہشامؒ
۱۰۔ زاد المعاد ——— حافظ ابن قیمؒ
۱۱۔ البدایہ والنہایہ ——— حافظ ابن کثیرؒ
۱۲۔ تاریخ الامم والملوک ——— ابن جریر طبریؒ
۱۳۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ ——— حافظ ابن حجرؒ
۱۴۔ اُسد الغابہ ——— علامہ ابن اثیرؒ
۱۵۔ شرح المواہب اللدنیہ ——— علامہ زرقانیؒ
۱۶۔ تاج العروس من جواہر القاموس ——— علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی
۱۷۔ بذل القوۃ ——— مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ
۱۸۔ سیرۃ النبیؐ ——— شبلی نعمانیؒ

۱۹۔ رحمۃ للعالمین ——— قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ
۲۰۔ ترجمان السنۃ ——— مولانا بدر عالم میرٹھیؒ
۲۱۔ مہاجرین حصہ اول ——— مولانا حاجی معین الدین ندویؒ
۲۲۔ سیر انصار جلد اول ——— مولانا سعید انصاریؒ
۲۳۔ اہل کتاب صحابہ و تابعین ——— حافظ مجیب اللہ ندوی
۲۴۔ سیرت کبریٰ ——— مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ
۲۵۔ سیرت سرور عالم جلد دوم ——— مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
۲۶۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ——— شیخ محمد رضا مصری
۲۷۔ سرور کائنات ——— ملا واحدیؒ
۲۸۔ غزوۂ تبوک ——— استاذ محمد احمد باشمیل
۲۹۔ جزیرۃ العرب ——— مولانا محمد رابع حسنی
۳۰۔ رسالہ نقوش لاہور (رسول نمبر جلد ۷) ——— مرتبہ محمد طفیل مرحوم
۳۱۔ نبی رحمت ——— مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
۳۲۔ سیر الصحابہ جلد ہفتم ——— مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم